بسم اللہ الرحمن الرحیم

Indo-US. Nuclear Deal

باپ کا تقدس

اسلام اور جدید تہذیب

Marfat.com

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ' اقرا سنٹر' اردو بازار لاہور
اسلامی کتب خانہ' فضل الٰہی مارکیٹ' اردو بازار' لاہور

سعد پبلیکیشنز' فرسٹ فلور' میاں مارکیٹ' اردو بازار' لاہور
مکتبہ العلم' 17- اردو بازار لاہور

کوالٹی ڈیپارٹمنٹل سٹور' کالج روڈ' بورے والا
چوہدری بک ڈپو' مین بازار' دینہ

کشمیر بک ڈپو' تلہ گنگ روڈ' چکوال
میاں ندیم' مین بازار' جہلم

بنگش بک ڈپو اردو بازار' سیالکوٹ
اسلامک بک سنٹر' اردو بازار' کراچی

مسلم بک لینڈ' بینک روڈ' مظفر آباد
دارالادب' تلمبہ روڈ' میاں چنوں

مکتبہ رشیدیہ' نیو جنرل' چکوال
ضیاء القرآن پبلشرز' گنج بخش روڈ' لاہور

ضیاء القرآن پبلشرز' اردو بازار' کراچی
اشرف بک ایجنسی' کمیٹی چوک' راولپنڈی

ویلکم بک پورٹ' اردو بازار' کراچی
فرید پبلشرز' نزد مقدس مسجد' اردو بازار' کراچی

وہاڑی کتاب گھر- مین بازار' وہاڑی
شمع بک ایجنسی' فیصل آباد

یونیورسٹی بک ایجنسی' خیبر بازار' پشاور
کتاب گھر' علامہ اقبال روڈ' راولپنڈی

رحمان بک ہاؤس' اردو بازار' کراچی
ہاشمی برادرز' کتب و رسائل گوردت سنگھ روڈ کوئٹہ

بک سنٹر علامہ اقبال چوک' سیالکوٹ
نو الیاس کتاب محل کچہری بازار' جڑانوالہ

الکریم نیوز ایجنسی گول چوک' اوکاڑہ
ڈائمنڈ بک ڈپو' بینک روڈ' مظفر آباد آزاد کشمیر

منیر برادرز' مین بازار' جہلم
بختیار سنز' قصہ خوانی بازار' پشاور

شائلہ لائبریری' محلہ چوہدری پارک' ٹوبہ ٹیک سنگھ
ادریس کتاب محل' مین بازار' منڈی سمبڑیال

احمد بک کارپوریشن' اقبال روڈ' راولپنڈی
الاخوان القادری منڈی کارنر اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

اقبال بک سٹال' ریل بازار' بورے والا
عمر بک سنٹر جی ٹی روڈ سرائے عالمگیر فون نمبر: 627406

بلال کاپی ہاؤس لیاقت روڈ میاں چنوں 662650
نیو نفیس بک ڈپو مین بازار میانوالی

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ خزینہ علم و ادب / مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کاروائی کا حق محفوظ ہے۔

Marfat.com

باپ کا تقدس

اسلام اور جدید تہذیب

تحقیق و تالیف

حکیم محمد طارق محمود عبقری مجددی چغتائی

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور ۷۳۱۴۱۶۹

Marfat.com

دیدہ زیب اور
خوبصورت کتب کا
واحد مرکز

29265
69892

تزئین و اہتمام
نذیر محمد طاہر نذیر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت	۲۰۰۳ء
سرورق	عبیداللہ
اہتمام	محمد نذیر طاہر نذیر
کمپوزنگ	الاشراق کمپوزنگ سنٹر لاہور
مطبع	اے این اے پرنٹرز لاہور
قیمت	110/- روپے

Marfat.com

فہرست

۱-	جدید تہذیب اور بوڑھے ماں باپ	۱۱
۲-	برکت میں کمی	۲۳
۳-	موت کی دہشت	۲۶
۴-	آنے والے وقت کی تیاری	۳۴
۵-	دور جدید اور محبت	۴۲
۶-	بوالہوسی	۴۶
۷-	ایک واقعہ	۴۷
۸-	بوڑھوں کے ساتھ سلوک	۵۳
۹-	امن وعافیت	۵۵
۱۰-	ایک واقعہ	۶۳
۱۱-	نوجوانوں کا ذہنی مریض ہونا	۷۰
۱۲-	بچوں کی حوصلہ افزائی	۷۰
۱۳-	تنوع پسندی	۷۴
۱۴-	عزت نفس اور خود حوصلگی	۸۰
۱۵-	ایک واقعہ	۸۳
۱۶-	حاجتیں دراصل صرف دو ہیں	۸۹
۱۷-	اپنی کارکردگی کی ستائش	۹۸
۱۸-	باپ کا تقدس اور قرآن کریم	۱۰۷
۱۹-	باپ کا تقدس اور احادیث نبویؐ	۱۱۰
۲۰-	تربیت اولاد اور باپ	۱۱۵
۲۱-	احنف بن قیس کی نصیحت	۱۲۴

Marfat.com

۲۲- بچوں کے ساتھ سلوک میں مساوات ۱۲۵
۲۳- بچوں پر شفقت اور ان سے نرمی کا برتاؤ ۱۲۸
۲۴- قرآن وکریم واحادیث مبارکہ کے ذریعے بچوں کی تربیت کیجیے ۱۳۱
۲۵- سب سے پہلے بچے کو کیا سکھایا جائے ۱۳۴
۲۶- ایمان بنانے کا طریقہ ۱۴۰
۲۷- اولاد کو بوسہ دینے میں سنت کی نیت ۱۴۱
۲۸- رسول اللہ ؐ کی اولاد سے محبت ۱۴۳
۲۹- بچوں کے جھگڑے اور آپ کی ذمہ داری ۱۴۷
۳۰- ایک لمحہ کی بھول ۱۵۰
۳۱- ہرگز ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ کیجیے ۱۵۳
۳۲- ایک باپ کے لیے خطرناک غلطیاں ۱۵۴
۳۳- دوسری خطرناک غلطی ۱۶۰
۳۴- باپ ''نرسنگ روم'' میں ۱۶۱
۳۵- جیسا کرو گے ویسا بھرو گے ۱۶۲
۳۶- حضرت انبیاء علیہم السلام اور اولاد کی فکر ۱۶۳
۳۷- تیسری خطرناک غلطی ۱۶۴
۳۸- بچوں کو تربیت دینے کا انداز ۱۶۵
۳۹- بچوں سے محبت کی حد ۱۶۶
۴۰- کھانا کھانے کا ادب ۱۶۷
۴۱- سات سال سے پہلے تعلیم ۱۶۹
۴۲- بچوں کو مارنے کی حد ۱۷۰
۴۳- بچوں کو تربیت دینے کا طریقہ ۱۷۱
۴۴- بچے کو کیا کہہ کر پکارا جائے؟ ۱۷۲
۴۵- اگر اولاد نہ مانے تو! ۱۷۲
۴۶- دنیاوی آگ سے کس طرح بچاتے ہو؟ ۱۷۳

Marfat.com

۴۷-	اللہ کے واسطے جابر و حاکم باپ نہ بنئے	۱۷۴
۴۸-	اولاد پر جبر	۱۷۸
۴۹-	مار پیٹ سے کبھی بچے مجرم بھی بن جاتے ہیں	۱۸۱
۵۰-	مارنے کی شرائط	۱۸۶
۵۱-	حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بیٹے کی تربیت	۱۸۷
۵۲-	بچوں کی اصلاح سے مایوس نہ ہوں	۱۸۹
۵۳-	بچوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچایئے	۱۹۲
۵۴-	بچے کو ناجائز دباؤ میں نہ رکھیے	۱۹۵
۵۵-	بچوں کو غلطی پر ٹوکنے کا انداز	۱۹۹
۵۶-	جوامع الکلم	۲۰۶
۵۷-	بچوں کو سمجھانے کا طریقہ	۲۰۸
۵۸-	جذبات و احساسات کا پاس و لحاظ	۲۱۱
۵۹-	بچے کی قوت فیصلہ خراب نہ کیجیے	۲۱۸
۶۰-	باپ کا رویہ	۲۱۹
۶۱-	باپ کا تقدس اور جدید تہذیب	۲۲۴
۶۲-	ایج کنسرن	۲۲۵
۶۳-	بوڑھی عورتیں	۲۲۵
۶۴-	ایک چشم دید حالت	۲۲۶
۶۵-	زہرہ داودی	۲۲۶
۶۶-	بے رحمانہ روش	۲۲۶
۶۷-	شیطانی عادات	۲۲۷
۶۸-	حضرت زبیر بن محمد	۲۲۸
۶۹-	اولاد کو چاہیے	۲۲۸
۷۰-	اللہ تعالیٰ کے نزدیک	۲۲۸
۷۱-	عذاب آنے کا زمانہ	۲۲۹

Marfat.com

۷۲-	مغرب میں والد نے حقوق اولا دادا نہ کیے پھر اولا دکیسی بنی؟	۲۲۹
۷۳-	غیرت کا ماتم	۲۳۰
۷۴-	انکشاف	۲۳۱
۷۵-	ناجائز اولاد	۲۳۲
۷۶-	ناجائز بچوں کا جنم	۲۳۲
۷۷-	شادی کا تصور	۲۳۳
۷۸-	بغیر شادی کی ماں	۲۳۴
۷۹-	باپ کے حقوق	۲۳۴
۸۰-	نیا قانون	۲۳۴
۸۱-	اعداد و شمار	۲۳۵
۸۲-	مجرمانہ حملے	۲۳۶
۸۳-	قتل ہی قتل	۲۳۸
۸۴-	نوعمر لڑکے کا ریکارڈ	۲۳۹
۸۵-	منشیات کی لعنت	۲۴۰
۸۶-	ڈوئی ذزن	۲۴۱
۸۷-	جنسی حملہ	۲۴۲
۸۸-	جسم فروش بچے	۲۴۲
۸۹-	۹ سالہ لڑکی	۲۴۳
۹۰-	کم عمر کے بچے	۲۴۳
۹۱-	پرسان حال نہیں	۲۴۴
۹۲-	معصوم مجرم	۲۴۴
۹۳-	فرینکفرٹ کے راستے	۲۴۵
۹۴-	Back to Religion	۲۵۰
۹۵-	مرے کی تحقیق	۲۵۱

Marfat.com

حالِ دل

ماں کی عظمت کے بعد والد یعنی باپ کا درجہ آتا ہے۔ وہ ایسی با مقام شخصیت تو ہے جسے دیکھنے سے مقبول حج و عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ آخر اس صاحب مقام کی خدمت کا کیا حق ہوگا۔ مجھے تو بعض اوقات ایسے لوگوں پر ترس آتا ہے جو اپنے والد کو بوجھ سمجھتے ہیں۔

ایک صاحب مجھے بتانے لگے والد نے تنگ دستی اور مزدوری کر کے بیٹوں کو پڑھایا' اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بیٹے باپ کے نہایت نافرمان بن گئے۔ آخر باپ نے بھیک مانگنا شروع کر دیا۔ تنگ آ کر بیٹوں نے کہا کہ باپ اگر مانگنا ہی ہے تو دوسرے محلے میں جا کر مانگا کرو کیونکہ ہمیں شرم آتی ہے۔ اس کی مزید وضاحت لکھنے میں ہاتھ ساتھ نہیں دیتا ورنہ ''جو تم مسکراؤ'' کے مصنف نے کمال توجہ کی ہے۔

افسوس اس عمل سے شرم آتی ہے لیکن اس کی خدمت اطاعت نہ کر کے شرم ہی نہیں آتی بالکل یہی حال یورپ اور امریکہ کا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے بڑوں کی قدر نہ کر کے ایک جرم عظیم کیا ہے۔ واقعی اس موضوع پر لکھنے اور تحقیق و محنت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ میں ممنون ہوں جناب محمد حنیف صاحب کا۔ انہوں نے نے مثالی باپ کے موضوع پر محنت کر کے مجھ جیسے طفل مکتب کے لیے نئی راہیں کھولی ہیں اور یورپ یعنی جدید تہذیب کے لیے ایک عبرت کا نمونہ پیش کیا ہے۔

امید ہے میری یہ کاوش سابقہ کاوشوں کی طرح مقبول ہوگی۔

خواستگار اخلاص و عمل
حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی
قرطبہ چوک مزنگ چونگی یونائیٹڈ بیکری سٹریٹ
جیل روڈ' لاہور
7552384

Marfat.com

Marfat.com

جدید تہذیب اور بوڑھے ماں باپ

جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی
جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا

جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے
بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے

ویسے تو ذہنی اور نفسیاتی امراض ہر عمر کے لوگوں میں اپنی کارفرمائیاں دکھاتے ہیں لیکن زندگی کے اتار پر ان امراض کی کچھ زیادہ ہی شدت ہو جاتی ہے۔ حالانکہ بڑھاپا انسان کی زندگی کا وہ دور ہوتا ہے جب اسے نہایت ہی پرسکون، موج دریا آشنا روانی اور سبک ساحلی اور کنارے پار لگنے کی سخت احتیاج ہوتی ہے لیکن بہت سے ایسے انسان ہوتے ہیں کہ اسی آخری دور میں وہ طوفانی حوادثات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے اور بھی صبر آزما دور ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے کسی دور میں بھی (یعنی بچپن، لڑکپن، جوانی وغیرہ) زندگی کو خوشگوار بنانا نہیں سیکھا۔ ہر دور میں کسی نہ کسی ذہنی بیماری میں مبتلا رہے، انہوں نے نہ حالات سے مقابلہ کرنا سیکھا اور نہ ہی صلح جوئی اور آشتی دیکھی۔

ساری جوانی رو رو کاٹی، پیری میں لیں آنکھیں کھول
کڑوی کسیلی باتوں کو کون کہے گا میٹھے بول

تمام عمر اپنی کوتاہ اندیشیوں اور ناپختہ کاریوں کی وجہ سے رائی کا پہاڑ بناتے رہے۔ اس

Marfat.com

بیسویں صدی میں تو نفسیاتی امراض کی کثرت اور پھیلاؤ اپنی حد کو پہنچ چکا ہے۔ انسانی تاریخ کے دور میں بوڑھوں میں جذباتی دباؤ اور ذہنی الجھنیں اتنی کبھی نہیں ہوئی ہیں جتنی کہ اس بیسویں صدی میں آپ کو بھی اس کا تجربہ ہوگا۔ یہ بات اس وجہ سے شاید زیادہ قرین قیاس ہے کہ گذشتہ کئی ہزار سال سے ضعیف العمری کا سماجی اور اقتصادی ڈھانچہ اور اسکی حیثیت بغیر کسی تبدیلی کے ایک ہی ڈگر پر چلی آ رہی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ حضور اقدس سرور کائنات سید الخلائق و البشر سیدنا سیدنا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رسول اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری اور بعثت کے بعد جبکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ماں باپ اور بزرگوں کی عظمت، عزت واحترام کی تاکید کی گئی اور اولاد اور والدین کے حقوق پر زور دیا گیا۔ تمام کا تمام معاشرہ ادب واحترام، صبر وضبط کا ایک نمونہ بن گیا تھا اور وہ ڈھانچہ اور نمونہ باوجود ہزار ہا تبدیلیوں کے بزرگوں اور سن رسیدگی کی حیثیت و وقار کو نہ بدل سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگ اسلاف باوجود لمبی لمبی عمر پانے کے ذہنی اور نفسیاتی امراض سے بہت حد تک محفوظ رہے۔ وہ لوگ بھی جن کو مالی اور معاشی آسودگی حاصل تھی اور جنسی ناہمواریگی میں مبتلا ہوئے وہ بھی جذباتی عالالت سے کافی محفوظ رہے۔ کیونکہ ان کی اولاد ان کی عزت، احترام اور خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی کرنے کو گناہ سمجھتی تھی۔ شریعت نے تعلیم ہی ایسی دے رکھی تھی، ہم کو قرآن پاک نے سکھایا ہے رب ارحمھما کما ربینی صغیرا (اے اللہ تو ہمارے بوڑھے ماں باپ پر ایسا رحم کیجئے جیسا کہ انہوں نے ہم پر اس وقت کیا جب کہ ہم چھوٹے تھے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم کچھ اس طرح کا ہے۔ ''جو شخص اپنے بڑوں کی عزت نہیں کرتا، اپنے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور اپنے علماء کی عظمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے جب ممبر کے پہلے زینہ پر

Marfat.com

تشریف لائے تو فرمایا ''آمین'' پھر دوسرے زینہ پر تشریف لائے تو فرمایا ''آمین'' جب تیسرے زینہ پر تشریف لے گئے تو پھر فرمایا ''آمین'' صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑا تعجب ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دے کر فارغ ہوئے تو صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج خطبہ شروع ہونے سے پہلے ہم لوگوں نے آپ کو تین مرتبہ اس طرح ''آمین'' کہتے ہوئے سنا۔ ہم لوگ بڑے حیران ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں خطبہ کے لیے ممبر پر آیا تو اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کے روزے کو پایا اور پھر بھی روزہ نہ رکھا اور اللہ کی مغفرت کا طلبگار نہ ہوا' تو میں نے کہا آمین'' جب دوسرے زینہ پر پہنچا تو جبرئیل علیہ اسلام نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے اور وہ درود شریف نہ پڑھے' میں نے کہا ''آمین'' پھر جب میں ممبر کے تیسرے زینہ پر گیا تو پھر جبرئیل علیہ اسلام نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک' بڑھاپے کو پہنچے اور اس شخص نے ان کی خدمت کر کے ان کو راضی نہ کر لیا میں نے کہا ''آمین'' دیکھا آپ نے ایک تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی دعا پھر اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ''آمین'' فرمانا۔ ایک جگہ اور روایت میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کے ماں باپ فوت ہو چکے ہوں تو ان کی خدمت اور ان کا حق کیسے ادا کیا جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ ان کی قبروں پر ان کے لیے مغفرت کرے۔ (مگر عورتوں کا قبروں پر جانا منع ہے) اور ان والدین کے دوستوں اور ملنے والوں کے ساتھ سلوک کرے۔ یہ چند روایات بطور مثال پیش کی گئی ہیں۔

ان ارشادات کی روشنی میں آپ ہی بتائیے کہ کسی مومن کی جرأت ہو سکتی ہے' جو اپنے

Marfat.com

بزرگوں یا ماں باپ کی حیثیت کو بدل سکے۔ ہمیں حکم ہے کہ ماں باپ کے سامنے اف بھی نہ کریں، آواز بھی اونچی نہ نکالیں۔ چہ جائیکہ ان کو کسی طرح کی تکلیف پہنچائیں، ذہنی کوفت میں مبتلا کر دیں، جس سے ان کے اندر جذباتی دباؤ بڑھے اور وہ نفسیاتی مریضوں کے زمرہ میں شامل ہو جائیں۔ یہ اکیسویں صدی کی مغرب زدگی کا نتیجہ اور ان کے معاشرہ اور طرز زندگی سے مرعوب اور مغلوب ہو کر اس اعلیٰ اور محفوظ حیثیت کو اب ہم سب مٹانے پر تلے ہوئے ہیں جس کو دیکھیے وہ انہیں کی مغضوب تہذیب کی طرف بھاگا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ ان کو خوب معلوم ہے کہ مغربی تہذیب کا جوان اپنے کتوں کو تو اپنے گھر میں رکھتا ہے، اپنے پاس سلاتا ہے، پیار کرتا ہے۔ لیکن اپنے بوڑھے ماں باپ اور ضعیف العمر لوگوں کو اپنے گھر میں اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ بعض تو ان سے، اپنے گھر سے، اپنے وطن سے بھی بیزار ہیں اور مغرب کی طرف ہی یورپ، جرمنی، انگلینڈ، ہالینڈ، فرانس، کینیڈا، امریکہ جا جا کر بس رہے ہیں، ماں باپ ان کی صورت کو اس بڑھاپے میں ترس رہے ہیں، یورپ اور امریکہ کے نوجوانوں نے تو ان بوڑھے ماں باپ سے پیچھا چھڑانے کی جہاں اور بہت سی ترکیبیں کر رکھی ہیں وہاں اتنا تو انتظام کر ہی دیا ہے کہ جیسے کسی مجرم کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے اس سے بھی زیادہ سخت ان بوڑھوں کو قید تنہائی میں رکھنے کے لیے بوڑھوں کی کالونی تعمیر کر دی ہے جہاں وہ سرد آہیں بھرتے بھرتے مر جاتے ہیں۔ اس وقت کوئی انکے پاس منہ میں پانی ٹپکانے والا آنکھ اور جبڑا بند کرنے والا بھی اکثر موجود نہیں ہوتا۔ (غنیمت ہے کہ ان کو بے گور و کفن نہیں چھوڑ دیا جاتا کہ گدھ منڈلائیں اور ان کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں جیسے بعض فرقوں کے یہاں یہ مذہبی رسم ہے) ایسے بوڑھے اپنے محبوب سے وصال کی تمنا لیے ہوئے اکثر یہ دعا بھی کرتے ہوں گے

کاکا سب تن کھائیو، چن چن کھائیو،
یہ دونوں نین مت کھائیو پیا ملن کی آس

Marfat.com

غرضیکہ اس بوڑھوں کی کالونی میں جس کو اگر زندہ قبرستان کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ وہاں جب بوڑھا مر جاتا ہے تو اسے مردہ قبرستان میں منتقل کرنے کے لیے موت کی خبر صرف تجہیز اور تکفین کرنے والے مرکز Cremation centre کو بذریعہ ٹیلی فون کر دی جاتی ہے' ان کا عملہ آکر کفن دفن کر دیتا ہے اور مرنے والے کے متعلقین (یا گارجین) کو اخراجات کا بل بھیج دیا جاتا ہے گویا ''خس کم جہاں پاک''۔

ضعف پیری بھی تو بیماریوں میں سے خود ایک بیماری ہے اور ذہنی بیماری تو تمام بیماریوں پر اس بڑھاپے میں غالب آ ہی جاتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''یک ضعیفی صد عیب''۔ تمام عمر کی بیماریوں کا نچوڑ اس عمر میں آ موجود ہوتا ہے اور اس پر مستزاد جذبات کی وہ ذہنی کیفیت جو بیماری کی شکلیں اختیار کر لیتی ہے' ان سب میں ممیز اور نمایاں نفسیاتی کیفیت' مسلسل عدم تحفظ کا احساس (مثلاً مالی اور معاشی صحت اور تندرستی' مستقبل کا خوف' خطرات تشویش' محرومی' حوصلہ شکنی وغیرہ تمام باتوں میں قریب قریب ہر انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے اپنے کو غیر محفوظ سمجھنے لگتا ہے اور اپنے ذہن پر اتنا دباؤ ڈال لیتا ہے کہ اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ باب سوم میں پڑھ چکے ہیں' کہ جذبات کی فراوانی جب غدہ نخامیہ (پی ٹیوری گلینڈ) پر دباؤ ڈالکر ہارمون (یعنی اندرونی رطوبات) پیدا کرتے ہیں تو آدمی کے جوڑ جوڑ' شریانیں اور گردے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ بس اسی کمزوری کا دوسرا نام ضعف پیری ہے۔ یہی بڑھاپے کا اصل سبب ہے۔ غیر میڈیکل اور سادہ الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ یہ ذہنی کھچاؤ اور جذباتی دباؤ ہی ہوتے ہیں جو جوانی کے مضبوط تار و پود کو ڈھیلا کرتے کرتے بالکل کمزور کر دیتے ہیں اسی کمزوری کو بڑھاپا کہا جاتا ہے۔

ہارمون (اندرونی رطوبات) سے متعلق ایک نہایت حیرت انگیز حقیقت ہے ان ہارمون کی ساخت میں خفیف سی تبدیلی بھی انسانی راحت و رنج پر گہرا اثر ڈالتی

Marfat.com

ہے۔ بڑھاپے کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی عمر ساٹھ ستر سال کی ہو جائے۔ زیادہ عمر والے کو بوڑھا نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ بڑھاپے کا تعلق جسم کے افعال کے مضمحل اور کمزور ہو جانے سے ہے۔ کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کسی کے بال سفید نہیں ہوتے تھے' بلکہ کالے رہتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک جوان سال ہی رہے۔ حالانکہ ان کی قوم نے ان کو مسلسل ایذائیں پہنچائیں۔ پتھر مار مار کر ان کو بے جان کر دیا جاتا تھا لیکن ان پر نفسیاتی اور ذہنی دباؤ نہ پڑ سکا شاید بنی اسرائیل کی بغاوتوں اور زیادتیوں کی وجہ سے جذباتی دباؤ بڑھتا ہی چلا گیا ہوگا اب تو انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ ویسے آج بھی جو عمر رسیدہ اپنی تمام عمر محنتوں اور مشقتوں میں بسر کرتے رہے ہیں' ستر سال کے بعد بھی فعال اور پھرتیلے نظر آتے ہیں۔ وہ سولہ سولہ گھنٹہ تک کام بغیر تھکے ہوئے کرتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ ذہنی یا نفسیاتی دباؤ کا اثر نہیں لیتے۔ اور ان کے مقابلہ میں آج کا جوان جو آرام طلب واقع ہوا ہے جوانی ہی میں بوڑھا بن جاتا ہے۔ بقول حضرت اقبال۔

تیرے صوفے ہیں افرنگی تیرے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

یہ جذبات کی ناہمواری اور غلط ترتیب کا نتیجہ ہے۔ مثل مشہور ہے ''نئی جوانی مانجھا ڈھیلا۔''

ایسے لوگ جو جذباتی اور نفسیاتی بیماریوں میں گھرے ہوئے ہیں اور وقت سے پہلے بوڑھے بن گئے ہیں ان کے مرض کا بس یہی علاج ہے کہ تمام پراگندہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کریں' خوف' مایوسی' اندیشہ ہائے فردا (ہائے کل کیا ہوگا) یعنی دنیاوی لحاظ سے بالکل بیفکر ہو جائیں ورنہ ان حالات میں ان کو سکون اور راحت کہاں مل سکتی ہے۔ راحت تو ملتی ہے مسلسل جدوجہد اور شگفتہ خیالی سے۔

راحت کا مفہوم یہی ہے جہد طلب سے باز نہ آ
بڑھنے دے دل کی بے چینی تڑپ جا آرام نہ لے

دیکھئے نا! روزمرہ کی اپنی زندگی میں آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ بہت کم ایسے بوڑھے ہوں گے جو نمونیہ اور دوسرے جراثیم سے پیدا شدہ بیماریوں کی وجہ سے مرجاتے ہوں' گھلا دینے اور ہیجان کر دینے والی بیماریوں سے بھی یہ سن رسیدہ لوگ بہت کم مرتے ہیں' مثلاً ذیابیطس' اکسرئی بی گٹھیا تمام جیسی بیماریوں کے باوجود سالہا سال کھینچ لے جاتے ہیں۔ بس صرف اتنی بات ہے کہ ایسی معذور کر دینے والی بیماریوں کا پھیلاؤ ہمارے اس موجودہ دور میں بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور اس کی شدت' تیزی اور زیادتی کا اصل سبب جذباتی کوفت اور ذہنی دباؤ ہی ہے۔ بادی النظر میں تو ان بوڑھوں کی اس کس مپرسی اور انحطاط کا سبب یقین کے ساتھ کہنا کہ واقعی جذبات کے ہی پیدا شدہ مرض کی وجہ سے ہے لیکن حقیقت ہی یہی ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ہوتی ہی نہیں۔ کیونکہ اگر اس کی دلیل یہ پیش کی جائے کہ اس انحطاط کا اصل سبب یہ ہے کہ غدود نے ہارمون پیدا کرنا بند کر دیا ہے' توانائی ضعیفی کی وجہ سے زائل ہوگئی ہے' حرارت غریزی ختم ہو رہی ہے۔ یہ سب دلیلیں تو علامت ہیں سبب تو نہیں ہوئیں۔ اصل سبب تو وہی نفسیاتی دباؤ ہے۔ بہرحال میرے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑھاپا اگر خالص ذہنی دباؤ کی وجہ سے جلد آ گیا ہے تو اس کا سدباب اور کایا پلٹ کی جاسکتی ہے اور وہ بدنصیب انسان دوبارہ جوانی کی مسرتوں سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے اگر مرض کا سبب تلاش کر لیا جائے کہ فلاں فلاں سبب ہے اس پر ذہنی دباؤ پڑا جس کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ اس کی صحت گرنی شروع ہوئی' اور بال سفید ہو گئے' دانت گر گئے یا نکلوانے پڑے آنکھیں دھنس گئیں۔ جھریاں بدن پر نمودار ہو گئیں' ہاتھ پیر تھرتھرانے لگے' دل و دماغ جگر' معدہ تمام اعضائے رئیسہ کمزور ہو گئے۔ سارا ڈھانچہ بستر پر لگ گیا۔۔۔ اب اگر ان کیفیات کا سبب

Marfat.com

معلوم کرلیا جائے تو ایسے ناگفتہ بہ پیچیدہ حالات میں مبتلا بوڑھے انسان کو ہم ''جبری ریٹائرڈ'' بوڑھا کہتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو وہ بوڑھا دوبارہ جوان بنایا جاسکتا ہے۔ آپ خود بھی عمل کر کے دیکھ لیجئے۔

غرضیکہ یہ تشویش' خوف اور امید کے درمیان کی حالت عین ایمان کی علامت ہے۔ بشرطیکہ مایوس کن اور فتنہ خیز نہ ہو۔ خود فخر موجودات سید اخلائق و البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ سورہ ہودؔ اور اس جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا بنادیا۔ یعنی قوم ہود اور قوم ثمود پر اللہ تعالیٰ کا جو عذاب ان کے کرتوتوں کی وجہ سے آیا اس کی شدت کا اور اپنی امت سے شفقت اور محبت کا خیال کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسقدر اثر پڑتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے چین ہو جاتے تھے (یہ ہوا سبب) لیکن (اس کا علاج بھی ملاحظہ فرمایئے) جب آپ نے اللہ رب العزت سے اپنی امت کے لیے دعائیں کیں تو اللہ پاک نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارشیں قبول فرمالیں اور جنت کی بشارتیں بھی مرحمت فرمائیں۔ دنیا میں جتنی تکلیفیں تمام نبیوں پر آئیں سب کے مجموعے کے برابر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی گئیں مگر سب کو برداشت کیا اور جم کر مقابلہ کیا اور کامیابی سے ہم کنار ہوئے اور ایک ایسی امت کو چھوڑ کر دنیا سے پردہ فرمایا کہ اس امت کا ایک فرد بھی جب تک اس دنیا میں باقی رہے گا قیامت نہ آئے گی۔

پھر ایک مرتبہ اس بات کو اپنے ذہن میں رکھئے کہ بڑھاپا عمر اور سال کی لمبائی زیادہ ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ جسم میں گھن' گھٹن اور گھن لگ جانے کا نام بڑھاپا ہے اور ذہنی گھٹن سے بہت جلد آدمی ضعیف اور بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ذہنی گھٹن دور ہو جائے تو جوانی کی امنگ پلٹا کر لائی جاسکتی ہے۔ پراگندہ جذبات کو نکال کر اس کی جگہ خوشگوار جذبات کی پیوند کاری کر دینے سے بڑھاپا پرلطف اور خوشگوار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

محتشم بحری فوج میں ایک اچھے عہدہ پر فائز رہ چکے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد کسی نجی ادارے میں منیجر ہو گئے۔ نہایت ہی سڈول ورزشی بدن، توانا اور تندرست، ساٹھ سال کی عمر میں بھی ایسا لگتا تھا جیسے چالیس سال کے جوان، بال سب کالے تھے، بہت ہی محنتی انسان، ان کی محبت شاقہ سے ان کے تمام ماتحت مرعوب رہتے اور کمپنی کے لوگ بہت شکر گذار۔ ان کا جوان لڑکا کناڈا چلا گیا اور وہیں شادی کر لی۔ لڑکیوں کی بھی شادی ہو گئی اور وہ اپنے اپنے گھر جا بسیں۔ محتشم کی بیوی کا تمام منصوبہ خاک میں مل گیا۔ رفتہ رفتہ اس پر سکتہ طاری ہو گیا مالیخولیا کی شکار ہو گئی۔ کچھ دنوں کرب و بے چینی میں گذار کر دنیا سے رخصت ہو گئی۔ محتشم کو تنہائی اور محرومی نے گھن کی طرح کھانا شروع کر دیا۔ شیطان کو موقع مل گیا۔ اس کا غم غلط کرنے کے لیے بری صحبت اور بری عادتوں میں مبتلا کر دیا ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ اب وہ ناکام اور نادار زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ پاک۔ جسے تو بنا کے بگاڑ دے۔ کہیں جا کے پھر وہ بسے گا کیا۔ جب ان کے لڑکے کو اپنے باپ کی اس حالت زار کی اطلاع ہوئی تو اس نے اس کو کچھ رقم بھیجی کہ اس کے پاس کناڈا آ جائیں لیکن محتشم کے اندر ابھی کچھ حیرت باقی تھی۔ اپنے کو سنبھالنا شروع کر دیا۔ بری صحبتوں کو ترک کرنے کی کوشش کی اور ایک ملازمت بھی اختیار کر لی۔ لیکن لڑکے کے بہت اصرار پر پھر وہ کناڈا چلے گئے کچھ دن تو خوب گذری لیکن کچھ حادثات کی وجہ سے اور کچھ ماحول کی ناموافقت کی وجہ سے طبیعتوں میں خاص کر "بہو" کی طبیعت اور رویہ سے مطابقت اور ہم آہنگی نہ ہو سکی۔ انہوں نے وہاں بھی ملازمت تلاش کر کے اپنی کمائی کھانے کی کوشش کی لیکن اجنبی ملک جہاں سن رسیدہ لوگوں کو کوئی نہیں پوچھتا، کامیابی نہ ہو سکی۔ اپنے لڑکے سے کہا کہ میں وطن واپس جاؤں گا۔۔ میں تمہارے پاس تمہارا باپ بن کر رہنا چاہتا ہوں، میں اپنے بیٹے کا بیٹا بن کر نہیں رہ سکتا اسی تشویش اور ذہنی کوفت میں محتشم اکثر و بیشتر بستر پر ہی اپنا وقت گذارنے لگا۔ طرح

Marfat.com

طرح کی بیماریوں اور کمزوریوں نے اسے گھیر لیا- اول فول بکنے لگا اور اس کی کمزوری دن بدن بڑھتی گئی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ یکبارگی اس پر بڑھاپا آ کر سوار ہو گیا اور اتنا بیمار پڑا کہ بچنے کے لالے پڑ گئے کئی ایک ڈاکٹروں نے ملکر اس کا معائنہ کیا اور فیصلہ دیا کہ بس چند دنوں کا مہمان ہے- اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے کو ہیں- دل کے قریب کی شریانیں سکڑ رہی ہیں اور کمزوری کی وجہ سے بیہوشی کے دورے پڑنے لگے- دوسرے دن اس کے ایک ہم وطن قاری صاحب ملنے آ گئے- وہ ان کے پرانے ساتھی تھے اور اپنی بیٹی داماد کی دعوت پر کناڈا آئے ہوئے تھے اور وطن واپس ہو رہے تھے قاری صاحب نے جو حالات محتشم کے سنے- فوراً اس کا بھی ٹکٹ لے کر اس کو خوشخبری سنائی- چند گھنٹوں میں محتشم کے پورے وجود میں خوشی اور طاقت کی لہر دوڑنے لگی- کسی کو یقین نہ تھا کہ وہ اتنا طویل سفر کر سکے گا' ڈاکٹروں نے خوب معاینہ کیا- اسٹروجن کے انجکشن لگائے اور ڈرپ لگائے- چند دنوں میں وہ بیٹھنے لگا اور آخر کار اس کی واپسی کا انتظام بھی ہو گیا- اس کو اسٹریچر پر لٹا کر جہاز پر لایا گیا تھا' پھر کرسی پر بٹھا دیا گیا اور اس طرح وہ وطن واپس آ گیا- یہاں پہنچ کر قاری صاحب نے محتشم کے پاس بیٹھ کر کاروبار کا ایک منصوبہ تیار کیا- اس کی آنکھوں میں امیدوں کی کرن دوڑ گئی- منصوبہ ناکارہ بحری جہاز توڑ کر فروخت کرنے کا تھا- چند ہفتوں میں محتشم کی امنگیں واپس آ گئیں اور وہ جوانوں کی طرح خود کھڑے ہو کر جہاز کو تڑوانے کا کاروبار کرنے لگا وہ پھر سے ایک کامیاب آدمی بن گیا اور سنتے ہیں کہ اس کے زندگی کے ایام محنت کرنے اور اللہ کی مخلوق کی خدمت میں گذرنے لگے- آخر کار اب اسکو صرف حساب کتاب چند گھنٹوں کے لئے دیکھنا پڑتا تھا اور باقی اوقات دین کی دعوت میں صرف کرتا تھا- محتشم کے علاوہ متعدد عورتوں اور مردوں کی زندگی میں جہاں کہیں بھی ایسی معذوری پیدا ہو جائے تو خوشگوار اور فعال جذبات کی پیوندکاری کے ذریعہ ان کے ضعیف اور بوڑھے ہونے میں کچھ تاخیر پیدا کی جا سکتی ہے

Marfat.com

بہر حال یہ بات تو اب آپ کے لیے بھی قابل قبول ہوگئی ہوگی کہ بڑھاپے میں قدرتی کمزوری اور انحطاط سے زیادہ جذباتی دباؤ اور ذہنی امراض کا اثر ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے عزیز محترم ڈاکٹر احسان الحق چوہدری اور ان کی اہلیہ نے بوڑھوں کا ایک ہسپتال قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے جسے آپ Geriatic Home کہہ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ اس کو خوب فروغ عطا فرمائے۔ میری تمنا ہے کہ اس قسم کے ہسپتال جگہ جگہ پر ہوں اور ایک ایسی برادری بوڑھوں کی بن سکے کہ اس بستی میں تمام کے تمام متعلقین بڑی عمر والے ہوں۔ انتظامیہ' کارکن' عملہ' امام' موذن ڈاکٹر' نرس' مالی' مزدور' دفتری' انجینئر' بجلی' پانی صفائی' کھانا پینا۔ باورچی خانہ کا انتظام سب کا سب معمر اور تجربہ کاروں کے ہاتھ میں ہو اور ان کے متعلقین مہمانوں کی طرح ان کے پاس آ کر ٹھہرا کریں۔ اور یہ اپنے نوجوانوں کے لیے بطور مشیر' رہبر' کنسلٹنٹ ان کی رہبری کرتے رہا کریں۔ اس ادارے کا ایک ایک فرد نماز' روزہ' ذکر' تلاوت' عبادت و ریاضت میں لگا رہے اور دنیوی کام اور ذمہ داریوں کو بھی تن دہی سے انجام دیتا رہے۔ یہ فارغ انسان قید تنہائی کی بجائے اللہ سے لو لگا کر اللہ کی مخلوق کو اللہ سے ملانے میں بڑی مدد دے سکتے ہیں۔ یہ کام بہت پیارا ہے' ذہنی دباؤ' نفسیاتی بیماریوں سے مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔

دنیا میں جتنے جاندار بستے ہیں خواہ وہ چرند' پرند' درند' حیوان یا انسان ہوں سب کے لیے فطرت نے یہ کلیہ بنایا ہے کہ جب بچے بالغ ہو جائیں تو ان کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دیا جائے۔ انسان کی اولاد جب بالغ ہو جائے ان کو خود اعتمادی اور خدا اعتمادی سے مکمل طور پر مزین کر کے ان کا نکاح کر کے ان کا گھر آباد کر دیا جائے۔ اس کے بعد ان کے گھریلو معاملات میں جا بیجا مداخلت' ساس بہو' نند بھاوج'' دیورانی جٹھانی'' کے درمیان جھگڑے بدکلامی' الزام تراشی' ہزار ہا مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ قطع رحمی کی نوبت آ جاتی ہے

Marfat.com

ازدواجی زندگی جہنم بن جاتی ہے اور اگر بات بڑھتے بڑھتے سمدھیانوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر طلاق کے بعد بھی چین نہیں مل سکتا اور یہ دنیا میں ہی بہت بڑا عذاب الیم ہے اسی سے ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور سارا معاشرہ عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایمان سلامت رکھنا اور ایمان پر خاتمہ مشکل ہو جاتا ہے۔ پختہ کاری باشرع انسان تو بچپن ہی سے اپنے بچوں سے بے جا مداخلت سے گریز کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اور اعمال میں خدا کے اعمال کی عظمت بٹھا دیتے ہیں۔ پس ایسے تربیت یافتہ بچے جب خود بڑھاپے کو پہنچتے ہیں تو اپنی اولاد کا بھی جا و بیجا سہارا لینا پسند کرتے ہیں اور لمبی لمبی توقعات ان سے وابستہ نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ توقعات ہی سے مایوسی جنم لیتی ہے Expectation begets disappointment وہ سوا خدا کے کسی سے بھی توقعات نہیں رکھتے کیونکہ خدا کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتا۔ مایوسی کفر ہے۔ بڑھاپے کی تمام نفسیاتی بیماریوں سے ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کی اولاد ماں باپ کی خدمت کرنے والی بھی خوب ہوتی ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ جو اولاد اپنے ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرتی ہے اور ان کے بڑھاپے میں ہر طرح کی نگہداشت اور دلجوئی کرتی ہے، وہ اس دنیا میں بھی خوشحال، ان کی نسلیں خوشحال ہوتی ہیں اور آخرت میں بھی فائز المرام ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ، اور جو اولاد ایسا نہیں کرتی اس دنیا میں بھی ذلیل وخوار اور پریشان حال رہتی ہے اور آخرت میں اللہ ہی جانے کیا حال ہو۔ آجکل کے معاشرے نے اسلامی قدروں کو ترک کر کے جو عذاب کو دعوت دے رکھی ہے بڑا ہی پریشان کن اور تباہ کن مسئلہ ہے۔ اب سے چند سال قبل ماں باپ جب بوڑھے ہو جاتے تھے تو ان کی اولاد اس کو نعمت عظمیٰ سمجھتی تھی اور ہر شخص اس بات کی تمنا کرتا تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک کا مصداق بن جائے کہ ''جن کے ماں باپ ضعیفی کو پہنچیں اور وہ ان کی خدمت کر کے نجات نہ حاصل کرے وہ ہلاک ہو جائے۔''

69892

Marfat.com

آج معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے۔ آج نوجوانوں کے لیے ماں باپ کا بوڑھا ہونا ان کی عیش و عشرت کی زندگی میں خلل عظیم سمجھا جانے لگا ہے۔ وہ اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ ان کی جائیداد اور مال پر قبضہ کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں اور ان کے جلد مرنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ آج اس طرز کے گھناؤنے معاشرہ کا بوڑھا انسان طرح طرح کے عدم تحفظ کا شکار ہو رہا ہے۔

۲۔ برکت میں کمی

آج انسانوں کی نیت ہی خراب ہو گئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی کمائی میں سے برکت ہی نکال لی ہے۔ پہلے ایک کماتا تھا سب کا پورا ہو جاتا تھا۔ اب سب مل کر کماتے ہیں ایک کا بھی پورا نہیں ہوتا۔ ساٹھ سال کا بوڑھا کہاں کہاں مارا پھرے۔ یہ دور سرعت اور مہارت کا دور ہے۔ بوڑھے انسان میں اتنی سرعت اور تیز رفتاری کہاں؟ ہاں مہارت بیشک ہوتی ہے لیکن سرمایہ دار کاروباری لوگ اور حکومت سب ہی نوجوانوں کو ترجیح دیتے ہیں اور بوڑھوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ بوڑھے کی زندگی دھوبی کے کتے کی طرح ہو کر رہ جاتی ہے۔ ''نہ گھر کا نہ گھاٹ کا'' گھر والے کہتے ہیں ''بڑے میاں! جاؤ باہر نکلو کچھ کام کرو۔ وہ بیچارہ باہر جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں بڑے میاں! اب آپ کی عمر کمانے کی نہیں ہے جائیے گھر بیٹھئے۔ اس دنیا میں اب جوان کو زندہ رہنے کا موقع دیجئے۔ یہاں نوجوان ہی کو بے روزگاری کا سامنا ہے آپ جیسے بوڑھوں کو کون پوچھے گا۔ اگر بوڑھے باپ کی دو تین لڑکیاں اپنے کو لیکر سسرال سے دو چار دن کے لیے بھی اپنے باپ کے گھر آ جائیں تو کیا کھلائیں کیا خاطر کریں ایک دن روکنا گوارا نہیں ہے۔ یہ حالات بے برکتی کے کرشمے نہیں تو اور کیا ہیں؟ اب تو نیت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی عادتیں اتنی خراب ہو گئی ہیں کہ قناعت اور صبر کو بھی اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا ہے جسکی وجہ سے ہر شخص نفسیاتی بیمار ہے۔ پہلے جب کوئی ریٹائر ہوتا تھا تو سب سے

Marfat.com

پہلے داڑھی رکھتا (اگر پہلے سے نہ ہوتی تھی) اور تسبیح اور مصلے سنبھال لیتا تھا اور عبادت میں مشغول ہو جاتا تھا' مسجدوں کی منڈیروں پر بیٹھے صبح کو اور رات گئے تک نماز' اللہ کا ذکر' فکر' تلاوت ہوتی اور ساتھ ہی ساتھ معاشرے کے تمام مسائل وہیں سب بوڑھے مل جل کر حل کر لیا کرتے تھے- گویا کہ علاقائی کونسل یا مجلس شوریٰ قائم تھی- اکثر بوڑھے دیہاتوں میں منتقل ہو جایا کرتے تھے جہاں چند جوڑے کپڑے' موٹا جھوٹا مگر خالص تر وتازہ کھانا اور تمام برادری اور علاقے کی سربراہی اور مشورہ دینا اور لینا آسانی سے میسر تھا' جن کی زندگی خوشی اور طمانیت فراہم کرتی تھی اور مرتے وقت بھی تشویش اور انتشار سے پاک ہوتی تھی- ایمان پر خاتمہ آسان ہوتا تھا- اب قناعت کے فقدان' بے صبری اور شہر کی پر تکلف اور مصنوعی زندگی نے بوڑھوں کو خاص طور پر مصیبتوں کا آماجگاہ بنا دیا ہے- آج رونا تو اس بات کا ہے کہ یہ نوجوان نسل اپنے بزرگوں اور بوڑھوں کے مسائل کو سمجھنے اور حل کرنے کی بجائے' خود بوڑھوں ہی کو اپنی زندگی کا مسئلہ سمجھ بیٹھے ہیں- مغربی اور عہد حاضر کی طرز زندگی کی تباہ کاریاں اب مکمل طور پر مشرقی معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں- مشرقی نوجوان قرآن پاک کی بلند و بالا تعلیم کو یکسر بھلا بیٹھا ہے- جس نے ان کو یہ دعا بھی سکھائی ہے **رب ارحمھما کما ربینی صغیراً** (اے اللہ ہمارے بوڑھے ماں باپ پر ایسا رحم فرمایئے جیسا انہوں نے اس وقت ہم پر کیا تھا جب کہ ہم چھوٹے بچے تھے) یہ احسان فراموش بدباطن نوجوان اس کا اعتراف بھی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ جب یہی لوگ بالکل شیر خوار تھے یا بچے تھے تو ان کو کتنی مصیبتوں اور آزمائشوں سے پالا پوسا گیا تھا- ساری ساری رات' اور تمام تمام دن اپنی راحت کو پس پشت ڈال کر ان کی دیکھ بھال اور پرورش کی گئی تھی اور ان کی پوری خدمت کی گئی تھی' آج وہی جوان ہو کر اپنے بوڑھے ماں باپ کو کیا صلہ دے رہے ہیں- ایسی بدسلوکی کرتے ہیں کہ اکثر تو یہ بوڑھے دل کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بیشتر تو ایسے ِسن

سیدہ بوڑھے اپنا دماغی توازن ہی کھو بیٹھتے ہیں--- بہرحال یہ صرف بچوں کی ذہنیت نہیں لہ آج کل سبھی کا یہ نظریہ بن گیا ہے کہ اس ترقی یافتہ اور انسانی عروج کے دور میں نوجوانوں کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ یہ بوڑھے کھوسٹ ہیں جن کی وجہ سے ان کی پرواز تیز فتاری اور عجلت پسندی کو بڑا دھچکا لگ رہا ہے یہ بوڑھے جب سڑکوں پر چلتے ہیں تو سست ں وغیرہ چڑھتے ہیں تو سست' کھانے پینے میں سست' تندرست ہونے میں سست ہر حرکت ں سست- بھلا نوجوانوں میں ان کا کیسے گذر ہوسکتا ہے- ارے یہ کم بخت تو مرنے میں بھی ستی ہی کرتے ہیں- لہذا آج کی نوجوان نسلوں کے لیے یہ بوڑھوں کا طبقہ ایک وبال جان ن گیا ہے- اپنی جوش جوانی میں اور سرمستی شباب میں افسوس ہے کہ یہ اتنی سی بات پر بھی غور ہیں کر سکتے کہ ایک دن ان کو بھی تو یہی دن اور یہی وقت دیکھنا ہوگا- اور ان کی اولاد بھی ہوگی ان سے زیادہ اس سے بھی--- بدتر سلوک ان سے کریں گے بہرحال اس کشمکش کا نجام کار تو یہی ہو رہا ہے کہ نوجوان بھی دماغی مریض اور بوڑھا تو ہو ہی گیا ہے- ذہنی دباؤ اور مالیخولیا کا مریض اور بھائی نوجوان ڈاکٹر بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی تو ڈاکٹر ہی ہوتے ہیں- بس ڈاکٹر بھی مریض اور مریض بھی مریض کا مریض- اب اگر پاگل خانہ میں ایک پاگل دوسرے پاگل کو پاگل کہتا رہے تو پاگل پنے کا علاج پاگلوں سے تو نہیں ہوسکتا- عقل کی بات کون کس سے کرے اور کس کو کون سمجھائے؟

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ بیچارے بوڑھوں کو آپ کی اس بدسلوکی کا احساس نہیں ہوتا ہوگا' یا ان کی صحت اور قوت پر اس کا ناقابل بیان اثر نہیں پڑتا ہوگا- یہ ہے اصل میں ہمارے موجودہ معاشرہ کا ناسور جو ہمارے بوڑھوں کو ذہنی مریض بناتا ہے اور انجام کار حالت کس مپرسی میں موت کے گھاٹ اتارتا ہے- ایسی حالت میں اس کا سماجی حل اور مجرب علاج اس میں نمایاں ہے کہ یا تو اولاد اپنے مورث اسلاف کے پرانے طرز پر چلتے ہوئے ان کی پوری

Marfat.com

دیکھ بھال اور خدمت کرنے کی ذمہ داری کو اپنی سعادت اور انسانی شرافت وفضیلت کا ثبوت دیں یا پھر پورا معاشرہ مل کر اپنے تمام بوڑھوں کی ایک الگ سماجی وفلاحی بستی آباد کر دیں جن کو اپنی سوسائٹی سے باہر کرنے کے درپے ہو رہے ہیں۔مگر مغربی معاشرہ کا یہ تجربہ بہر حال ناکام ہو چکا ہے۔''آزمودہ را آزمودن جہل است''۔

بوڑھوں کیلیے غدر تخلیہ Pituary سے پیدا شدہ ہاموں (اندرونی رطوبات) کئی ا الجھنیں اور دباؤ پیدا کر دیتے ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ ضعیفی کی وجہ سے خرابی صحت کا وقت وغدغہ لگا رہتا ہے کہ نہیں معلوم کس وقت میری طبیعت بگڑ جائے اور میں بالکل معذور اپاہج بن کر دوسروں کا محتاج اور بے بس بن جاؤں۔اس قسم کے خطرات تو کسی عمر کے جوان کو بھی ہو سکتے ہیں،پھر بوڑھوں کے لیے تو ایک بہت بڑی ہمت اور حوصلہ درکار ہوتا ہے اور ان کو یہ یقین دلانے کے لیے کہ آپ خوش رہنے کی کوشش کیجئے اور اس قسم کے خوف وخطر کو پاس بھی نہ آنے دیجئے۔پختہ کردار اور خشیت الہیٰ کی ضرورت ہوتی ہے اب اگر ان کو نفس کے ہلکے سے مجاہدے کی عادت ڈلوادی جائے اور عبادت کی لذت فراہم کر دی جائے اور پیرانہ سالی کے تجربات اور خدمت خلق کا جذبہ ان کے اندر موجزن کرا دیا جائے تو ان کی تمام تکلیفیں اور مسائل خود بخود انشاءاللہ حل ہو سکتے ہیں۔

موت کی دہشت

بوڑھوں میں قدرتی طور پر ہر وقت موت کا خوف غالب رہتا ہے۔جوانوں میں جب تک جوش وخروش باقی رہتا ہے وہ تو یہی سمجھتے ہیں کہ موت تو ان کو کبھی آئے ہی گی نہیں۔لیکن بوڑھے تو بس یہی سمجھتے ہیں کہ موت تو ان کے ہر وقت سرہانے کھڑی ہے۔نظر حقیقت سے اگر دیکھا جائے تو موت واقعی ایسی ہی نعمت ہے جو اسے ہر وقت یاد رکھتا ہے اس سے ہزاروں برائیاں دور ہوتی رہتی ہیں،معلوم نہیں کتنے گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور جو موت کو محبوب رکھتا

Marfat.com

ہے اس کو نفسیاتی بیماری بھی لاحق نہیں ہو سکتی - مگر شاید ہی کوئی ایسا ہو جو واقعی مرنا پسند کرتا ہو - ز دو قسم کے - ایک وہ جو دیدار الٰہی کے مشتاق اور اللہ تعالیٰ کے وصل کے امیدوار ہوتے ہیں ن کے متعلق علامہ اقبالؒ نے کہا ہے -

تجھے کیا بتائیں اے ہم نشیں مجھے موت میں وہ مزا ملا
نہ ملا مسیحؑ و خضرؑ کو وہ نشاط عمر دراز میں

یا پھر انہوں نے سلطان ٹیپو کے مزار پر جا کر موت کی حقیقت کو کھولا ہے -

مرگ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست
ترک عالم اختیار کوئے دوست

اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنی جستہ حال زندگی سے اپنی نفسیاتی بیماری و اس حد تک بڑھا لیا ہے اور اتنے بیزار ہو چکے ہیں کہ خودکشی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں - د کشی تو حرام ہے - زندگی چونکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک امانت ہے اور اسی کی ملکیت ہے ذا اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں دست درازی کرنے والا - جیسے دوسروں کو ناحق قتل کرنے والا اتل کہلاتا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اسی طرح اپنی زندگی کو خود ختم کرنے والا بھی تو قاتل دا - اللہ ہی جانے اس کا ٹھکانا کہاں ہوتا ہوگا - سنا ہے کہ ان کی روح مرنے کے بعد بھی کتی رہتی ہے اور مرنے کے بعد بھی اسے اپنی نفسیاتی بیماری سے چھٹکارا نہیں ملتا - اب اگر دوسرے قسم کے لوگ جو نفسیاتی بیماری میں تمام زندگی مبتلا رہے ہیں اگر وہ سب بھی اللہ کی رف اپنے کو رجوع کر لیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نسخہ سے علاج ر لیں تو انشاء اللہ ان کا بھی بیڑا پار ہو جائے گا اور صحت بحال ہو جائے گی - ارے بھائی! وت سے کیا دہشت اور خوف اس سے تو کسی کو انکار نہیں -

Marfat.com

موت آئی تو ٹل نہیں سکتی
اور آتی نہیں تو پھر کیا ہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

بڑھاپے کی تمام کلفتوں' مالی مشکلات' معاشی تنگی' مشاغل سے محرومی' اولاد کی بے رخی صحت کی خرابی' موت کا خوف اور قید تنہائی اور معذوری سب سے نجات حاصل کرنے او آسودہ زندگی گذارنے کا ایک نہایت ہی سہل اور کامیاب ترین نسخہ یہ بھی ہے کہ اللہ کے راستے میں نکل کر اللہ کی مخلوق کو اللہ سے ملانے اور ہدایت کے لیے محنت کرتے کرتے اس دنیا سے کوچ کرنا۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اور آخرت میں بھی کامیابی کا ضامن ہے ایسے خوش قسمت انسان کو نہ عالم پیری ستا سکتا ہے' نہ اس کے انحطاط پذیر عوامل جن کا تذکرہ مندرجہ بالا سطور میں آپ نے مطالعہ فرمایا۔ دکھی انسان کے دکھوں کو ہمدردی اور محبت سے سننا اور ان کو یاس و ناامیدی سے نکال کر اللہ پر یقین اور اس کے احکامات پر عمل کرنے میں ان کی نصرت کرنا' خود عمل کرتے ہوئے دوسروں کو عمل کی ترغیب دیتے رہنا بہت اہم مشغلہ ہے۔ جس میں بیکاری کا نام نہیں اور ہر طرح کی خیر اور فائدہ ہی فائدہ اور کامیابی ہی کامیابی ہے۔ ہر عمل میں ہر ہر حرکت میں اللہ کی موجودگی اور محبت کا استحضار۔ یاد اللہ کی دم بدم۔ بھر دے مولیٰ میرا دم' جو دم غافل وہ دم کافر۔ دست بکار دل بیار۔۔ ایک سانس کا پنچھی بولے۔ دل سینے میں ڈولے تہمت کیوں اپنے سر لے۔ نیکیوں سے جھولی بھر لے۔ ایک سانس کا پنچھی بولے۔ ماں باپ میاں بیوی کا۔۔ نہ بھائی بہن' بیٹا بیٹی کا۔۔ کوئی بھی نہیں ہے کسی کا۔۔ یہ جھگڑا ہے جیتے جی کا کچھ کام نیکی کا کر لے۔

بہت سے (بوڑھے) لوگ ایسے بھی ہیں جو اس ہدایت اور روشنی سے بھی محروم رہ جا

Marfat.com

یں- شیطان ان کے اعمال کو بہت مزین کر کے دکھاتا ہے اور وہ مغربی طرز زندگی کو ہی اعث سکون سمجھتے رہتے ہیں- نزع کا عالم آ رہا ہے اور وہ غیر محرم کے ہاتھ میں دم توڑ رہا ہے کہ شاید اسی سے اسے سکون ملے کوئی جمع مالاً وعدہ (الھمزۃ - ۲) جس نے سمیٹا مال ور گن گن کر رکھا) مال کو جمع کرنے کی فکر میں ہے اور جو موجود ہے اس کو گن گن کر وقت گذار رہا ہے کوئی جائداد اور فیکٹری کی تقسیم میں لگا ہوا ہے- کوئی دنیا والوں کی فریب کاری کا رونا رو رہا ہے' کوئی رشتہ داروں کی سرد مہری کا گلہ کرتا ہے اور کوئی رشتہ توڑ رہا ہے- دنیا سے جانے کا وقت ہے مگر دنیا کے تقاضوں کو پورا کرنے سے فرصت نہیں-

فکر دنیا سے ان بوڑھوں کو فراغت ہی نہیں
پھر کہیں سے ان الیٰ ربک فارغب کیونکر

اس قماش کے بوڑھے اسی بات کا رونا روتے روتے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں کہ کیسے کیسے کارہائے نمایاں انہوں نے اپنی زندگی میں انجام دیئے- فیکٹریاں قائم کیں' بڑے بڑے فارم اور باغات سجائے- کوٹھیاں اور محلات کھڑے کیے- بینک کی ساہو کاری کی مزدور طبقہ نے یونین بنائی' ہڑتالیں کیں' نعرے لگائے' گھیراؤ کیے' کاخ امراء کے در و دیوار گرا دیئے-- اپنی گاڑھے پسینہ کی کمائی' شادی بیاہ' ناچ رنگ سنیما' شراب جوئے' مقدمہ بازی میں ٹھکانے لگا دی- غرضکہ ہر طبقہ کے انسانوں نے جواب بوڑھے ہو گئے ہیں' کیسی کیسی مصیبتیں جھیلیں جیل کاٹی اور کوئی ستر سال کوئی اسی' کوئی نوے تک دنیا کے اسی طرح مصائب اور آلام سہتا رہا لیکن دنیا والوں نے اور ان کے معاشرے نے ایک حرف اعتراف خدمت کا اور ایک لفظ تشکر کا اپنے چھوٹے منہ سے نہ نکالا اور ان کے تمام عیش کے سامان پر قبضہ کر کے ان کو قید تنہائی میں ڈال دیا ہے- اس سے تو بہتر دیہات کی زندگی تھی جبکہ زراعت پر انحصار تھا کہ کچھ نہ کچھ روکھی سوکھی کھانے کو مل جاتی تھی- موٹا جھوٹا پہن لیتے تھے- سر

Marfat.com

چھپانے کے لیے گارا مٹی کا گھر اور گھاس پھوس کی چھت ڈال لیتے تھے۔لیکن جب سے شہری زندگی کے طمطراق، ذق ذق، بک بک گہما گہمی اور جاذبیت اور کشش شروع ہوئی ان انسانوں کے اندر سے ہمدردیاں، دوستیاں اور حق ہمسائیگی نے دم توڑ دیا ہے۔خودغرضیوں کا دور دو ہوگیا۔زمانہ جاہلیت کی طرح چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں گروپوں، پارٹیوں، برادریوں اور علاقائی تعصب میں بٹ گئے جو ہر وقت ایک دوسرے سے جوتم پیزار اور قتل و غارت گری اور آبروریزی میں مصروف ہوگئے۔حالانکہ شہری اور صنعتی آبادی میں تو امداد باہمی اور محبت خلوص کا زیادہ مظاہرہ ہونا چاہئے تھا۔اب ان حالات میں بوڑھوں کی جو درگت بن رہی ہے وہ بھی انہیں بوڑھوں کی ناعاقبت اندیشی اور غیر اسلامی طرز زندگی کی کورانہ تقلید کا نتیجہ ہے بیچارے ضعیف وناتواں انسان کھائیں یا مکان کا کرایہ ادا کریں؟ دوا علاج بھی ان کی مرضی کرنے کا کوئی روادار نہیں۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اگر دل پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دل سے اللہ کے بنائے ہوئے مینارہ ہدایت کی روشنی میں دیکھیں تو بلا خوف تردید آپ خود پکار اٹھیں گے کہ ''تف'' ہے ہماری اس وجودہ ترقی اور وسعت خیالی پر کہ عمر کے جس حصہ کو نہایت تابناک اور خوشگوار ہونا چاہئے تھا، یعنی یہ عالم پیری اور بڑھاپا وہی اس تہذیب نو کے ہاتھوں سب سے زیادہ تاریک اور گھناؤنی شکل اختیار کر گیا ہے۔شاید علامہ اقبال نے اسی لیے کہا ہے۔

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا!

جنوں کا نام خرد ہوگیا' خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کی تہذیب فتنہ ساز کرے

بہرحال جیسے جیسے انسان بوڑھا ہوتا جاتا ہے لوگوں میں بے چینیاں بڑھتی جا رہی ہیں ...نو جوان بیزار اور بداطوار ہوتے جا رہے ہیں- یہ ہے اس عہد کا خاصہ- اب سے کوئی ...لیس پچاس سال قبل انسانوں کی آبادی میں ذہنی مریضوں کی اور ان میں سے بوڑھے ذہنی ...یضوں کی اتنی تعداد نہیں تھی جتنی کہ اب ہوگئی ہے- گذشتہ نصب صدی سے پہلے پاگل ...نوں میں دماغی فتور کے مریضوں کی تعداد میں بہت زیادہ نوجوان اور ادھیڑ عمر کے مرد اور ...رتیں ہوا کرتی تھیں- بوڑھے پاگل خانوں سے باہر ہی رہتے تھے- حکومتوں کا نظم و نسق بھی ...ڑھے چلاتے تھے- یونانی تہذیب میں افلاطون کو منطق اور اصول تھا کہ ساٹھ سال سے کم ...ر کے لوگوں کو کلیدی عہدہ اور عنان حکومت نہیں سپرد کرنی چاہئے- جتنا آدمی عمر رسیدہ ہوگا ...نا ہی تجربہ کار اور کامیاب انسان اور حکمران ہوگا- یہی تہذیب اہل ہند آریہ اور تمام دیگر ...مدنوں میں پھیلی ہوئی تھی- آج کی تہذیب میں ایسے بوڑھوں کو ناکارہ قرار دیدیا گیا ہے- ...ی وجہ سے نتیجہ بھی ظاہر ہے- جہاں دیکھئے تختہ الٹا جا رہا ہے-

بہرحال آج اب یہ عالم ہوگیا ہے کہ ہر دس آدمیوں پر چار اشخاص ضرور ایسے ہوتے ...یں جن کی عمر پینسٹھ سال سے اوپر ہوتی ہے اور وہ پاگل خانہ کی دیواروں سے سر ٹکرا رہے ہیں' ...سبب؟ سبب نہایت صاف اور غیر مبہم الفاظ میں یہ ہے کہ جس کس مپرسی کی حالات میں ...ہمارے بوڑھوں کو بے اعتنائی کا شکار بنایا جا رہا ہے اور ان سے بدسلوکی کی جا رہی ہے وہ ان ...کی دماغ کو پاش پاش کرنے کو کافی ہے- ویسے تو ہمیشہ سے ہم اور آپ سنتے چلے آئے ہیں ...کہ جہاں کوئی انسان ساٹھ سال کی عمر کو پہنچا' سب ہی اس کو کہنے لگتے تھے کہ بڑے میاں سٹھیا ...گئے ہیں باوجود اس گستاخانہ مگر حقیقت پر مبنی خطاب کے ان کی اولاد اور تمام متعلقین ان کی

بے لوث محبت اور خدمت سے گریز۔۔نہیں کرتے تھے اور سعادت مندی اور فرمانبرداری
پورا پورا عملی ثبوت دیتے تھے۔اب تو اپنے بوڑھے ماں باپ کو "کھوسٹ" کا خطاب دیا جا
ہے۔اگر مالدار ہے تو ان کی اولاد کہتی ہے نہ معلوم بڑے میاں کب تک اپنی گٹھری سنبھا
رہیں گے۔ ہمارا حق کب تک دبائے بیٹھے رہیں گے اور اگر غریب ہے تو اس کو خیرات خا
سڑکوں کے فٹ پاتھ پر بھیک مانگنے کے لیے ڈال دیا جاتا ہے۔ جوانی کا جوش کہیے یا تہذ
جدید کی اتارکی۔ایک لمحہ کے لیے یہ جوان یہ نہیں سوچتے کہ جب اس دور میں ہمارے م
باپ اور بزرگ اس تیزی سے کچھ وقت سے پہلے ہی جلدی جلدی بوڑھے اور معذور ہو
چلے جارہے ہیں تو اس رفتار سے چند برسوں کے بعد ان کو بھی تو یہی دن دیکھنا پڑے گا۔ا
تعالی ان سب کو سمجھ اور ہدایت کی روشنی عطا فرمائے۔ابھی وقت ہے۔ان بوڑھوں کی خاطر
نہی خود اپنی جان کی خاطر کچھ اس طرح زندگی کو سنوار لیجئے۔حقائق کو سامنے رکھیے۔کور
تقلید اور گندے خیالات سے توبہ کر کے اللہ کی بندگی اور حمیدہ جذبات کی آبیاری کر لیجئے
اللہ تعالی کو خالق، رازق اور کارساز بنا کر پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ، قناعت، ہمدرد
خدمت، خلق، حقوق العباد، خدمت ضعفاء ایثار، خوش خلقی اپنا شعار اور مقصد بنا لیجئے۔۔ یہ ک
حاصل ہو۔اس کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔محنت کا جذبہ آپ کو محنت کرنے والوں
ساتھ کچھ وقت گذارنے اور ان کی صحبت اور معیت میں رہنے سے انشاءاللہ حاصل ہو جا
گا۔اللہ تعالی کی رضا اس میں ہے۔آپ ہماری بات مان کر کے تو دیکھئے آپ کا بڑھاپا جو
سے بھی زیادہ پرکشش اور خوشگوار گذرے گا اور ایسے آسانی سے گذر جائے گا جیسے کوئی
زدن میں پل صراط سے پار اتر جائے اس کی صعوبتیں شاید معلوم ومحسوس ہی نہ ہوسکیں۔

فسهل يا الهی كل صعب بحرمته سيد الابرار سهل –

آپ اس فارمولے پر عمل کر کے تو دیکھئے۔جو تم مسکراؤ۔۔۔تو سب مسکرائیں۔

Marfat.com

ایک درخواست اپنے سن رسیدہ بزرگوں کی خدمت میں یہ بھی پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں آپ ہی کی عمر کے کسی بزرگ نے کہا ہے۔

جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے
بھڑکتا ہے چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے

خدا کے لیے اتنی بڑی عمر پا کر دنیا کا تمام تجربہ حاصل کر لینے کے بعد اس بڑھاپے میں بھی بچکانہ جذبات اور ذہنیت کا مظاہرہ کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھئے۔ پیر نابالغ نہ بنئے۔ پختہ کاری اور بالغ النظری اس عمر کا طرہ امتیاز ہے اس کو ذلیل وخوار نہ کیجئے۔۔ کسی کے مال سے کسی کی آبرو سے کسی کی سادہ لوحی سے کسی کی جان سے کسی کی جوانی سے نہ کھیلئے بڑھاپے میں یہ کھیل آپ کو زیب نہیں دیتا۔ خدا تو چٹے سفید بال والوں پر ترس کھاتا ہے۔ آپ اپنے اوپر کیوں نہیں ترس کھاتے۔ آپ اپنے دل کی سیاہی کو دور کرنے میں کیوں پس و پیش کرتے ہیں نفس کو حیلہ نہ بنائیے۔ وقت کی آواز کو سن لیجئے۔ توبہ اور ندامت اور جس بات سے توبہ کی جا رہی ہے نہ کرنے کا عزم۔۔ یہی واحد حل ہے۔ آپ سے کم عمر والے تمام بچے اور بچیاں آپ سے قرب اس لیے چاہتے کہ آپ ان کے جسم کو ان کے دل و دماغ کو گندہ پراگندہ کریں۔ بلکہ وہ آپ سے مقدس شفقت کریمانہ برتاؤ ایثار اور قربانی ضبط و شکیبائی محبت و خلوص خانہ داری اور خانہ آبادی ہمت اور العزمی کارکردگی اور کامیابی خدا ترسی اور خدا شناسی خدا کی بندگی غنا توکل قناعت حلم صبر آپ کی سخاوت بہادری شجاعت اور وہ تمام اوصاف جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا نمونہ ہوں۔ سب کچھ اپنے پس ماندہ بچوں اور بچیوں کو مرحمت فرما دیجئے۔ اگر آپ کو یہ اوصاف ابھی تک نہیں حاصل ہو سکے ہیں اور آپ ابھی تک محروم ہی رہے ہیں تو مندرجہ بالا طریق کار پر عمل کر کے اب اپنا لیجئے! کیا مشکل ہے۔

Marfat.com

میری درخواست ان جوانوں سے بھی یہی ہے جو عنقریب یا دیر سے ان بوڑھوں کی لائن میں لگنے والے ہیں۔ آپ سب ابھی سے اپنے آپ کو ان اوصاف کا حامل بنا لیجئے۔ اور آپ کے پیچھے آنے والی نسلوں کی دعائیں لیجئے۔ یہ جو کچھ آپ اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقعہ دے رکھا ہے، کرلیں گے تو اپنی نسل کے لیے جو کچھ نفع ہوگا وہ تو ہوگا ہی۔ لیکن آپ کی ذات کے لیے بہت فائدہ مند ہوگا۔

اے میرے پیارے نوجوانو! اگر آپ کے بڑھاپے کا چین سکھ اور اپنے خورد و خویش کی سعادتمندی، فرمانبرداری، خدمت اور خوش گذاری اور راحت کے آخری ایام بسر کرنا ہے تو آپ یہ چند باتیں ابھی سے اپنے لیے تیار کر چھوڑیں۔

آنیوالے وقت کی تیاری

گذشتہ صفحات میں آپ نے بوڑھوں کے حالات زار کا اندازہ کرلیا ہوگا۔ بچپن کی عادت بچپن سے آگے تک چلی جاتی ہے۔ جوانی کی عمر ۱۳، ۱۴ سال لڑکوں میں ۱۲، ۱۱ سال لڑکیوں میں شروع ہو سکتی ہے۔ اس کچی عمر میں جو خصلتیں اور عادیں پڑ جاتی ہیں۔ بڑھاپے تک کارفرما رہتی ہیں۔ بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر مظاہرہ کرتی ہیں۔ جمالیاتی حس رکھنے والے بوڑھے جب کم سن جوانوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ''یہ غنچے جو کھلیں گے تو گلستان ہوں گے۔'' اسی طرح جب سن رسیدہ کو دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں ''کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی۔'' خلاصہ یہ کہ جوانی کی باغ و بہار، مہک و دمک، نکہت و نزہت، اور رنگینی و پھبن بڑھاپے تک قائم رہتی ہے اور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب اگر وہی غنچہ حنظل اور دھتورے کے پودے کا ہے تو بڑھاپے میں جب یہ درخت بن کر موسم خوردہ پژمردہ ہو جائے گا تب بھی اس کی یہی خاصیت، کڑواہٹ حنظل اور دھتورے ہی کی رہے گی۔ امید ہے کہ بات واضح ہوگئی ہوگی۔ اس کا اطلاق حسن صورت اور حسن سیرت دونوں پر ہوتا ہے۔۔ جوانی

Marfat.com

ں اگر اچھے جذبات کی آبیاری کر لی گئی تو بڑھاپے میں بھی صحتمند اور اچھے جذبات کارفرما ہیں گے اور زندگی چین سے گذرے گی۔ جو جوان قدرت کی بہترین عطا یعنی اپنی جوانی کا ہر کھو بیٹھتا ہے وہ ساری زندگی رو رو کر غیر اطمینانی حالت میں گذارتا ہے صورت اور سیرت نوں نسبت سے اس سے اب بڑھاپے میں ہنسنے اور ہنسانے کی توقع کیسے کر سکتے ہیں اب تو ں کو رونا بھی نہیں آتا --- جیسے سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔

جب ہنسنے ہنسانے کے دن تھے ہم آٹھ پہر تب روتے تھے
اب وقت جو آیا رونے کا آنسو کا بہانا بھول گئے!

ہاں کبھی کبھی جب دورہ پڑتا ہے تو واویلا مچاتا ہے' بغاوت پر اتر آتا ہے اور دوسرے انوں کو دیکھ کر جب اپنی حالت پر غور کرتا ہے تو حسد سے جلا جاتا ہے۔

پھیکی پھیکی سی جوانی' مردہ مردہ سا شباب
صحن بستان چمن میں جیسے پژمردہ گلاب

اور پھر غصہ میں آ کر دیوانہ وار چیختا ہے اور مایوسی کے عالم میں کچھ یوں بکنے لگتا ہے۔

جی میں آتا ہے کہ سب چاند تارے نوچ لوں
اس کنارے نوچ لوں' اس کنارے نوچ لوں
ایک دو کا ذکر کیا سارے کے سارے نوچ لوں

اور کبھی یہ لٹا پٹا نوجوان اتنا پچھتاتا ہے اور حسرت اور بیزاری کے عالم میں یوں کہتا ہے

دن کو ضیائے آفتاب اور رات کو اختر ملے
دریا کو موتی کوہ کو گنجینہ ہائے زر ملے
گلشن کو پھول پھول کو خوشبو ملے رنگت ملے
ہم کو دست فیض سے پھوٹی ہوئی قسمت ملے

Marfat.com

بن کے ایک بگڑی ہوئی تصویر خواب آیا تو کیا
چھین لے اور دینے والے یوں شباب آیا تو کیا

غرضکہ جوان ہوں یا بوڑھے ان سب کا مقصد حیات صرف دنیاوی اور مادی خواہشات کا حصول ہوتا ہے- ان کا مطلوب بھی مجازی اور محبوب بھی مجازی- یہ وہ ہوتے ہیں جن میں خدا کی قسم کہیں نام کو مہر و وفا نہیں- اب جو اس طرح ان سے جذبات پیدا ہوں گے وہ کتنے گھٹیا اور متبذل ہوں گے- آپ خود ہی اندازہ کر لیں- اگر ایک سوچ سمجھے متوازن منصوبے کے تحت انسان اپنی جوانی گذار لے تو اس کا بڑھاپا بھی متوازن ہو سکتا ہے-(شریعت کا تقاضا ہے افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے' حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں توازن برقرار رکھنا) اور پھر واقعی وہ اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر (ریٹائر ہو کر) خدمت خلق حقوق العباد' تبلیغ دین' اللہ کو راضی کرنے کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنا بلا خوف و خطر اور تردد اختیار کر سکتا ہے-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ دنیاوی مشاغل سے آپ انسان کب فارغ ہو سکتا ہے (یعنی ریٹائر ہو جاتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا- جب اس کی قمیص اس کے اولاد کے برابر آنے لگ جائے- یعنی اس کی اولاد اتنی بڑی ہو جائے کہ ذمہ داری سنبھال سکے- سرکاری ملازمین تو ساٹھ سال میں دنیا سے فارغ قرار دیدیئے جاتے ہیں- زراعت پیشہ اور تجارت صنعت و حرفت والوں کو بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق اسی ساٹھ کے اندر فارغ ہو جانا چاہئے کتنی تعداد ایسے بوڑھوں کی ہوگی جو اس معذوری کے دور انحطاط میں معاشی مشغلہ کی احتیاج سے سبکدوش ہونا ممکن ہوتا ہے- مشغلہ کے وہ تو اہل ہی قرار نہیں دیئے جاتے- ان کو تو بڑھاپے کی مصروفیت درکار ہوتی ہے اور بہترین مصروفیت یاد الٰہی اور خدا آ گاہی بذریعہ خود آ گہی یعنی معرفت میں مضمر ہے-

Marfat.com

۲- بڑھاپا آنے سے قبل ہر جوان کو مالی تحفظات کا پورا اہتمام کر لینا چاہیے- بہترین
ل و دولت جو وہ جمع کر سکتا ہے وہ روپیہ' پیسہ اور جواہر نہیں ہیں بلکہ نیک اور سعادتمند اولاد
ہے-
۳- اسی طرح بہترین کوٹھی اور بنگلہ اور رہائش کا سامان جو بڑھاپے میں کام آ سکتا ہے'
ہ اللہ کا گھر ہے یعنی مسجد خواہ وہ گھر کا گوشہ ہو-
اور اپنے کنبہ کو سمیٹ کر اپنی ایک رہائش کی جگہ بنا لے- خواہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی عریش (چھپر کھٹ) یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو-
دولت کی کثرت' لمبا چوڑا اونچا مکان وغیرہ ہمیشہ تنازعہ کا سبب ہوتا ہے-
۴- جس کسی شخص کا جوانی ہی سے ذریعہ معاش ایسا رہا ہو کہ روزانہ کنواں کھودے اور
روز پانی پیئے تو اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ کسی پر بوجھ نہ بنے اور اپنی روزی اپنی کمائی سے
حاصل کرتے رہنے کا حوصلہ رکھے- بڑھاپے میں تو صرف اپنی جان یا اپنی شریک حیات کے
لیے روزی فراہم کرنا ہوتا ہے اس کے لیے لمبے چوڑے کاروبار کی ضرورت نہیں جو آسانی
سے مل جائے گذر کرلے- اور ایسے قناعت پسند انسان کو روزی مل کر رہتی ہے جو دوسروں
کے رحم وکرم پر زندگی گذارنا عار سمجھتے ہیں- ان کو جوانی ہی میں ایسے ہنر سیکھ لینا چاہیئے کہ ضرور
رفع ہو جائے-
جو پختہ کاری کی زندگی کو اہمیت دیتے ہیں اس کی ان میں صلاحیت ہے اور ریٹائر زندگی
گذار رہے ہیں ان کی خدمت میں ناصحانہ نہیں بلکہ دوستانہ عاجزانہ گذارش ہے کہ-
۱- شدنی امور جو ٹالے نہ ٹلیں' اور ان کا سامنا کرنا ہی پڑ جائے تو ان کو قبول کر لیجئے اور
جہاں تک ہو سکے ان سے تعاون کیجئے-
۲- جب آپ کا کوئی ساتھی آپ سے بچھڑ کر راہی ملک عدم ہو جائے تو آپ فوراً ایک

اور ہمدم تلاش کیجئے ورنہ - مطالعہ سیرت' قرآن میں تدبر' علمی شغل اور ذکر وفکر کو اپنا ساتھی بنا لیجئے - زندگی میں ہچکولے آتے ہی رہتے ہیں' خلا بھی پیدا ہو جاتا ہے' حوصلہ اور وقت اس خلا کو پر کرتا رہتا ہے - یہ آپ کی ہمت اور افتاد طبیعت پر منحصر ہے - لیکن اللہ تعالیٰ نے رزق اور ہدایت پہنچانے کے لیے ایک انسان کو دوسرے انسان کا ذریعہ بنایا ہے لہٰذا انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا - بس آپ ایک ساتھی ضرور رکھیے اور مطلوب بنا کر رکھیے - شاید اس کو آپ کی ضرورت نہ ہو لیکن آپ کو ضرورت اس کی ملاقات کی محض اللہ کے واسطے ہو کہ اس کی خدمت کر لیں اور اللہ راضی ہو جائے اور جنت میں بھی رفیق اعلیٰ کا ساتھ ہو -

۳ - اپنے خیالات اور معاملات میں لچک' مطابقت اور موافقت کی ہمیشہ گنجائش رکھیے - تعصب سے بچئے - یاد رکھیے کہ تنقید سے کبھی کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور نوجوانوں کو تو اور بھی تنقید کا نشانہ نہ بنایئے - ان کو محبت پیار اور حکمت عملی سے خوب موقع دیجئے کہ آپ کو اعتماد میں لے کر وہ آپ کو اپنے مسائل اور آپ اپنے مسائل ان کو اچھی طرح سمجھا سکیں - خدا کا خوف دل میں بٹھایئے اور یہ ذہن بناتے رہئے کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے انسان کے ایک ایک عضو سے اعمال کی گواہی لی جائے گی اللہ کی بارگاہ میں بغیر مواخذہ اور توبہ گناہ اور برائی سے بچ نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ہر وقت دھیان رکھیے

۴ - ظاہری اور باطنی صفائی' پاکی اور ناپاکی کا خاص خیال رکھیے - لباس اور رہنے سہنے اور برتنے کی تمام چیزوں کو سلیقہ سے رکھیے - وہم اور مالیخولیا کا یہ بھی ایک علاج ہے -

۵ - مڑگشتی' تضیع اوقات اور لایعنی باتوں سے پرہیز کیجئے - رات گئے تک یار باشی ایک فیشن بن گیا ہے جس میں گفتگو کا ذخیرہ غیبت' تہمت' خوش گپیاں' دوستوں کے دلوں کو مردہ کر دیتی ہیں - مشروبات سے شروع ہو کر' مکروہات پر پڑ جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ منکرات کے مرتکب ہو جاتے ہیں - اب تو وہ دور آ گیا ہے کہ گھروں میں جہاں پر سکون ماحول جو روح

Marfat.com

کی حیثیت رکھتا ہے وہاں مخلوط جنسی اور ثقافتی مجالس آدھی رات کے بعد تک سوسائٹی کا لازمی جزء قرار دیا گیا ہے- جوان اولاد اپنی دنیا اور بوڑھے اپنی عاقبت مفت خراب کرتے ہیں- حاصل اس کا بیماریاں، ذہنی اور طبعی تشویش، بدگمانیاں، ہول دل، تنوع اور تعیش، وی سی آر، اندرون خانہ بربادی کے سوا کچھ نہیں- بہر حال کسی کے ہاتھ دھو کر پیچھے نہ پڑ جایئے- ہر ایک سے اخلاق برت کر ہر ایک کی بات کو وزن دیتے ہوئے اپنی بات اور دعوت کو سامنے رکھیئے اور نہایت ہی تحمل، رواداری اور سنجیدگی سے اپنے مقصد کے حصول کی کوشش تادم اخیر کرتے رہیئے- ایمان پر خاتمہ کی یہی سبیل ہے-

۲- اپنے رویے سے، چہرے مہرے سے، چشمک و بشرے سے، خنداں پیشانی سے، ظاہری اور باطنی طور پر پر خلوص، خوشگوار اور پروقار شخصیت کا حامل اپنے کو بنا کر بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے پیش کر دیجئے- خواہ چھوٹا ہو یا آپ سے بڑا سب کو سلام کرنے میں پہل کیجئے اور یہ دعا دینا نہ بھولیئے اضحک اللہ بسنک- اللہ تعالیٰ تمہارے دانتوں کو کھلا رکھے، مسکراتا رکھے اور ہر ایک کو محبت آمیز الفاظ سے مخاطب کیجئے جو تم مسکراؤ---تو سب مسکرائیں-

۷- جب آپ پر کام کی زیادتی کا غلبہ ہو اور مختصر وقت میں مکمل کرنا پڑ جائے تو آپ تکان کی شکایت پیدا ہونے سے پہلے ہی تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کام کریں اور جب واقعی تھکان محسوس ہونے لگے تو تمام کام موقوف کر کے خاموشی سے بیٹھ جایئے اور ہو سکے تو آرام تھوڑا سا ضرور کر لیجئے- اس کو ہمیشہ ذہن میں رکھیئے-

۸- مرنے سے کبھی نہ ڈریئے- مرنے سے کیا ڈرنا- جو بھی اس دنیا میں آیا ہے سب کو یہاں سے جانا ہے- آپ کوئی مستثناء تو نہیں ہو سکتے اور سچ پوچھیے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مرتبہ پیدا کر دیا تو کر دیا- اب اس کو کبھی ختم نہیں کریں گے- ہمیشہ زندہ رکھیں گے-

Marfat.com

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

تو میرے محترم بزرگو! خواتین وحضرات! پھر کس بات کا ڈر اور خوف آپ پر ...... سوار ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کو موت سے بالکل ڈر نہیں لگتا ہوگا۔ آپ اس کی تلخیوں اور شیرینی سے بالکل واقف نہیں ہو سکے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اب آپ کو اپنے گناہوں کی تلخیاں اور اپنی نیکیوں کی شیرینی اچھی طرح محسوس ہونے لگی ہوگی یا اس کی تشویش پیدا ہوگئی ہوگی جس کا اظہار آپ الفاظ میں نہ کر پاتے ہوں گے۔ تحت الشعور میں اس کا تصادم ہو رہا ہوگا۔ شاید اسی لیے آپ طرح طرح کی تاویلیں پیش کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہوں۔ یا پھر یہ موت کا خوف نہیں بلکہ دنیا اور دنیا کے مالوفات کے چھوڑنے کا غم آپ کو ستاتا ہوگا جس کو آپ خوف سے تعبیر کر رہے ہیں۔ حالانکہ موت تو دراصل اپنے دوست سے ملنے کے لیے ''وزٹینگ کارڈ'' کا کام دیتی ہے۔ **الموت جسر یوصل الحبیب الحبیب** (موت ایک پل ہے حبیب کو حبیب سے ملانے کے لیے) بلکہ اپنے دوست' محبوب' اپنے اللہ سے ملانے کے لیے خاتون استقبالیہ کہہ لیجئے۔ غالب بھی موت پر غالب آنے کی کوشش کر گئے۔

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

یعنی انصاف کی صری تصویر ہوتی ہے۔ حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ حقیقت تو صرف اللہ تعالی کے رحم ورحمت پر ہے اور بھی رحمت ہی ہے جس حال میں ہم کو اور آپ کو رکھا ہوا ہے۔ سب سے بڑا رحم ورحمت تو یہ ہے کہ اس دنیا کے تمام آلام ومصائب' بیماری اور مایوی' حوصلہ شکنی سے نجات دلانے کے لیے موت کو ذریعہ بنا دیا۔

Marfat.com

اے ہمارے اللہ!..... زندہ کنی عطائے تو'

تو بکشی دائے تو' دل شدہ مبتلائے تو'

ہر چہ کنی رضائے تو --- یا پھر اس مسئلہ کو یوں حل کر لیجئے اور خوش ہو جائیے۔

خواہم کہ ہمیشہ ز ہوائے تو زئیم

خاکے شوم و زیر پائے تو زئیم

مقصود من خستہ ز کونین توئی

از بہر تو میرم و برائے تو زئیم

دنیا سے ہم کچھ لینے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہیں' آخرت کی کمائی ومحنت کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ہمیں صرف دینے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ لینا تو ہمیں صرف اپنے اللہ سے ہے۔ دنیا والوں کو ہم جو کچھ ہمارے پاس تھا سب کچھ دے چکے ہیں اگر کسی کے پاس کچھ رہ گیا ہے تو وہ تین چیزیں ہیں (۱) اہل وعیال (۲) مال ومنال (۳) اچھے اور برے اعمال -- پہلے دو کو یعنی اہل وعیال اور مال ومنال کو ہمیں یہیں چھوڑنا ہے اب نہ سہی کبھی تو سہی۔ لیکن اعمال سے جدا نہیں ہو سکتے - وہ ساتھ ہی جائیں گے۔ اب اگر اعمال اچھے ہیں تو بہترین ساتھی۔ عالم نزع میں' قبر میں سوال وجواب کے وقت' پل صراط پر' حوض کوثر پر' میزان پر اور اخیر میں جنت میں ہر جگہ ساتھ دیں گے اور انشاء اللہ اللہ کی رحمتوں کو بلائیں گے اور اگر خراب اعمال ہیں تو پکڑے گئے اور ہمیشہ کے لیے پکڑے گئے۔ بجز اللہ کی رحمت کے کہ جو اس کا امیدوار ہو اور اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی اور اس نے اللہ کے سامنے سر جھکا دیا۔

گردن جھکا کے سوئے جہنم چلا تھا میں

رحم آ گیا مگر میرے پروردگار کو!

واہ واہ محض اس کے سامنے گردن جھکانے پر! سبحان اللہ لاتقنطو امن رحمتہ

Marfat.com

اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کے بخشنے والے ہیں۔

بحوالہ (جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں)

دور جدید اور محبت

ہر انسان (خواہ وہ ظاہری طور پر دوسروں سے نفرت ہی کرتا ہوا نظر آتا ہو اس کے اندر محبت کی تڑپ اور پیار کی طلب ضرور موجود ہوتی ہے۔ جو شخص شفقت اور محبت کا بھوکا ہوتا ہے' دوسرے انسانوں کے لیے بھی اس کے دل میں بہت نرم جگہ پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ جوہر اس کو حضرت آدمی علیہ السلام سے ورثہ میں ملا ہے۔ محبت جب اس کو مل جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو اہم شخصیت اور قابل فخر انسان محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کا وجود عبث نہیں ہے بلکہ اس کی زندگی بڑی بامقصد زندگی ہے اور اگر اس کو کسی سے پیار نہیں ملتا اور کسی ایک فرد واحد کے دل میں بھی اس کے لیے جگہ نہیں ملتی۔ اور نہ اس کو کوئی وقعت اور عزت کی جھلک نظر آتی ہے تو اس کم نصیب انسان کے اندر ایک ایسا خلاء پیدا ہو جاتا ہے' جس میں محض پراگندہ جذبات' تمنائیں' حسرتیں' تنہائی' ویرانی اور انجام کار سماجی بغاوت کے جذبات ابھرنے اور پروان چڑھنے لگتے ہیں۔ رات دن وہ انہیں بیمار' گھٹیا قسم کے جذبات میں گھرا رہتا ہے اور اس کی تمام زندگی اور اس کے گرد و پیش کو داغدار بنا تا رہتا ہے۔ اب اگر وہ غصہ ور' چڑچڑا' بدمزاج' بدکردار' چور' ڈاکو' زانی' شرابی' جواری' قاتل سفاک وغیرہ بن جاتا ہے۔ تو اس پر کوئی تعجب نہیں کرنا چاہئے اور اس پر بھی تعجب نہ کیجئے گا کہ ایسے لوگ محض جاہل مفلس' خستہ حال انسان نہیں ہوتے بلکہ زیادہ تر فلسفی' دانشور' لیڈر' سیاست دان' سائنس دان یا کسی ملک کے صدر' وزیراعظم' سرمایہ دار یا ساہوکار بھی ہوتے ہیں۔ یہ سارے اس گھٹیا جذبات کے حامل ایسے کیوں ہو جاتے ہیں؟ اس کا سیدھا سادا جواب وہی ہے کہ ایسے لوگ محبت کے ٹھکرائے ہوئے پیار کے

Marfat.com

بھو کے انسان ہوتے ہیں' جن کی نشو ونما اور تربیت غلط طریقہ اور تغافل پر ہوتی ہے- ایسی محبت سے محرومی کی ابتدا ماں کی گود اور گھر کے ماحول سے ہی شروع ہو جاتی ہے- اس قماش کے انسان ایسے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں جہاں غلط طرز زندگی کی کارفرمائیاں ہوتی ہیں' جہاں گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا ہے- جہاں خودغرضی اور جنسی بے حجابی کا دورہ دورہ ہوتا ہے' جہاں اصل ونسل کی بے پرواہی ہوتی ہے- جہاں دنیاوی عیش وعشرت کی لذت اندوزی ہوتی ہے- جہاں سب کچھ ہوتا ہے مگر خوف خدا نہیں ہوتا ہے-

آپ ذرا غور فرمائیں جس گھر کے ماں باپ میں نوک جھوک' تو تو' میں میں' اور سرد جنگ کی تباہ کاریاں ہر وقت نقطہ عروج پر ہوں' گرما گرمی' چیخ و پکار' نفرت اور غصہ کے بم برسائے جارہے ہوں- ایسے ماحول میں معصوم پھول کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک بچوں کے دل ودماغ پر کونسے نقوش مرتسم ہوتے ہوں گے- یہ ظالم ستمگر اپنا جتنا نقصان کرتے ہیں وہی کیا کم ہوتا ہے لیکن اس سے بھی کئی گنا زیادہ اپنی نسلوں کا کباڑا کر دیتے ہیں-- چونکہ بچوں کی قوت نقالی اور اخذ کرنے کی صلاحیت بہت ہی طاقتور کیمرے سے بھی زیادہ تیز اور ریڈیائی لہروں سے بھی زیادہ گہری ہوتی ہے- اس لیے یہ بچے جو کچھ اپنے گرد وپیش ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اسی کو نقل کرتے ہیں اور اسی کا تصور قائم کر لیتے ہیں کہ دنیا کی یہ زندگی بنائی ہی گئی ہے نوک جھونک' شور وغوغا جھگڑا' فساد' نفرت وحقارت' ایک دوسرے کو ذلیل وخوار کرنے کے لیے- لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ ایسے گھر میں سب بہن بھائی' چھوٹے بڑے کیسے آپس میں جوتم پیزار' چیخم دھاڑ' تو تکار' طعن وتشنیع' اٹھتے بیٹھتے' تنقیدی جملے کسے جاتے ہیں' تحقیر اور تخفیف کی جاتی ہے' دست وگریبان رہتے ہیں!!! ان سب کا نتیجہ؟---بس یہی کہ ہر ایک فرد خودبین' خودنما' تنہائی کا شکار الگ تھلگ' وبکا سہا' مغلوب الحال بے چین' بیقرار اور صرف اپنے دفاع اور بچاؤ کی فکر میں کھویا ہوا رہتا ہے- اب ایسے ماحول کے پروردہ بچے

چاہے کتنی ہی عمر پا کر بڑے بوڑھے ہو جائیں اپنے تمام عرصہ حیات میں انہیں جذبات' انہیں ذہنیت اور انہیں سے پیدا شدہ برے افعال اور بری حرکات میں مبتلا رہتے ہیں' ان کو کبھی اس کا احساس بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کی اسی دنیا میں محبت نام کی کوئی چیز بھی موجود ہے۔ جس سے ہمدردی' اخوت' امن و عافیت' چین و سکون' فارغ البالی اور خوشحالی پیدا ہوتی ہے اور یہ کہ وہ بھی تو آخر انسان ہی ہیں۔ وہ بھی ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت ایسے لوگوں پر محنت کرتی ہے اور ان کو کم از کم چار مہینہ کے لیے ایسے ماحول میں لے جاتی ہے جہاں اس کو احساس پیدا ہوتا ہے کہ ان کے اندر واقعی اس محبت اور خلوص اور ادائیگی حقوق کی طلب پہلے ہی سے جبلی طور پر موجود ہے۔ اور اگر وہ کسی ایک اللہ والے کی صحبت اور قرب حاصل کر لیتے ہیں تو اور بھی جلد کایا پلٹ جاتی ہے اور پھر یہ سارے اعمال محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں تو کامیابی ان کے قدم چومتی ہے اور آخر کار یہ اللہ کے ولی اور محبوب بن جاتے ہیں۔ آیئے ہم اور آپ بھی اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیں۔ ذہنی و نفسیاتی امراض کا یہ واحد طریقہ علاج انتہائی مجرب اور چودہ سو سال کا آزمودہ ہے۔ کسی خاص طبقہ' مسلک' جماعت کی اجارہ داری نہیں ہے۔ برتنے کا ڈھنگ سیکھنا شرط ہے۔

معصومہ اچھی صورت کی لڑکی تھی۔ ابھی گود ہی میں تھی کہ اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا اس کی پرورش ننہیال میں ہوئی۔ باپ کی شفقتوں سے بھی بیچاری محروم رہی۔ پھر اس کو سوتیلی ماں کا ماحول ملا۔ ایسے غیر متوازن جذبات کا ماحول جہاں کوئی بھی سکون سے تربیت نہیں پا سکتا تھا۔ پیار ملنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا' نماز' روزہ عبادت' پاکی' طہارت تو اس کو اپنی ماں سے ورثہ میں ملی تھی مگر اس کے باوجود اپنے گرد و پیش کے ماحول میں جو کچھ ذہنی اور دماغی ہنگامہ آرائی ہوتے دیکھتی تھی وہ اس کے تحت الشعور میں راسخ ہوتی چلی گئی۔ ذہنی اضطراب بڑھتا چلا گیا۔ اس کا بھیجا دو رخی تربیت کے پاٹ میں خوب کچلا گیا۔ وہ مروجہ اعلیٰ

Marfat.com

تعلیم سے بھی مزین ہوگئی تھی- وہ اب بہ یک وقت مذہبی شعار کی پابند' پڑھی لکھی باشعور اور اس کے ساتھ ہی ساتھ غصہ' چیخ و پکار' کوسنا کاٹنا اور ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھنا اور ضد- اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی--- اللہ کا کرنا کہ اس کی شادی بھی ایک ایسے نیک سیرت' فہیم' پڑھے لکھے نوجوان سے ہوئی جس کے گھر کا ماحول بھی نتیجہ کے حد تک معصومہ ہی جیسا تھا' یعنی اس کے ماں باپ کی طبیعت میں ہم آہنگی نہیں تھی- دونوں ماں باپ زمیندارانہ مسابقت اور پٹی دارانہ رفاقت کے تضاد میں مبتلا تھے- یعنی عارضی اور احتیاجی رفاقت اور وقتی تقریب بھی تھا اور علیحدہ پسندی پر مداومت بھی--- ماں دیس میں اور باپ پردیس میں- اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ قدرت بھی ان کے شامل حال ہوگئی اور جب اولاد بڑی ہوئی اور اپنی اپنی کمائی پر لگی تو اب ماں اپنے بچوں کے ساتھ پردیس میں جا بسی اور باپ دیس میں رہنے لگے اور یہ کرشمہ ہوا کہ جب پاکستان بن گیا تو باپ اپنے دیس میں رہے اور ماں اپنے نئے دیس میں آ گئیں- یہ ذہنی اور نفسیاتی مرض کا ایک عجوبہ خاندان تھا- جس کا رفرزندار جمند سید سلیم' معصومہ کا شہر بنا- اب جو محبت کے بھوکے ان دونوں بیاہتا کو اللہ تعالیٰ نے یکجا کر دیا تو ان کے ماحول کی پروردہ خصلتیں بارآور ہوئیں اور دونوں پر خانہ داری اور عیالداری کی ذمہ داری آ پڑی تو کچھ تو مصروفیات کی وجہ سے اور آسودگی حاصل ہو جانے کے سبب محبت کی سطح نیچے گرنے لگی کچھ عرصہ تک تو دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ شاید یہ دونوں الٹے پاؤں چلنے لگ گئے ہیں- اس دوران میں وہ زمین دوز غلط قسم کے جذبات اور ناگوار خصلتوں نے جو موقعہ پایا تو اپنے کمین گاہ سے سر نکالتے نکالتے اچھی طرح کھلے میدان میں آ گئے اور یہ دونوں اپنی اپنی شوزیشین سنبھالنے لگے اور آہستہ آہستہ آمنے سامنے مقابلہ شروع ہوگیا- کبھی خفیہ تخریب کاری کی سرد جنگ شروع ہو جاتی اور کبھی شب خون مارنے لگتے- پڑوسیوں کی نیند حرام ہوگئی اور انگشت نمائی شروع ہوگئی- چونکہ محبت فاتح عالم ہے

Marfat.com

دونوں میاں بیوی میں خوف خدا تھا' شرافت' تھی' غیرت تھی' عادت بری سہی پر طبیعت بری نہ تھی' اور سب سے بڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی کو اپنانے کا جذبہ بھی کار فرما تھا- دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گئے- دونوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی محنت کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا ہو گیا دونوں اپنے بزرگوں سے اللہ والوں سے فیض حاصل کرنے لگ گئے- بگڑتا ہوا گھر ماشاء اللہ سنبھل گیا اور خوب سنبھلا- ہر ایک کو رشک آنے لگا- نعوذ باللہ من فتنه الشیاطین' نعوذ بکلمات التامة الله من شر ما خلق-

بوالہوسی

نئی تہذیب اور مغربی معاشرہ کے دلدادہ حضرات بوالہوسی ہی کو محبت سمجھ بیٹھے ہیں ان کے معاشرہ میں گندے جذبات اور ذہنی امراض کا تدارک گندے علاج کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے- مثلاً زندگی بنانے کے لیے مال خرچ کرتے ہیں اور مال بنانے کے لیے زندگی خرچ کرتے ہیں--- نتیجہ! نہ مال سے آسودگی نہ زندگی سے مطمئن- اسی طرح شراب پیتے ہیں غم سے نجات پانے کے لیے- جب عادت پڑ جاتی ہے تو اور غم اٹھاتے ہیں شراب سے نجات پانے کے لیے- شراب اور غم لازم ملزوم بن گئے- ان بیچاروں کی سوسائٹی میں-

زن و شراب و سود و غم اصل میں چاروں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی ان سے نجات پائے کیوں؟

ظاہر ہے کہ شراب سے عادت بگڑ جاتی ہے' عقل خبط ہو جاتی ہے- نفس بے قابو ہو جاتا ہے اب یہ غم کھاتے ہیں کہ کسی طرح شراب چھوٹ جائے- اس دور کے لوگ جنسی احتلاط کو سماجی تقاضہ سمجھتے ہیں تاکہ معیشت اور جنسیات میں سہولت اور آسودگی حاصل ہو- اختلاط جنسی میں حد ارتکاز تو ہوتا نہیں اور نہ ہی کوئی حد اختلاط مقرر کی جاسکتی ہے کہ ایک ایک دو دو تین تین چار چار بار پر اکتفا کریں- اس طرح تو پھر مخلوط اجتماعات اور تقاریب اور تقریروں

Marfat.com

پر دفعہ ایک سو چوالیس لگانا پڑے گی اور یہ انتہائی بدتہذیبی اور فرسودگی کے مترادف ہو گی اور معیشت کا دار و مدار سودی کاروبار پر ہے۔ لٰہذا سماج' اختلاط' معیشت' جنسیات' سہولت' آسودگی پر کوئی قدغن ہماری موجودہ سوسائٹی میں ناقابل برداشت ہو چکی ہے اس صورت حال میں محبت کا صحیح تصور ہی قائم کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ محبت اور خلوص کی ضرورت کہاں پوری ہو سکتی ہے۔ اس نفسیاتی مرض کا علاج بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی میں ملے گا۔ جیسا کہ آپ نے مطالعہ فرمایا۔

ایک واقعہ

ڈاکٹر شنڈلر نے اپنے ملک کی ذہنی بیماری کی وضاحت کرتے ہوئے ایک حکایت بیان کی ہے۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ ورنا ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کی ماں کا انتقال اس کی شیر خوارگی ہی میں ہو گیا تھا۔ باپ سے اس کو کبھی کسی وقت بھی شفقت نہ مل سکی جو اس کا حق تھا۔ بلکہ اس کے باپ نے لڑکی کو یتیم خانہ میں ڈلوا دیا تھا۔ جہاں ورنا کو بجائے پیار و شفقت کے کڑوی کسیلی سننی پڑتی تھی اور نفسیاتی اور روحانی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جب وہ پندرہ سال کی ہوئی تو اس کی ملاقات ایک نوجوان یوجین سے ہوئی۔ جو اپنی خودغرض' سخت گیر نگرانی کرنے والی' مالدار ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ورنا کی اور تمام رعنائیوں کے علاوہ یوجین اس کی جنسی کشش پر بہت زیادہ مفتون ہو گیا تھا اور اسی فتنہ سے مغلوب ہو کر یوجین اپنی ماں کی مرضی کے خلاف ورنا کو لے کر فرار ہو گیا۔ ورنا کو یتیم خانہ سے کبھی کسی قسم کی شفقت یا پیار نہیں مل سکا تھا اور افسوس اس کا ہے کہ اس بدنصیب کو یوجین سے شادی کر لینے کے بعد بھی محبت نہ مل سکی۔ یوجین آخر اپنی ماں ہی کا پوت تھا۔ بہت خود غرض' نہایت ہی خود بین اپنی ماں کا دست نگر' اپنے آپ میں مگن' بالکل چھٹولہ بچہ کی طرح تھا۔ ورنا کو پیار دینے کا بالکل نااہل' بے ڈھنگ قسم کا نوجوان تھا۔ یوجین کی ماں اپنے بیٹے کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر رہتی تھی'

Marfat.com

ورنا کو بہو بنانے پر کبھی آمادہ نہ ہو سکی - بلکہ وہ اپنے بیٹے کو اس سے بددل اور خلاف کرنے میں اپنا سارا زور اور حربہ استعمال کرتی رہتی تھی - سالہا سال اسی طرح نفرت اور احتجاج کے مظاہرے ہوتے رہے - جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو یوجین کے بچوں کو ان کی ماں ورنا کے خلاف مشتعل کرنا شروع کر دیا اور وہ اپنی اس خباثت میں اس حد تک کامیاب ہوئی کہ ورنا کی سولہ سال کی لڑکی نے اپنی ماں سے برملا اور بار بار یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں تجھ سے نفرت کرتی ہوں'' --- محترم قارئین! یہ اس مقام کی حکایت ہے جہاں کا ہر باؤ ناسترگز کا کہا جا سکتا ہے صرف انکا اکیلے کے لیے یہ ضرب المثل مخصوص نہیں ہے - ہم سب اس کی تعریف کے پل باندھتے ہیں - محبت میں محرومی صرف ورنا کا ہی مقدر نہیں تھا بلکہ معلوم نہیں کتنی ایسی ہستیاں محرومی کے اس خلا کو پر کرنے سے قاصر رہ جاتی ہیں - ورنا کے محبت میں ناکامی کا نتیجہ یہ نکلا کہ سالہا سال طبعی بیماریوں کا شکار رہتے رہتے وہ بالکل معذور ہو گئی - اب جبکہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ ورنا کی بیماری کا اصل سبب اس کا نامعقول شوہر یوجین اور اس کی ماں ہے تو لوگوں نے ان سے کافی لے دے کی - ان کی ظاہر داری کی خاطر ہمدردی اور شفقت کا اظہار ورنا کے سامنے کرنا ہی پڑا - مگر ورنا اتنی بے وقوف نہ تھی کہ وہ ان کی جھوٹی اور بناوٹی زبانی ہمدردی کو نہ سمجھ سکے ڈاکٹر کی تجویز تھی کہ اب ورنا کو اس ذہنی مصیبت اور طبعی بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے از سرنو اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے - اس سلسلہ میں ورنا کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور نہایت ہی نظم وضبط سے کام لیا - تھوڑے ہی عرصہ میں اس کو لوگوں کی نیک تمناؤں کا سہارا اور محبت کی جھلک ملنے لگی - یعنی ریڈ کراس میں ملازمت اختیار کر کے آسودگی حاصل کرنے لگی -

ورنا سے بھی بدتر حال ان لڑکیوں کا ہوتا ہے جو محبت اور مامتا بھرے ماحول میں پلی بڑھی ہوں اور ان کی شادی ایک ایسے لڑکے سے کر دی جائے جو مطلب برآری کے لیے

Marfat.com

بناوٹی پیار سے زیادہ کچھ نہ دے سکتا ہو- ایسے شوہروں کی بھی کمی نہیں جو یہ فراموش کر بیٹھتے ہیں کہ ان کی شریک حیات بھی آخر انسان ہی تو ہے- ان کے ساتھ بھی انسانی ضروریات' احساسات اور تقاضے وابستہ ہیں- یہ کہاں کی انسانیت ہے کہ وہ اپنے علاوہ کسی کی احتیاج اور جذبات کا کوئی خیال ہی نہیں رکھتے- اپنی عمر کی آخری حد تک ان کی بچوں کی سی ذہنیت کارفرما رہتی ہے- اپنی کمینہ اور رذیل خصلت سے وہ مجبور ہوتا ہے- ورنہ اس کا کیا نقصان ہو اگر وہ اپنی منکوحہ بیوی کے لازمی حقوق اور وظیفے تو پورے کرتا رہا کرے مگر پیار محبت سے اٹھنا بیٹھنا' کچھ شگوفے' کچھ لطیفے' خوشی کا اظہار' ہنسنے ہنسانے کا موڈ' اپنی بیوی کی آرائش اور زیبائش کی داد وتحسین' اس کے کھانا پکانے اور سلیقہ اور ذائقہ کی تعریف اور اس طرح کے چند اچھے جذبات کا اظہار اس بیچاری' حرماں نصیب کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار کا کام دے سکتے ہیں اگر شوہر اپنا یہ فریضہ ادا نہیں کرتا تو اس سے بڑھ کر اور کون بیوقوف اور نادان ہوگا جبکہ اس کشتہ شوہر بیوی کی بیماریوں کا خود ہی سبب واحد بنتا ہے اور پھر اس کے علاج معالجہ پر کثیر رقم خرچ کر کے زیر بار ہوتا رہتا ہے اور لطف یہ ہے بلکہ ستم بالائے ستم ان اخراجات کی ذمہ داری اور تہمت بھی (اپنے ہاتھوں بیمار کی ہوئی) اپنی بیوی ہی پر عائد کرتا ہے- ذرا اسکی ناپختہ کاری اور ستم ظریفی تو ملاحظہ فرمائیے- کہتا ہے-''ایسی دکھیا بیمار بیوی ہماری ہی قسمت میں لکھی تھی- میں اس کی بیماری اور علاج سے تنگ آ گیا ہوں-'' حالانکہ اس بیچاری منکوحہ کی تمام بیماریوں کا سب سے بڑا سبب خود اس کے شوہر صاحب ہیں- اور یہ بھی نہ بھولیے کہ جوانی جنسیات اصل میں دونوں ایک ہیں- بلکہ ان دونوں اجزاء میں جب محبت کی آمیزش ہوتی ہے تو انسانیت کا قوام بنتا ہے- بغیر محبت کے درندے بھی شرمندہ ہوتے ہیں کیونکہ حیوانوں میں پھر بھی جنسی موسم کے دوران محبت بدرجہ اتم کارفرما ہوتی ہے- انسان جب اپنی ذہنی' نفسیاتی' جذباتی بیماریوں کشش دت اور غلبہ کی وجہ سے بوالہوسی اور محبت میں امتیاز نہیں کرتا

ہے اور صرف اپنی بوالہوسی کو ہی شادی کی لذت گردانتا ہے تو اس میں اور حیوان میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی جس کی ذہنی بیماریوں کی وجہ سے عقل نہ ماری گئی ہو' اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ایک شادی' ہم آہنگ' راس آنے والی محبت و پیار سے بھرپور اور ایک دوسرے کو مکمل طور پر مطمئن کرنے والی جب ہی کہی جاسکتی ہے جب ان دونوں فریق کے جنسی تجربات اور نتائج ان کیفیات اور احساسات کے شاہد عدل ہوں اور محبت سے ہمکنار ہوں۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے بھی جنسی رضامندی اور پیار ایک دوسرے کو نہ حاصل ہو سکے کہ یہی تو شادی کا اصل مقصد ہے' تو ازدواجی خوشی اور لذت کا سرد پڑ جانا لازم ہے۔ پھر تو یہ دونوں ہی بے چینی' غیر مطمئنی وغیر آسودہ' احتجاجی' چڑچڑا' گلہ شکوہ سے بڑبڑانے والا' ہر وقت مشتعل' ہیجانی اور بحرانی کیفیت میں مبتلا۔ زود رنج اور نہیں معلوم کون کونسی کیفیات کا ایک مجموعہ یاس وحسرت بن جاتا ہے۔ یہ تمام علامتیں بہ یک وقت اس کو ایسے ذہنی مرض میں مبتلا کر دیتی ہیں کہ ان کا باقاعدہ علاج کرنا اگر محال نہیں تو بہت ہی زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ ایسے مریض اپنے اندر ہی اندر گھٹتے اور سسکتے رہتے ہیں اور اپنی تکلیف کو وضاحت کے ساتھ بتا نہیں سکتے کہ ان پر کیا گذر رہی ہے ان کے دل ودماغ اعصاب اور سارے اعضاء وجوارح میں ایسا دباؤ کھنچاؤ اور اضطراب ہوتا رہتا ہے کہ اس کے باوجود بیچارے کوئی تدبیر کوئی علاج کوئی دوا قبول نہیں کرتے اور اس وجہ سے ان کا تندرست ہونا ایک مستقل مسئلہ بن جاتا ہے۔ مرض اور مریض کی خواہ کوئی بھی نوعیت اور کیفیت ہو لیکن ان کی تکلیف سے بہت بھیانک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مثلاً مسز' ٹورنٹی پٹھوں کے شدید درد میں مبتلا ہوگئی۔ متعدد ہسپتالوں میں علاج کراتی پھری لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہو سکا۔ مسز ٹورنٹی ملازم پیشہ عورت تھی وہ اس کا شوہر دونوں اہم ذمہ داری کے عہدوں پر فائز تھے جس کی وجہ سے گھریلو اور ازدواجی زندگی کی ثانوی حیثیت رہ گئی تھی رات گئے تک یہ میاں بیوی اپنے

Marfat.com

اپنے کاموں میں مصروف رہ کر جب الگ الگ گھر پہنچتے یہ گھر بھی ایسا کہ جس کا سارا انتظام ایک ملازمہ کے سپرد تھا اور جس کو یہ دونوں محض رات کے کھانے اور اپنے اپنے دوست احباب کی خاطر تواضع کے لیے ہی استعمال کر لیتے تھے گویا کسی دوسرے شغل اور گھریلو خوشیوں اور معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی- گھر میں دلچسپی لینے کا تو سوال ہی نہیں تھا- بیوی صاحبہ کو اپنا کیریئر اور عہدہ میں ترقی اور سماجی بزم آرائی سے ہی فرصت نہیں تھی شاید اور تقاضے بھی گھر سے باہر ہی پورے ہو جاتے ہوں- مسز نورنی کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی ایک خفیہ داشتہ سے دلچسپی اور آسودگی حاصل کر لی تھی- مزے کی بات یہ ہے کہ مسز نورنی نے اس کو خوش آئندہ فال قرار دیا بہر حال ہوتے ہوتے ایک وہ وقت بھی آ گیا جبکہ تعلقات کی کشیدگی رنگ لانے لگی- مسز نورنی باوجودیکہ پٹھوں کے درد کی مستقل مریض تھی، لیکن اس کی کشش نسائیت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا- ان دونوں کی ازدواجی زندگی کے اس خلاء کو کسی منچلے ''سوشل دیور'' نے اپنی ''سوشل بھابی'' مسز نورنی کو سچی محبت اور ہمدردی کا مزا چکھانے کی غرض سے اپنے دام بوالہوسی میں پھنسا لیا اب تک یہی سنتے چلے آتے تھے کہ غریب کی جورو سب کی بھابی ہوتی ہے لیکن چونکہ اب قدریں بدل گئی ہیں معاشرہ بھی بدل گیا ہے اب تو کاروباری جورو سب کی بھابی کہی جانے لگی ہے- اسی مناسبت سے ''سوشل دیور'' اور ''سوشل بھابی'' کی اصطلاح اختراع کی گئی ہے شاید کہ قبولیت حاصل کر لے

ڈاکٹر کا بیان ہے کہ زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح اس کو جنسی آسودگی حاصل ہوئی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اس کے پٹھوں کا درد (جو ذہنی دباؤں کی وجہ سے تھا) غائب ہو گیا لیکن کچھ تو اپنی ملازمت اور عہدہ کی لاج تھی اور کچھ شدید احساس جرم کی وجہ سے (کہ پھر بھی عورت ذات تھی) وہ اپنے آشنا سے بھی اکثر گریز کرنے لگتی تھی؛ جس کی وجہ سے اس کے پٹھوں کا درد بار بار عود کر آتا تھا اس وجہ سے اس بیچاری کو مجبوراً اسی جرم کا بار بار ارتکاب

Marfat.com

کرنا پڑتا تھا- یہی چکر اس کی ساری عمر چلتا رہا-

قارئین کرام نفسیاتی بیماریوں کا مغربی طریقہ علاج کے مجرب اور زود اثر نسخہ کو نوٹ فرمالیں- استعمال کی غرض سے نہیں---شکریہ! آپ کا دل چاہے تو اتنا اور اپنے دل پر کالجر نقش کرلیں کہ پٹھوں کا درد Fibrositis محض نفسیاتی Functional درد ہوتا ہے کوئی مہلک مرض نہیں اس کے علاج کے لیے دوا؟ جو آپ نے نوٹ کرلیا وہ بیچاری مسز ٹورنٹی ایسی عہد حاضر کی شگفتہ کلی بھی شدید احساس جرم میں مبتلا ہوگئی' یہ دوسری بات ہے کہ اس پر قائم نہ رہ سکی' جہاں خدا کا خوف' خدا کے قانون کی پاسداری نہ ہو وہاں انسان کا قانون اور طریقہ علاج کیا مداوا کرسکتا- نعوذ باللہ توبہ کیجئے-

اور بھی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں جن میں محبت کے نام پر محبت کو بدنام کر کے رنگ رلیاں منائی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں وہی شدید نفسیاتی بیماری لاحق ہو جاتی ہے جو جنسی ناہمواری' عدم تعاون اور شادی ناخوشگواری کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور اسی سے طبعی Organic بیماریاں بھی بڑھ جاتی ہیں کبھی شوہر مبتلا ہوتا ہے کبھی بیوی اگر ایک دوسرے پر حاوی ہونے' ایک دوسرے کو دبا کر رکھنے کی جنگ ہوتی رہتی ہے تو پھر دونوں ہی بیک وقت مبتلا ہو جاتے ہیں- محبت سے مایوس یہ بیچارے انسان آخر دم تک اپنی روش نہیں بدلتے - کاش کوئی ان کو ہمارا یہ علاج بتادے کہ جو محبت محض محبت کی خاطر کی جاتی ہے وہی اصل محبت ہے- یعنی دو دل جب محض اللہ کے واسطے ملتے ہیں تو یہی خالص محبت ہوتی ہے- باقی جسکو دنیا والے محبت کہتے ہیں وہ تو آپ نے پڑھ لیا اس کو محبت نہیں' فساد از خوردن گندم یا بوالہوسی کہتے ہیں باقی یحبونهم کحب الله والذین امنوا اشد حبا لله یہ ان کی شان میں آیا ہے (جو سچی محبت اللہ کے لیے کرتے ہیں-)

ایک حدیث پاک ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے

Marfat.com

ہونگے جو مشک کے ٹیلوں' بالا خانوں پر ہوں گے جن کے ستون زبر جد (قیمتی پتھر جیسے زمرد) کے ہوں گے نہایت روشن چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کے چہرے ہوں گے' ہاتھوں میں کنگن سر پر تاج ہوگا لوگ بڑی حسرت اور شوق سے ان کو دیکھ کر دریافت کریں گے کیا یہ نبی؟ شہید ہیں؟ کون لوگ ہیں بتایا جائے گا کہ نہ یہ نبی ہیں نہ شہید- بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو مختلف خاندانوں کے مختلف جگہوں کے جو محض اپنے اللہ کے لیے محبت کرتے تھے-'' اللہ اکبر اتنا بڑا درجہ آخرت میں بھی ان محبت اور خلوص برتنے والوں کو دیا گیا ہے-

(بحوالہ جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں)

بوڑھوں کے ساتھ سلوک

انسانوں کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ جو بڑھاپے سے متعلق ہوتا ہے- عام طور پر آپ کی محبت اور خدمات کا زیادہ طلبگار رہوتا ہے- جیسے جیسے ان کی عمریں ڈھلتی جاتی ہیں وہ اپنے چاہنے والوں اور محبت کرنے والوں سے محروم ہوتے چلے جاتے ہیں- فراق اجل کا نقارہ بجتا رہتا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے عین حالت معذوری اور بے بسی میں موت ان کے محبوب' سنگی ساتھیوں کو اچک اچک کر لے جاتی ہے- ایک بوڑھا یا (ضعیفہ) اپنے شریک حیات کو عمر کے ایسے آخری کنارے پر کھو بیٹھتا ہے جو اس کے ساتھ محبت کرتی تھی- ہر طرح اس کو سہارا دیتی تھی- اب اس کے شریک حیات کی جگہ اس کی محض دیکھ بھال کے لیے اس کی بہو لے لیتی ہے جو دنیاداری کی دھونس سے جو تھوڑی بہت خدمت کر دیتی ہے وہ بھی بادل ناخواستہ کرتی ہے- محبت اور خلوص کا اسے دور کا بھی واسطہ نہیں اگر بہو ذرا شریف النفس ہوتی تو اپنے شوہر اور بچوں کی ذمہ داریوں سے کچھ فراغت ملتی ہے تو کچھ زیادہ توجہ اپنے بزرگ کی طرف بھی دیدیتی ہے ورنہ وہ بوڑھا بیچارا اپنی زندگی کے آخری ایام میں جس قسم کا برتاؤ اور سلوک اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سے حاصل کرتا ہے جو صرف بے رخی'

Marfat.com

لاپرواہی، بددلی کا ہی شاہکار ہوتی ہیں۔ گذشتہ باب میں جو بوڑھوں کے متعلق مطالعہ فرمایا ہے، کافی تفصیل سے یہ بات پیش کی جا چکی ہے کہ اس عالم پیری اور ناتوانائی میں تمام گھلا دینے والی بیماریاں جو ان بوڑھوں کو محض ہڈی کا ڈھانچہ بناتی رہتی ہیں، دراصل کوئی خاص طبعی Organic بیماری نہیں کہی جا سکتی بلکہ یہ تو ایک کیفیت ہوتی ہے۔ Functional جو احساس تنہائی، مایوسی، ناامیدی، زودرنجی، ماضی کی یادیں اور مستقبل کے خدشات کی غمازی کرتی ہیں اور یہی کیفیات اب اس کی زندگی کے آخر دم تک ساتھ دیتی ہیں، یہ کیفیات (جن کو عرف عام میں بیماریوں اور معذوریوں اور بڑھاپے کی ناکاریوں سے تعبیر کیا جاتا ہے) دراصل ان بوڑھوں کو زیادہ خوفزدہ اور مایوس کن اور پریشان حال بناتی ہیں جو ان آخری ایام میں بھی اللہ کی یاد سے غافل ہوتے ہیں۔ اللہ کے سوا کسی اور دھیان میں بدستور لگے رہتے ہیں اور اللہ سے ملنے اور دیدار کا شوق و ولولہ نہیں ہوتا ہے وہ اس کا مطلق لحاظ نہیں کرتے کہ ان کی عمر میں یہ جو اللہ تعالیٰ نے توسیع کر دی ہے یہ لمحات تو ماضی کی تلافی کے لیے ہیں۔ اپنے اللہ کو راضی کر لینے کا موقعہ دیا گیا ہے ایسے قنوطیت پسند بوڑھوں کے برعکس جو اپنی ضعیف العمری میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے دیدار کی تمنا میں وقت گذارتے ہیں، وہ نہ صرف اپنی اولاد اور متعلقین کے لیے بلکہ تمام دنیا کی مخلوق کے لیے اور زیادہ مقدس برکت والے، ہر دلعزیز ہوتے ہیں اور ان کی یہ بنیادی ضرورت یعنی محبت اور خلوص بدرجہ اتم پوری ہوتی ہے اور وہ دوسروں کو بھی اس سے زیادہ محبت اور خلوص کی ضرورت فراہم کرتے ہیں وہ اپنے ان آخری ایام میں کافی پرسکون صابر و شاکر ہو جاتے ہیں چونکہ وہ اپنے اللہ کو راضی کر لیتے ہیں ان کے لیے ''موت'' انتہائی محبوب ہوتی ہے لوگوں کے برے بھلے سلوک اور برتاؤ کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے پھر تو اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ان کی نسلوں کو تمام متعلقین کو اور سارے گرد و پیش کے لوگوں کو ان پر مہربان کر دیتا ہے وہ ہمیشہ اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے۔ ایک حدیث پاک

Marfat.com

ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے ''جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہے' اللہ اس سے محبت کرتا ہے اور پھر فرشتوں کو حکم ہوتا ہے' یہ شخص اللہ سے محبت کرتا ہے اے فرشتو! تم بھی اس سے محبت کرو' پھر فرشتے اعلان کرتے ہیں' اے آسمان والو اور اے زمین والو! یہ شخص اللہ سے محبت کرتا ہے' اللہ کے فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں' تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ بیوی بچے اس کے اعزاء اور اقارب' ساری مخلوق' حتیٰ کہ چرند' پرند درند' بلوں میں چیونٹیاں' غرضکہ تمام مخلوق اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

لہٰذا پہلی بنیادی ضرورت انسانی زندگی کے لیے محبت وخلوص ہے جو اس طرح پوری کی جاسکتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

امن وعافیت

اس سلسلہ میں بھی ایک حدیث پاک کا مفہوم ذہن میں رکھیے کہ ''مومن وہ ہے جس کے ہاتھ سے' زبان سے' (اور تمام افعال سے) اس کا دوسرا بھائی محفوظ ہو۔ درحقیقت اگر پہلی ضرورت یعنی محبت اور خلوص کا دور دورہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے تو دوسری ضرورت یعنی تحفظ امن وامان تو ایک لازمی حاصل جمع کے برابر ہی ہوتا ہے۔

یوں تو انسان کے ساتھ ہزاروں خواہشات ہر وقت لگی رہتی ہیں۔ انسان کے خمیر میں اللہ تعالیٰ نے خواہشات ہی رکھی ہیں' مگر اپنی خواہش اور مرضی کے ماتحت رکھی ہیں۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

کوئی صحت اور طاقت کو حفاظت کا قلعہ سمجھتا ہے' کوئی مال ودولت کو اور کوئی اقتدار اور

حکومت کو، جب وہ یہ سب کچھ حاصل کر لیتا ہے پھر بھی اسکو چین نہیں ملتا، پہلے تو خدائی کا دعویٰ کر کے فرعون بن بیٹھتا تھا۔ ایک ہے تو دو کی دو ہیں تو چار کی چار اسی طرح دن رات اس کی خواہشات کا سلسلہ بندھا رہتا ہے۔ یہ ایک پیچیدہ اور سنگین نفسیاتی بیماری ہے جو غلط قسم کے فکری جذبات اور مادی طرز زندگی کا نتیجہ ہے وہ پریشانیوں کو پریشانیوں سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ حفاظت میں رہتے ہوئے بھی اپنے آپ کو ہر وقت غیر محفوظ ہی شمار کرتے ہیں، کیونکہ وہ تو وسوسہ، وہم، تشویش، خدشات، بدگمانی، شک وشبہات، بے یقینی، بے اعتمادی کے شکار ہوتے ہیں اور اسی خوف سے مہلک ہتھیار، زہریلی گیس، تباہ کن جراثیم کی پرداخت، ہائیڈروجن بم، نائیٹروجن بم اور نہیں معلوم کون کونسے ایٹم بموں کو ایجاد کرتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو غیروں کے حملے سے محفوظ رکھ سکیں۔ ذرا میرے ساتھ آپ بھی اس طرف سوچنے کی زحمت گوارا فرمایئے! اپنے کو زندہ رکھنے اور اپنی حفاظت کی خاطر دوسرے تمام بنی نوع انسان کو ختم کرتے چلے جانا یہ انسانیت کو تحفظ فراہم کرنے کا کونسا معیار ہوگا۔ دونوں فریق کے ہاتھ میں ہتھیار تھما دیجئے اور ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیجئے۔ دونوں بیک جنبش بٹن یا لبلبی دبا دیں تو گولیاں دونوں پر برس پڑیں گی، کون بچے گا؟ (جس کو اللہ بچائے گا) پھر کیا قدرت بدلہ نہ لے گی۔ اس سے زیادہ کیا ظلم ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا۔ تمام بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں۔ جب اپنی ساکھ اور اپنی بات منوانے کے لیے انسان، انسان کو ختم کرنے پر تل جائے، تو اللہ ہی کی بغاوت کرتا ہے۔ پھر تحفظ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ انسان اللہ کی طرف رجوع کر کے اللہ ہی کو خالق و مالک اور کارساز بنا لے اور یہ یقین کر لے کہ دوسروں کی جان مال، عزت آبرو، ہر چیز کا وہ خود ہی ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہے۔ تو حقیقی تحفظات بھی اللہ ہی سے مل سکیں گے۔

Marfat.com

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی؟

میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

سب سے پہلے اپنے کرتوتوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی جائے اور اپنے نفس کے شیطانی تقاضوں سے ندامت کے ساتھ توبہ کرلی جائے یعنی ان تقاضوں کو یکلخت ترک کرکے پھر اعادہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا جائے تو ہم اور آپ بھی اللہ کی حفاظت اور پناہ میں آ جاتے ہیں' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گرے ہوئے انسانوں کو اٹھا کر ایک ایسا معاشرہ تیار کرکے دکھادیا کہ آج تک انسانیت اس کی مثال نہیں پیش کرسکی- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص عراق سے پیدل چل کر مدینہ منورہ آیا تو دریافت کیا گیا کہ سفر کیسا گذرا؟ اس مسافر نے کہا کہ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل معاشرہ میں ایسا بھائی چارہ' محبت اور ہمدردی' مہمان نوازی' امن و عافیت ایسی ہمہ گیر فرمادی کہ مسافر جہاں سے گذرتا تھا ہر ایک شخص یہی اصرار کرتا تھا کہ یہ مسافر میرا حقیقی بھائی ہے اس کو راحت پہنچانا میرا فرض ہے' غرضکہ ہر بستی والے میری حفاظت کرتے تھے' خدمت کرتے تھے' راحت پہنچاتے تھے- وہ مسافر کہتے ہیں کہ تمام سفر مجھے محسوس ہی نہ ہوسکا کہ میں سفر میں ہوں نہ کوئی صعوبت نہ پریشانی' راحت ہی راحت ملتی رہی یہ کوئی واحد مثال نہیں ہے بلکہ ہر طرف امن و امان کا دور دورہ تھا- لوگ سڑکوں پر سونا اچھالتے چلتے تھے- آج بھی آل سعود کی حکومت میں ایک مدھم سی جھلک امن و امان کی دیکھی جاسکتی ہے- اب تو پولیس اس لیے بھرتی کی جاتی ہے تاکہ امن و امان برقرار رہے- امن و امان اس لیے بگاڑا جاتا ہے- تاکہ پولیس کی روزی چلتی رہے- اے حضرت انسان! کہیں آپ اپنا کارنامہ نہ سمجھ بیٹھیے گا کہ ''پہلے مرغی یا پہلے انڈا'' کا سوال اس بیسویں صدی میں آپ نے حل کردیا اور بغیر مرغی کے انڈے اور بغیر مرضی کے انڈے کے (مشینی) مرغی نکالنی شروع کردی ہے یا بغیر

Marfat.com

ماں کے رحم کے بچہ یعنی ٹیوب بی بی پیدا کرنا شروع کر دیا ہے- اے برخوردار! یہ بھی قدرت کی عطایا میں سے ہے کہ آپ کی عقل میں سے مرغی کو الگ نکال کر دکھایا اور انڈے کو الگ- اسی طرح قدرت نے آپ کی عقل سے اس وقت بچہ ٹیوب سے نکلوا دیا- جب ماں اور باپ نے اپنا اپنا تقدس سر بازار فروخت کرنا شروع کر دیا اور جب سے یہ فضاء آپ نے پیدا فرما دی ہے کہ نہ بیٹا ماں باپ کا ہوتا ہے اور نہ ماں باپ بیٹے کے ہوتے ہیں- بیٹا بھی وجود حاصل کر رہا ہے اور ماں باپ بھی' جسے چاہے جہاں سے چاہے مرغی بھی وجود حاصل کر رہی ہے اور انڈا بھی- مگر- مگر جان پدر! سب الگ الگ کسی کو اس زندگی میں کسی شے سے واسطہ نہیں- اسی طرح پولیس بھی موجود اور امن وامان کا بگاڑ بھی موجود مگر ایک دوسرے سے کوئی تعاون نہیں- دیکھا آپ نے حل المشکلات و قاضی الحاجات کا کرشمہ کہ آپ کی حل کی ہوئی مشکلات کو اور مشکلات میں مبتلا کر دیا- آپ ایک حل اپنی عقل کے مطابق نکالتے ہیں' ہزاروں مشکلات اس حل شدہ سے پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں- ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں بس اتنا اقرار کر لے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کر رہے ہیں' قصہ پاک جھگڑا ختم-

حاصل مطلب! نہ اولاد کو تحفظ والدین سے' نہ والدین کو تحفظ اولاد سے- نہ مرغی انڈے کی' نہ انڈا مرغی کا' نہ پولیس امن وامان کی' نہ امن وامان پولیس کی- اتنی بات اب اور ذہن نشین کر لیجئے کہ تحفظ ملے گا اعمال سے' مال سے تحفظ نہیں مل سکتا- اور اعمال وہی پسندیدہ اور کامیاب ہو سکتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اور بندہ کی فرمانبرداری کی چھاپ لگی ہو- اس کے علاوہ جتنے اعمال ہوں گے وہ جنجال ہوں گے' جان کے وبال ہوں گے-

امن طلب نگاہ کی سعی غلط تو دیکھئے
دائیں بائیں بار بار جانب دل کبھی نہیں

بہر حال ہر طرح کی حفاظت خواہ وہ امن وامان سے متعلق ہو' جان و مال سے ہو' صحت د

Marfat.com

توانائی سے ہو سب اللہ ہی کے پاس ہے- اللہ کے لیے اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر جو اپنی جان، مال صحت، ہمت کو استعمال کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ تحفظ عطا فرماتے ہیں اور وہی ہم سب پر نگہبان ہے- یعنی ہمارے ہر عمل اور نیت کو دیکھ رہا ہے- اسی کا قرآن پاک میں ارشاد ہے ان اللہ کان علیکم رقیباً- انسانوں میں جب سے "وہن" پیدا ہو گیا ہے یعنی دنیا کی محبت غالب آ گئی ہے- دلوں سے جذبہ جہاں جاتا رہا ہے- ہر وقت یہی خوف رہتا ہے- میں مر جاؤں گا، یہ بیماری کہیں جان لیوا ثابت نہ ہو- میرے کاروبار میں گھاٹا نہ آ جائے- مگر سب ہی اب تو گمراہی اور غفلت میں مبتلا ہیں- اگر ذرا سی حلق میں تکلیف ہو جائے تو اس کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے اسکو وسوسہ اور وہم ستاتا ہے ہائے! اب کیا ہو گا، اسی کا دھیان سوتے جاگتے جما رہتا ہے ہر وقت تاریک پہلو اس کے سامنے ہوتا ہے- وہ حفاظت کی تلاش میں اپنے کو غیر محفوظ علاقہ میں پہنچا دیتا ہے- حاصل یہ ہے کہ اس کی تمام زندگی خستہ حالی اور مایوس خیالی کا شکار رہتی ہے- دماغی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی تکلیف سے کراہتا رہتا ہے- جس طرح ستار یا سرود کے تمام تار ٹوٹ جائیں تو وہ ساز شکستہ کہلاتا ہے بالکل اسی طرح اللہ کے نافرمانوں کی یا ناپختہ کاروں کی زندگی کے تمام اعصاب شکستہ ہو جاتے ہیں- انسان کے وجود میں اگر اعصاب ہی اپنا فعل چھوڑ دیں تو وہ تمام افعال حرکات و اعمال سے مفلوج ہو جاتا ہے بس سانس لیتا رہتا ہے- یہ ہے آج کے دور میں حاصل زندگی!

آج کی دنیا میں ہر شخص اپنی پوزیشن کی حفاظت میں ایک دوسرے کے لیے خطرہ بنا ہوا ہے ایک چیمپین اپنی برتری کی حفاظت میں خوفزدہ ایک لیڈر اپنے مخالف سے غیر محفوظ- ایک انتظامیہ کمپنی اور ادارہ کا سربراہ اس وجہ سے خود کو ہر وقت غیر محفوظ سمجھتا ہے کہ کہیں کوئی مہم جو چالاک نوجوان اس کی ٹانگ گھسیٹ کر اس کی جگہ پر قابض نہ ہو جائے- ایک صنعت کار عدم حفظ کا نفسیاتی شکار ہو جاتا ہے محض اس لیے کہ اس کے مقابلہ میں دوسری فیکٹری قائم ہو گئی

Marfat.com

ہے- ایک تین چار سال کا بچہ اپنے کو غیر محفوظ خیال کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ اپنی ماں کی گود میں ایک اور نوزائیدہ کو دیکھ رہا ہے- ایک طالب علم اپنے استاد سے اس لیے غیر محفوظ سمجھتا ہے کہ کہیں وہ اس کو فیل نہ کردے اور ایک استاد اپنے شاگرد سے اس لیے خائف ہے کہ کہیں وہ چھرا نہ گھونپ دے-- اکثر لوگ تو اپنی ساری زندگی ہی کو غیر محفوظ تصور کرنے لگتے ہیں- ایک گورا آدمی کالے کی آبادی میں' ایک نیک معاش' رشوت خوروں' چوروں اور اسمگلروں کے درمیان ایک مذہبی انسان ترقی پسندوں کے درمیان- ایک مزدور سرمایہ داروں کے درمیان- ایک سرمایہ دار ہڑتالیوں اور گھیراؤ کرنے والوں کے درمیان- ایک خاتون اپنی سوکن یا اپنے شوہر سے کہ وہ طلاق نہ دے دے ایک شوہر اپنی بیوی کی بے التفاتی اور بدخصلتی کی وجہ سے خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے پر خواہ مخواہ مجبوری کا پھندا گلے میں ڈال لیتا ہے- غرضکہ ہر پیشہ کا ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت خود کو غیر محفوظ سمجھتا ہے کیونکہ موجودہ معاشرہ کی سب سے بڑی کارفرمائی یہی ہے کہ تحفظ کسی کو نصیب نہ ہو- بہت سے بیچارے اس عدم تحفظ کا اظہار بھی نہیں کرسکتے اور اندر ہی اندر ذہنی طور پر گھٹتے رہتے ہیں- کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ان پر کیا گذر رہی ہے- سارے ڈاکٹر طبیب تمام ٹیسٹ اور معائنہ کرکے اس سے کہتے ہیں کہ تم کو تو کوئی بیماری نہیں ہے وہ اس سے اور بھی حیران و پریشان ہوتا ہے' کوئی کہتا ہے اس کے اوپر جن کا اثر ہے' کوئی کہتا ہے سحر ہے- بالآخر وہ نہایت ہی ناخوشگوار جذبات کا مظاہر کرتے کرتے دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے- افسوس اس کو کسی نے اعتماد میں نہ لیا اور تحفظ فراہم نہ کرسکا-

عدم تحفظ کا احساس سب سے زیادہ عالم پیری میں ہوتا ہے- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے' جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ انسان جتنا بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے اس سے زیادہ اس کی خواہشات بھی بڑھتی چلی جاتی ہیں- خرابی صحت کا اندیشہ' مفلوج اور معذور ہوجانے کا خوف تنگی معاش اور مالی بحران کا خطرہ- ان سب سے بڑھ کر ایک دائمی اضطراب

Marfat.com

کہ اس کے اس آخری عمر میں اس کے محبوب ساتھی جو اس کے اس ضعیفی اور ناتوانائی میں ہر وقت مددگار رہتے تھے' ایک ایک کر کے دنیا سے اٹھتے چلے جارہے ہیں اور ان سے بچھڑنے کے غم میں وہ ہر وقت ہر آن غیر محفوظ اور غیر مطمئن سہما سہما سا رہتا ہے۔ آپ ہی اندازہ کیجئے کہ ان حالتوں میں اس بوڑھے بزرگ کا ذہنی توازن کیونکر برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ ان تمام امراض اور ایسے مریضوں کا مجرب علاج یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا والوں کے فرائض اور حقوق ادا کرتے ہوئے (اور جو دنیا والوں کے حقوق منصبی سے سبکدوش اور فارغ ہو چکے ہیں) اپنے پیدا کرنے والے پالنے والے' موت کے بعد جس کی آغوش رحمت میں جا کر ہمیشہ کے لیے قیام کرنا ہے اس کی یاد میں' اس سے ملنے اور اس کے دیدار کی تڑپ میں ہر لمحہ گذارنا سب سے بڑا اور حتمی علاج ہے۔ سورہ فاتحہ' سورہ حم سجدہ' سورۃ یٰسین' سورہ رحمن معہ حزب' سورۃ واقعہ معہ حزب' سورۃ ملک اور دیگر مسنون دعائیں معنی اور تدبر سے تلاوت کرلیا کریں۔ تو اگر حضرت نوح علیہ السلام جیسی طویل زندگی بھی مل گئی تب بھی انشاءاللہ خود کو کبھی بھی غیر محفوظ نہیں پائیں گے۔ اور پھر جبکہ خوف اور عدم تحفظ کے پراگندہ جذبات ہی نہ ابھر سکیں گے تو نفسیاتی امراض سے تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ عوامل جن سے دماغ کا دباؤ بڑھتا ہے اور غدود نخلیہ میں اندرونی رطوبات Harmones یا جسے Sth کہتے ہیں اور جسم گھلنے لگتا ہے ان سب مضرات سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس شخص کے گردے' دل و دماغ کی شریانوں کا فعل خراب ہو جاتا ہے جو بڑھاپے کی کمزوری کی علامت ہے لیکن ایسا شخص ذہنی طور پر ہر وقت موت کا استقبال کرنے کو آمادہ رہتا ہے۔ وہ اپنے خدا سے ملنے کی دھن اور شوق میں اس کی بھی فکر نہیں کرتا کہ کب کہاں' کس طرح اس کی موت آتی ہے۔ جیسے بھی آئے جہاں بھی آئے وہ محل ہو یا جھونپڑی کوئی سرہانے موجود ہو یا اکیلا ہو' اس کی لاش کو کوئی زمین میں دفن کر دے یا سمندر میں پھینک دے یا آگ میں جل جائے یا جنگل میں

Marfat.com

یونہی بے گور و کفن پڑی رہ جائے وہ اپنے محبوب لم یزل ولا یزال کے دیدار کی تمنا میں ہر حال میں مرنے کو تیار رہتا ہے۔ وہ جنگل میں پڑا ہوا اپنے لوگ گیت گاتا ہوا اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا چیل اور کوؤں کو مخاطب کر کے والہانہ بے فکری سے کہتا جاتا ہے۔

کاگا سب تن کھائیو' چن چن کھائیو ماس
یہ دو نینن مت کھائیو پیا ملن کی آس

دل من پارہ گشت از غم نہ زاں گونہ کہ یہ گردد
اگر جاناں ہمیں شاد است یارب پارہ تر بادا

عاشق کا تو شیوہ ہے راضی برضا رہنا
وہ کچھ کریں مالک ہیں رحم ان کا عتاب ان کا

لہٰذا میں اپنے ان تمام ہم عصر ساتھیوں کو اور زیادہ عمر والے بزرگوں کو' اور قیامت تک آنے والے ان نسلوں کو جو اپنی ..... اپنی جوانی کو گذار کر عالم پیری میں آتے رہے گے۔ نہایت ہی مخلصانہ اور والہانہ دعوت دیتا ہوں کہ اپنے بڑھاپے کی زندگی کو جو برف کی طرح پگھل رہی ہے اور تیز و تند آندھی میں چراغ کی طرح ٹمٹمارہی ہے۔

اے شمع زندگانی کیوں ٹمٹما رہی ہے
شاید کہ باد صرصر تجھ کو بجھا رہی ہے

اور جو پانی کے ایک بلبلے کی طرح ایک جھونکے کے انتظار میں ہے۔ ایسی ختم ہونے وا زندگی کا رخ آپ اپنے مالک و خالق کی طرف موڑ لیجئے۔ اپنے بیہودہ مہلک جذبات ا بوالہوسی کو لگام دے دیجئے۔ دنیاوی علائق کی گرفت سے اپنے کو نکالنے کی فکر کیجئے۔ ا تمام دنیاوی مشاغل کو اپنی اولاد اور پس ماندگان کے ذمہ کر کے صرف مشورہ اور رہنمائی محدود کر لیجئے گھر بار مال و منال' جائیداد' عزت و آبرو اب یہ سب کے سب آپ کے لیے

Marfat.com

سرہیں اس سے بھی آپ کی آنتوں کی معدہ کی جگر کی دل و دماغ کی اور تمام اعضائے رئیسہ کی خرابی رونما ہو رہی ہے اور انہیں چکروں میں آپ کے اندر گھٹیا جذبات جنم لے رہے ہیں اور آپ کو ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ خدا کے لیے اپنے اوپر اپنی اولاد اور اپنی آنے والی نسلوں پر ترس کھائیے۔ خدا کی پر خلوص عبادت میں انہماک حاصل کر لیجئے۔ بس اب وقت تھوڑا سا رہ گیا ہے۔

یاد خدا میں زندگی مستعار دے
تھوڑی سی رہ گئی ہے اسے بھی گزار دے

اسی فانی دنیا میں اور ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی زندگی میں نجات ابدی سکون و چین کا واحد راستہ یہی ہے اور بہت آسان راستہ ہے صرف ارادہ آپ کا باقی اللہ کا وعدہ ہے۔ والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت) ترجمہ اور جن لوگوں نے ہمارے راستہ میں کوشش کی ہم ان کو اپنی راہ ضرور دکھائیں گے۔

پس میرے پیارے بھائی بہنو! چاہے شیر خوارگی ہو طفلی ہو بچپن ہو عنفوان شباب ہو جوانی ہو ادھیڑ عمری ہو یا بڑھاپا ہر دور میں انشاء اللہ تحفظ ملے گا۔ خدا ترسی سے خدا کو جواب دینا ہے۔ جزا سزا برحق ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے۔ اس زندگی کے بعد خدا سے ملنا ہے اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے یہ عقیدہ اور اس پر عمل آپ کو مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کا کوئی نظام آپ کو تحفظ نہیں دے سکتا۔ تحفظ تو کیا احساس تحفظ اور چین کا سانس بھی مہیا نہیں کر سکتا۔

ایک واقعہ

حوا بائی ایک بہت مالدار گھرانے کی بیٹی تھی اس کی شادی بھی ایک مالدار کے لڑکے اشرف سے ہوئی۔ ان دونوں نے الگ الگ اپنے بچپنے سے اپنی زندگی کا ایک خیالی خاکہ بنا

Marfat.com

رکھا تھا- شادی کے بعد خدا کے فضل سے دونوں کے ذہنی خاکوں میں کچھ تھوڑے سے ردو بدل کے بعد یک رنگی اور ہم آہنگی پیدا ہوگئی تھی' جس کو اشرف کے ماں باپ نے خوب سراہا اور پورا تعاون بڑھایا- لیکن اشرف ابھی صرف ایک لڑکی اور ایک لڑکے کا باپ بن پایا تھا کہ اللہ کو پیارا ہوگیا- اور حوا بائی اپنی عمر کے پچیسویں سال ہی بیوہ ہوگئی' اس کا تمام خاکہ اس کے شوہر کے ساتھ ہی خاک میں مل گیا- اشرف کے والدین سے الگ اور اپنے والدین سے بھی علیحدہ اپنے دونوں بچوں کے ساتھ اسی خاکے کی مٹی کے ڈھیر سے اس نے اپنے باقی ایام کو الگ تھلگ بے مونس و غمخوار تنہا زندگی گذارنے کے لیے اپنے مستقبل کا ایک خیالی گھروندا پھر بنالیا- اب حوا بائی اپنے ان دونوں بچوں کو اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھ کر ان کی پرورش' تعلیم و تربیت میں منہمک ہوگئی اور اپنی جوانی کے تمام تقاضوں کا گلا گھونٹ کر اپنے شوہر کے ساتھ دفن کردیا- اب صرف یہی دو بچے اس کی زندگی کے مرکز تھے- لہٰذا ہر طرح کی نگرانی' روک ٹوک' دیکھ بھال' خبر گیری کے ساتھ ساتھ یہ تشویش کہ شوہر کی یادگار یہ دونوں بچے میری زندگی کا سہارا ہیں ان کو مجھ سے کوئی چھین نہ لے- ہر وقت کی اس تشویش کے علاوہ وہم خوف بھی اس کے دل و دماغ میں سما گیا- اس کا اثر کہہ لیجئے کہ بیجا لاڈ پیار بھی حد سے زیادہ بڑھ گیا- یہی جذبات پکتے پکتے حوا بائی اور ان بچوں کے لیے ذہنی اور نفسیاتی مرض کا سبب بن گئے- لیکن حوا نے جب لڑکے کی شادی کردی تو بہو بہت سعادت مند مل گئی' اور اسی طرح داماد بھی' جس سے اس کی ذہنی بیماری کو بہت افاقہ ہوا- داماد اور بہو دونوں نے حوا بائی کی کافی خدمت کی- لیکن جب ان کی اولاد ہوئی' خصوصاً جب حوا کے پوتی پیدا ہوئی تو پھر وہی جذبات ابھر آئے اس کو ایک کھلونا مل گیا' پوتی کا نام زرینہ رکھا- اولاد سے زیادہ زرینہ کی دیکھ بھال کرتی رہتی خوب موٹی' تازی اور تندرست ہوگئی- مشنری اسکول میں داخل کرادیا گیا- اب جو دیکھو زرینہ کو ٹوکتا کہ تو بہت موٹی ہوتی جارہی ہے- غذا کم کردے- کچھ دنوں کے بعد فاقہ کرنے

Marfat.com

لگی اور پھر تو اس کو کھانے سے نفرت ہوگئی اور سکھ کر کانٹا ہوگئی- حوا بائی سخت پریشان تھی' زرینہ کو بھی دادی سے بہت محبت تھی لیکن کھانے کے معاملہ میں دادی سے بھی باقاعدہ تکرار کرنے لگی- اس طرح حوابائی ایک عجیب نفسیاتی کشمکش میں مبتلا ہوگئی' زرینہ موٹی ہو رہی تھی' تو اناڑی ماہرین نفسیات دادی کو مورد الزام ٹھہراتے رہے کہ بیجا پیار اور لاڈ کا ہی اثر ہے کہ بچی کی صحت خراب ہو رہی ہے- زرینہ کو الگ سٹنگ دیتے- اور اس کے ماں باپ کو الگ' تنہائی میں بٹھا کر بار بار یہ کہتے کہ دادی کا بہت غلط طریقہ ہے اس سے علیحدگی اختیار کر لو ورنہ تمہاری بچی بچے گی نہیں' اس طرح گھنٹہ گھنٹہ بٹھا کر غذا کم کرنے کا فتویٰ صادر کرتے رہتے- زرینہ پر اتنا اثر ہوا کہ اس کو کھانے سے بالکل نفرت ہوگئی اور کبھی کبھی خودکشی پر آمادہ ہو جاتی- اور اگر کوئی بار بار اصرار کرتا تو وہ چڑ جاتی اور کہتی کھانا تو نہ کھاؤں گی' زہر کھالوں گی- جب حالت یہاں تک پہنچی تو زرینہ کو نفسیاتی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا- ایک ہزار روپیہ روزانہ اس کا خرچ- نرس کی فیس اور دوا کی قیمت الگ- دو تین نرسیں رکھی گئیں آٹھ آٹھ گھنٹہ کے لیے باری باری ایک مس مارٹن' دوسری مسز جوزف' تیسری مارگریٹ بعد میں مس مارٹن کو مستقل زرینہ کا اتالیق مقرر کر دیا گیا- دو سو روپیہ روزانہ پر- زرینہ اس سے بہت مانوس ہوگئی- مس مارٹن کو زرینہ کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کے لیے جو موقع فراہم ہوا اس کا اندازآپ کر ہی نہیں سکتے- سولہ سال کی زرینہ تندرست ہوگئی تو ماں باپ دادی سب کے ہاتھ سے گئی اور اگر زیادہ ٹھیک نہ ہو سکی تو تمام عمر مس مارٹن کی گرفت سے نکلنا محال- مس مارٹن کی دوستی اور خدمات کا نتیجہ صرف اتنا نکلا کہ کبھی کبھی زرینہ ڈرپ لگوا لیتی تھی اور ٹوسٹ- آدھا چمچہ مکھن آدھی پیالی دودھ اور آدھا انڈا تک غذا دینے میں کامیاب ہوگئی- مگر وزن سولہ سال بچی کا ساٹھ پونڈ سے آگے نہ بڑھ سکا- ڈاکٹر کی ہدایت پر زرینہ اپنی دادی سے بالکل علیحدہ کر دی گئی- ادھر زرینہ کی کچھ دنوں تک تو خوب Brain washing برین

واشنگ بلکہ مارننگ (سسٹر مارٹن کے تاثرات کے لحاظ سے) ہوتی رہی- ادھر حوا بائی پر نفسیاتی دورے پڑنے لگ گئے- زرینہ کی اسطرح جدائی اس کے برداشت سے باہر تھی- تمام گھر پر سسٹر کا عمل دخل ہو گیا- دادی اماں کو سب سے نفرت ہو گئی اور دادی اور پوتی کے معالج اب ایک ہی ہو گئے- سسٹر کو ہدایت ملی اور صرف اس حد تک اجازت دی گئی کہ شام کو دادی صاحبہ اپنے کمرے سے باہر آ کر دور سے پوتی کو دیکھ لیا کریں- ہسپتال سے گھر واپسی کے بعد سے یہی نظم کافی عرصہ تک قائم رہا- ڈاکٹر اپنی سی تمام کوشش کر کے اور ہدایات صادر فرما کر رخصت ہو جاتے نرس کا سلسلہ چلتا رہا- مگر دونوں مریضہ اپنی اپنی حالت پر برقرار رہیں-

تھوڑے عرصہ کے بعد حوا کو ایک اور ڈاکٹر کے پاس جانے کا اتفاق ہوا- یہ کوئی اللہ والے بزرگ تھے- تمام حالات سن کر ڈاکٹر صاحب پہلے تو زرینہ کو بلا کر کئی گھنٹہ باتیں کرتے رہے- تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور اس کے ذریعہ اس کی ذہنی کثافت کو دور کرنے کا انتظام کیا- وقفہ وقفہ سے دادی اماں کو بھی گفتگو اور اللہ کی یاد' بھروسہ اور یقین اور اعمال پر آمادہ کرتے رہے- ایک دن دونوں کو ایک وقت میں بلوا کر ملوا دیا- دونوں مل کر لپٹ کر خوب روتی رہیں- پھر دونوں کے معمولات مرتب کیے- نماز' تلاوت' اذکار اور جب زندگی کا تھوڑا سا اعتماد قائم ہو گیا تو سسٹر مارٹن کی چھٹی کر دی- پھر باتوں باتوں میں عورت کی ذمہ داری بتائی کہ زرینہ سولہ سال کی ہو چکی ہے اب سوسائٹی میں برادری میں اس کو اپنا خود ایک مقام بنانا ہے جس میں ایک صحتمند جسم اور ایک صحتمند جذبات کے حامل دل و دماغ کی ضرورت ہوتی ہے- دل بادشاہ ہے اور دماغ اس کا وزیر اور کار پرداز اور وزیر کے کار پرداز تمام اعضاء و جوارح ہیں اور سب اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں ان کے خرچ کے لیے کچھ انرجی کی ضرورت ہوتی ہے اسی انرجی کو ایندھن کہتے ہیں اور ایندھن بھی متوازن...... اسی طرح وقفہ وقفہ سے کہتے گئے- غذا کے مسئلہ کو براہ راست نہیں چھیڑا- جب پڑھنے لکھنے ملنے

Marfat.com

چلنے اور بات چیت کرنے میں دلچسپی بڑھی تو کھانے کی رغبت پیدا ہونے لگی کیونکہ غذا سے نفرت نفسیاتی مرض تھا۔ اب نماز پڑھ کر تلاوت اور لوگوں کی اور خاص کر دادی کی خدمت کرنے میں شوق محسوس کرنے لگی پھر انہی بزرگ نے ایک حدیث پاک کا مفہوم پیش کیا۔ سیحوا صیحوا (سفر کرو صحت ہوگی) سفر سے واپسی کے بعد معلوم ہوا کہ اس کی شادی ہوگئی۔

ایک گلاب کے پھول میں اصل روح تو اس کی خوشبو ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک کوئلہ کو لے لیجئے اس کی اصل روح چنگاری ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح انسانی دل و دماغ ہیں اور ان کے افعال ہیں جن میں جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے دل کی دو بیماریاں ہوئیں۔ پہلی بہ حیثیت عضو کے اور دوسری اعضاء کے افعال کے اب دل کی بیماریوں اور نفس کے عیوب پہنچاننے کے لیے بدبیر سنیے۔ جس طرح آنکھ کی صحت و درستی یہ ہے کہ اچھی طرح دیکھ سکیں' پاؤں کی صحت یہ ہے کہ خوب چل پھر سکیں اور ہاتھ کی تندرستی یہ ہے کہ اچھی طرح کام کر سکیں۔ اسی طرح دل اور دل سے نکلنے والے جذبات کی صحتمندی اس میں ہے کہ جو فرض اس کو سونپا گیا ہے اسے کمال سہولت کے ساتھ پورا کر سکے اور فطرت کے تمام تقاضوں کو ہم آہنگ بنائے۔ یہ دو ذریعوں سے ممکن ہے۔ پہلا ارادت' اعتقاد اور یقین ہے۔ دوسرا قدرت ہے۔ اعتقاد اور ارادت کا مطلب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی شی میں انہماک اور مشغولیت نہ رکھے۔ عربی کا مقولہ من شغلک ضنمک جو جس میں مشغول ہوتا ہے وہی اس کا معبود ہوتا ہے۔ اس لیے معفرت الہٰی بالکل اسی طرح دل کی غذا ہے' جس طرح کھانا پینا جسم کی غذا ہے اور سیدھی سی بات ہے کہ جو بدن بھوک کی خواہش نہ رکھتا ہو وہ صحتمند نہیں ہو سکتا وہ بیمار ہے یا حد سے زیادہ کمزوری کا شکار ہے۔ اسی طرح جو دل حق تعالیٰ کی محبت سے محروم ہے وہ دل لامحالہ بیمار اور کمزور ہے چنانچہ (ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ آپ کہہ

دیجئے) قل ان کان اباء کم الایتہ (توبہ ۲۴) ترجمہ - تو کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں وانتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ راستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو - توبہ' ۲۴

جس انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور بندگی کیسے کرے گا اور جس میں بندگی نہ ہوگی وہ اپنے عیوب اور نقائص سے کیسے آگاہ ہو سکے گا اور جو اپنے عیوب اور نقائص سے آگاہ نہ ہو سکے گا وہ بنی نوع انسان کی خدمت اور ہمدردی کیسے کرسکتا ہے اور جس میں اپنے ایسے انسانوں سے ہدردی نہ ہوگی وہ تعمیری کارنامے اور تخلیقی مظاہرے کیسے انجام دے سکے گا - اپنے عیوب اور نقائص سے باخبر نہ ہونا یا باخبر ہوتے ہوئے بھی اس سے لاپرواہی اور نظر انداز کرتے رہنا بہت بڑی مہلک بیماری ہوتی ہے - جو شخص اس مہلک بیماری کا علاج مستقل مزاجی سے لگ کر کرالیتا ہے اس کی تعمیری اور تخلیقی بلکہ ہر طرح کی خواہش پوری ہوسکتی ہے -

چار طریقے ہیں جن سے آپ اپنے عیب کو آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں -

پہلا طریقہ - کسی کامل رہبر کی صحبت حاصل کیجئے جو آپ کے عیوب اور نقائص کی نشاندہی کرتا رہے -

دوسرا طریقہ - کسی مخلص اور شفیق دوست کو اپنا نگران مقرر کرلیجئے جو آپ کے عیوب پر پردہ ڈالنے کے بجائے ان سے آپ کو آگاہ کرتا رہے -

تیسرا طریقہ - اپنے مخالفین کی باتوں کو بہت تحمل اور دھیان سے سنئے کیونکہ دشمن کی نگاہ ہمیشہ عیبوں پر پڑتی ہے -

Marfat.com

چوتھا طریقہ- دوسرے لوگوں کے عیب دیکھ کر اپنے اندرون میں بھی کھوج لگائیے کہ میں بھی تو اس میں مبتلا نہیں ہوں اور ان عیوب سے اپنے آپ کو خوب بچائیے-

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اسی طرح بوڑھوں کے ساتھ ناشکری اور دل شکنی سے جو ذہنی امراض پیدا ہوتے ہیں وہ اور بھی زیادہ بھیانک ہوتے ہیں- ہمارے سن رسیدہ بزرگ خواہ کتنا ہی نفع بخش کام کرتے ہیں- پھر بھی نوجوان اس کا اعتراف نہیں کرتے اور یہ سمجھ کر اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جب وہ بوڑھے ہو گئے تو ان کا کام بھی بوڑھا ہو گیا- پرانے زمانہ کی بات ہو گئی- ایسی حالت میں ان بوڑھوں کے کارناموں کو سراہنے والے صرف ان کے ہم عصر بوڑھے ہی رہ جاتے ہیں لیکن یہ بھی یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوتے جاتے ہیں اور پھر کوئی بھی ان کے اچھے اور نمایاں کاموں کو انجام دینے پر شکر اور اعتراف کے ایک لفظ کا روادار نہیں ہوتا- اس کے بجائے نوجوان ہمیشہ حوصلہ شکنی ہی کرتے رہتے ہیں کہ یہ کونسا بڑا کام کیا ہے یہ کوئی ترقی اور کامیابی نہیں ہے یہ تو وہی پرانا فرسودہ طریقہ ہے- ان بوڑھوں سے کیا ہوگا یہ تو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی بتی کے مانند ہیں جس کو کسی بھی وقت ہوا کا ایک تیز جھونکا ٹھنڈا کر دے گا-

ستم ظریفی کی حد ہے کہ جس انسان نے اپنی تمام عمر بہادر ہمت اور اولوالعزمی سے اپنی نوجوان نسل کو نفع رسانی اور ترقی درجات کے لیے خون پسینہ ایک کیا وہ جب بوڑھا ہو گیا تو اس پر تنقید کی بوچھاڑ کی جاتی ہے- سرد مہری اور بے رحمی کی سنگ باری کی جاتی ہے- اس پر کیچڑ اچھالی جاتی ہے جس سے اس کے تمام اعضاو جوارح بلکہ روح بھی مجروح ہو جاتی ہے-

Marfat.com

ان کے قریب المرگ لمحات میں جذبات اس قدر زخمی کر دیئے جاتے ہیں کہ ذہنی دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ ''مرے پر سو درے'' اسی کو کہتے ہیں۔

۶۔ نوجوانوں کا ذہنی مریض ہونا

ذرا غور کیجئے ان بوڑھوں سے تو زیادہ شدید نفسیاتی مرض ان نوجوان نسلوں کو لاحق ہو گیا ہے جو اتنی بھی سمجھ اور ضبط وتحمل نہیں رکھتے کہ اپنے بڑوں کے کارناموں کی تھوڑی سی تعریف کر دیں یا ان کا احسان مان لیں' ان کی دلداری' عزت واکرام کے چند الفاظ ان کی خدمت میں پیش کر دیں اس سے ان نوجوانوں کا کیا بگڑتا ہے۔ اب سے صرف تیس پینتیس سال پہلے ایسے گھٹیا جذبات اور سلوک کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگر کہیں ذکر ہوتا تو انتہائی نالائق اور نافرمانی سمجھی جاتی تھی۔ وقت کی تبدیلی سے تہذیب نہیں بدلا کرتی۔ یہ تو دراصل مغرب تہذیب کی نقالی اور اندھی تقلید ہے اور مغرب کے غلط نظریات سے پیدا شدہ غلط جذبات اور اسلامی طرز تعلیم وتربیت سے لاپرواہی اور فراموشی کا نتیجہ ہے۔۔ ہادی برحق' فخر موجودات محسن انسانیت ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو اپنے بڑوں کی عزت نہیں کرتا' اپنے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور اپنے علماء کی عظمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۷۔ بچوں کی حوصلہ افزائی

پچھلے صفحات میں آپ نے حوصلہ شکنی کے برے نتائج خواتین کے بارے میں' بوڑھوں کے بارے میں اور نوجوانوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائے۔ اب خدا کے لیے اپنے نو بالغ اور نابالغ بچوں پر رحم کھا کر ان کے ساتھ اعتراف اور ان کی اچھی کارکردگی کو سراہنے سے تو بخل نہ کیجئے۔ انتہائی بخیل اور ظالم ہے وہ شخص جو اپنے بچوں کو ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ' مار پٹائی'

Marfat.com

چیخ پکار، دھونس، دھپا اور رعب داب کے ذریعہ تربیت کی کوشش کرتا ہے۔ بچوں کے ہر کام کی اور ہر حرکت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور انکو شاباش دینے میں کوتاہی کرتا ہے۔ یہ ہرگز بھولیے کہ بچہ بالکل ابتدائی زندگی میں (جبکہ ابھی سن کے اندر تھوڑا تھوڑا شعور پیدا ہونے لگتا ہے) محبت اور پیار سے بھی زیادہ اپنے والدین اور متعلقین سے اپنی اہمیت اور وقعت کا اعتراف چاہتا ہے۔ ہر شخص کو توجہ کا مرکز بننا چاہتا ہے۔ اپنی اس کوشش میں وہ معصومانہ مگر بیزار کن شرارت کرنے لگتا ہے جس سے ناسمجھ والدین کو غصہ آنے لگتا ہے اور یہی بچہ کو خراب کرنیکی جڑ ہے۔ جو بچہ جتنا زیرک، فہیم اور چنچل ہوگا اتنا ہی وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ رکھنے اور جاذبیت میں لگا رہے گا۔ ایسے بچہ کی اس کے اچھے افعال اور حرکتوں پر تعریف کرنا بہت ضروری ہے۔ شاباشی ضرور دینا ہوگی لیکن ساتھ ہی ساتھ اس عادت سے بھی بچانا بہت ضروری ہوگا کہ وہ خودستائی، خود بینی خودنمائی، سراہے جانے کی تمام برائیوں کے جال میں نہ پھنس جائے اور اپنے آگے کسی کی کوئی حیثیت نہ سمجھے۔ کیونکہ اس سے وہ بچہ احساس برتری کے ملغوبے میں پھنس کر نفسیاتی بیماری میں مبتلاء ہو جائے گا۔ جو بچے اپنے گھریلو ماحول اور وراثت کے اثر سے سست کاہل بدھو قسم کے ہو جاتے ہیں ان کے اندر بھی اپنی جیسی کارکردگی پر سراہے جانے کا جذبہ موجزن رہتا ہے وہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ جو بھی کریں اس کی تعریف کی جائے۔

احترام ایک بہت چنچل بچہ تھا۔ شروع ہی سے توڑ پھوڑ اس کا مشغلہ تھا۔ ایک دن کھیلتے کھیلتے ایک بہت بڑا تالا (قفل) جو ایک کمرے میں لگا ہوا تھا۔ کھولا گیا تو وہ اس کو اٹھا لایا۔ اور جتنے اوزار گھر میں موجود تھے اور نوکیلے پتھر سب کو جمع کر کے اس تالے کو توڑنا شروع کر دیا۔ ماں باپ سب اسکی تنہائی پسندی سے واقف تھے کوئی توجہ نہ دی۔ جب کافی دیر ہوگئی اور وہ اپنے کام میں زیادہ منہمک نظر آیا تو ماں نے اس کو آواز دی، کچھ دیر کے بعد احترام

Marfat.com

دوڑا ہوا آیا ''اماں'' ''اماں'' ! ''ماں کے محنت کی جب جا کے تو تا'' - بہت خوش تھا باچھیں کھلی ہوئی تھیں - سب لوگ ہنسنے لگے ماں نے پوچھا - کیا توڑ کر کے آئے ہو - بڑے شوق میں اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کے لے گیا - دکھایا - اور بولا - اماں بہت محنت کی تب جا کے یہ دیکھو یہ توٹا ہے - دیکھا تو وہ تالا ٹوٹا پڑا ہے - اب احترام کا یہ کارنامہ ماں باپ کے لیے ایک مسئلہ بن گیا - اگر تالا توڑنے کی اس عظیم حرکت و محنت کو سراہتے ہیں تو جوان ہو کر یہ بچہ تالا توڑنے کا عادی اور چور ہو جائے گا - اور اگر شاباشی نہیں دیتے تو دل شکنی ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ جوان ہو کر پست پن اور بھوندو بن جائے - بہر حال انہوں نے اس کی محنت کی بہت داد دی اور فوراً گھر میں ٹوٹی ہوئی گھڑیاں' سائیکل ہوا بھرنے کا پمپ اور لوہے کے بہت سے بولٹ' بجلی کے سوئچ وغیرہ جمع کر کے احترام کے سامنے لا کر ڈھیر لگا دیا اس میں وہ محنت کرتا رہا' مہارت حاصل کرتا رہا اور اس کی خوب خوب تعریف ہوتی رہی' جوان ہو کر وہ فوج کا بڑا افسر بنا اور اب وہ امریکن تعمیرات کمپنی کا مالک ہے - یہی احترام مجھ سے بحث کرتا کہ چور کا ہاتھ کاٹنا انسانیت سوز سزا اور بڑی بے رحمی ہے - اللہ کا کرنا اس کا بہت قیمتی کیمرہ اور اس کی دنیا سے سیاحت کے متعلق تمام تصاویر اور نوادرات کا ذخیرہ اس کے کیمپ سے چوری ہو گیا - بڑے غصہ میں لال پیلے' ہاتھ میں پستول سنبھالے منہ سے جھاگ نکالتے ہوئے گرج کر بولا - مجھے ایسا چور کم بخت' حرام زادہ اگر بھی مل جائے تو اس کو گولی سے اڑا دوں - میں نے کہا غصہ میں کہہ رہے ہو یا واقعی ! فرمانے لگے دیکھیے مجھ سے مذاق مت کیجئے میں آپ کا بڑا احترام کرتا ہوں میں نے کہا میرے عزیز بھائی میں بھی آپ کے احترام کے غم میں برابر کا شریک ہوں' آپ کہہ رہے تھے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا بے رحمی ہے - سچ ہے جان سے مار دینا وہ بھی گولی سے چور پر رحم کھانے کے مترادف ہے؟ کہنے لگے آپ میرے بزرگ ہیں اور مجھے بہت عزیز ہیں مجھے اس وقت نہ چھیڑیئے کوئی اور ہوتا تو میں اسی کو گولی سے اڑا دیتا - سچ ہے

Marfat.com

قانون قدرت پر اعتراض صرف جھوٹے وکیلوں کی طرح وہی لوگ کرتے ہیں جن کو اپنی فیس اور پیٹ کے دوزخ کو بھرنا ہوتا ہے اور جب خود ان پر وہی افتاد پڑ جاتی ہے تب وہ فریادی بن جاتے ہیں۔ چور اپنے ہاتھ کاٹے جانے پر واویلا مچاتا ہے۔ لیکن جب اس چور کا خود مال و متاع کوئی دوسرا چوری کر لیتا ہے تو اس کو ہاتھ کاٹنے کی سزا ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے۔ یقین نہ آتا ہو تو خود چوری کر کے دیکھ لیجئے۔ اور اپنا مال اور سرمایہ چوری کرنے والے کو گرفتار کر کے دیکھئے۔ مگر مال کی واپسی کی شرط نہ ہو۔ یہ بھی قانون فطرت ہے۔ قانون فطرت بنام قانون قدرت۔۔ فیصلہ محفوظ۔۔ اسی فیصلہ پر اور تمام جرائم کا قیاس کر لیجئے! جھوٹ' زنا' سود' نفع خوری' قتل اغوا' غیبت' بہتان' تہمت وغیرہ۔ بچوں کو تربیت دیتے وقت اور ان کی تعریف ستائش' ضرور کیجئے' لیکن اس بات کا بھی پورا دھیان رکھئے کہ ان جرائم کی کسی صورت میں کسی مقدار میں بھی ہمت افزائی نہ ہونے پائے اور یہ کام اسلامی تعلیمات ہی سے ممکن ہے۔ یعنی اس یقین سے کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور اس کو جواب دینا ہے۔ غرضیکہ سراہے جانے کی خواہش دونوں قسم کے بچوں میں پائی جاتی ہے۔ یعنی زیرک' فہیم اور چنچل بچوں کے برعکس' سست' غبی اور کاہل بچوں کی کارکردگی پر شاباشی نہ دی جائے تو وہ احساس کمتری اور قنوطیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کے نگران ماں یا باپ نے ان بچوں کی سستی اور کاہلی سے بیزاری کا اظہار کیا اور چنچل زیرک بچوں کو صحیح ڈگر پر نہ ڈالا تو وہ شدید ذہنی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر تو ماں باپ کی بھی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے کیونکہ وہی تو بچوں کی نفسیاتی بیماری اور تباہی کے ذمہ داری ہیں۔ صرف حوصلہ افزائی درگذر اور اعتراف کارکردگی ہی ان کو اونچے مقام پر بحال کر سکتا ہے اور یہی ان کی ذہنی بیماری کا علاج ہے۔ ماں باپ بچوں میں خدا پر مکمل اعتماد اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔ اور یہی جذبہ ایسے مریضوں کو مکمل صحت دینے کا ضامن ہے' جو خدا کو راضی کرنے کے لیے اس کے احکامات کی دوسروں کو

Marfat.com

دعوت دینے کا بیڑا اٹھا لیتا ہے۔ وہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہتا۔ کائنات اس کی ذات کی اس کے صفات کی اس کے افعال کی اس کے اعمال کی معترف اور احسان مند ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی کارگذاری کو سراہتے ہیں۔ بقول اقبالؒ۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے یہ خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

''جو حضرات اقبال کے فلسفہ خودی پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ اس فارمولے کو سامنے رکھیں کہ خود آ گاہی' خدا آ گاہی' خودی۔ لہٰذا اپنی ذات کے اندر کے گناہوں اور رذائل کو فنا کر کے جب دیکھیں گے تو سامنے بقا کا دروازہ کھلا ہوا نظر آئے گا۔ صرف اپنی ذات پر نگاہ جما لینا' خودنمائی' خودستائی اور ذہنی ونفسیاتی بیماری ہے اور اپنے اعمال پر نگاہ رکھنا ''خودی'' ہے۔ یہ تکبر نہیں ہے۔ بلکہ تدبر ہے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے۔ ''من عرف نفسه فقد عرف ربه' (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔'')

۸۔ تنوع پسندی

گذشتہ صفحات میں یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ساری کائنات میں اور حضرت انسان میں ہر لمحہ تغیر ہوتا رہتا ہے۔ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک ظاہری اور جسمانی طور پر اور اس کے اندر کے تمام نظام اور افعال' احساسات' جذبات کیفیات' وجدان' تفکرات' سوچ' خیالات سبھی بدلتے رہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ مرد کے جسم کا پانی اس کے تمام جسم کا چکر لگا کر باپ کا نطفہ بنتا ہے اور اسی طرح عورت کے جسم کا پانی ماں کا نطفہ بناتا ہے۔ پھر جب باپ کا نطفہ ماں کے رحم میں جاتا ہے تو ماں کے خون میں سرایت کرتا ہے اور وہیں خوب گھونٹا پھینٹا جاتا ہے (لاکھوں جرثومے اولاد کی شکل بننے کے لیے آمادہ اور تیار رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق وخالق برتر

Marfat.com

کا ہی کرشمہ ہوتا ہے--- نہ کسی سائنس کا دخل نہ کسی مخلوق کی مجال- جس جرثومے کو حکم دیتے ہیں بس وہی بچہ بن جاتا ہے- ورنہ تو لاکھوں بچے ایک ہی وقت میں پیدا ہو جاتے (اور ماں بیچاری کا پیٹ اور رحم کیونکر متحمل ہوتا) اور یہ بھی فرمایئے اور قربان جایئے خالق یکتا' بے مثل' لازوال ولاشریک کے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری انسان کی قیامت کے دن تک کہ پیدائش تک جتنے بھی انسان پیدا ہوتے رہیں گے سب میں کچھ نہ کچھ تغیر اور تبدیلی ہوتی رہے گی- نطفہ وہی ہوتا ہے' وہی مشین' وہی پرزے' مگر ہر انسان ایک دوسرے سے مختلف پیدا ہوتا رہے گا- رنگ میں مختلف' روپ میں مختلف' آواز مختلف' قسمت مختلف غرضکہ کوئی بھی بالکل ایک جیسا نہیں- شباہت میں چاہے ایک سا ہو-

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر تنوع رکھا ہے ایک دوسرے میں فرق اور امتیاز ہوتا ہے- انسان کے خمیر ہی میں تنوع ہے' تغیر اور تبدل مسلسل ہے تو وہ فرسودہ ڈگر پر کیسے جما رہ سکتا ہے-جس طرح آسمان وزمین تغیر پذیر ہیں اسی طرح انسان بھی تغیر پذیر ہے-جس انسان کی زندگی میں تنوع نہ ہو اس کی ساری زندگی ناخوشگوار جذبات اور نفسیاتی اعصابی بیماریوں کی آماجگاہ بنی رہتی ہے- ایک ہی رگڑ گھس میں انسان اگر ایک ہی نوعیت کا کام مسلسل کرتا جائے تو وہ اپنے حواس قائم نہیں رکھ سکتا- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لیے سالہا سال آسمان سے من وسلویٰ اترتا رہا لیکن وہ اس نعمت سے اکتا گئے اور پیاز ومسور کی دال کا مطالبہ شروع کر دیا- اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عبادتوں میں مثلاً نماز وغیرہ میں بھی انسان کی اس تنوع پسندی کی رعایت فرمائی ہے اور فرشتوں کی طرح ایک ہی سجدہ' ایک ہی رکوع' ایک ہی قیام' ایک ہی حمد وثنا پر نہیں ڈالا- بلکہ متحرک عبادت' دعوت وتبلیغ اور نماز وغیرہ میں بھی تنوع عطا فرمایا ہے تاکہ بندہ اکتا نہ جائے اور پورے آداب کے ساتھ آرام آرام سے عبادت میں مشغول رہے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو کسی کا بھی احاطہ

Marfat.com

نہیں کرسکتا و ان تعدوا نعمته الله لاتحصوھا اور سورۃ الرحمٰن میں تو اللہ تعالیٰ نے چند نعمتوں کو شمار کرا کر خود انسان سے دریافت فرمایا ہے اے انسان تو اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا' ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

ویسئله من فی السموت والارض کل یوم هو فی شان۔

نمود جلوہ نیرنگ سے ہوش اس قدر گم ہے
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

اللہ تعالیٰ کی کریمی اور عطایا کے صدقے کہ انسان کو ایسی ایسی انواع واقسام کی نعمتیں مرحمت فرمائی ہیں کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سال طویل زندگی مل جائے' بلکہ اگر انسان کو حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی بھی زندگی دیدی جائے تب بھی اکتا نہیں سکتا۔

خدمت خلق کرو اور مسیحا بن جاؤ
خضر کا کام کرو' راہنما بن جاؤ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب تک اپنے دستر خوان پر کسی نئے مسافر مہمان کو نہ پاتے کھانا نہ کھاتے۔ حضرت اقدس فخر موجودات صاحب جود و کرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات اہل بیت' صحابہ کرام' بزرگان دین اور امت کے تمام صلحاء نے ایسی متنوع دلپذیر' ایمان افروز اور پر لطف زندگی گذاری ہے جس میں ہر لمحہ ایک نئی حکمت' ایک نئی طرز ادا' ایک نیا نشاط پرور ماحول اور نئی شان کارفرما رہتی تھی' امت کا کوئی فرد ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا تھا۔ ہر ایک تعمیری کام میں مصروف رہتا تھا۔ آج صرف کم نصیب اور نفسیاتی بیماری تنہائی اور متروک الذات لوگ اپنی بے کسی کی شکایت کرتے ہیں۔ ورنہ خواتین کے لیے بھی گوناگوں مصروفیات طرح طرح کے فیشن' زیبائش' آرائش' ملبوسات' جمالیاتی کشش بچوں

کی دیکھ بھال' غذاؤں کے اقسام اور لمحہ بہ لمحہ قدم بہ قدم تنوعات کی موجودگی میں کسی چیز سے اکتا جانے کا کوئی تصور پیدا نہیں ہوتا۔ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خواتین کی بالخصوص مصروفیت اور مشاغل' بھیگی بھیگی سردیوں کی راتوں میں ٹھنڈی ٹھنڈی' عطر بیز' نغمہ ریز' دل آویز' مسرت خیز رعنائیاں' پچھلے پہر کی مناجات رات کے پہلے پہر کی بچوں کی لوریاں' عورت کی اس تنوع مزاجی سے کون انکار کرسکتا ہے۔۔ عورت کبھی تنہا نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے۔ وہ تو مصاحبت ہی کے لیے تمام اپنی نیرنگیوں اور تنوعات کے ساتھ پیدا کی گئی ہے۔ اس کو اپنی زندگی میں جس طرح قسم قسم کے بھانت بھانت کے تجربات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ ماحول کی تبدیلیاں اس کا مقدر بنتی ہیں۔ مرد بیچارے کو عورت جیسی مجمع المحاسن اور کثیر المشاغل شخصیت کہاں نصیب۔ مرد تو عورت ہی کے گرد اس کے محور پر گھومتا پھرتا ہے۔ عورت بیٹی ہے تو سب کی محور' بیوی ہے تو مردوں کی محور' ماں ہے تو محور اور ان سب کا مرکز ہے۔ (کیا آپ یا کوئی بھی اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے؟) بس حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ (خواہ مرد ہوں یا عورت) ان حقائق اور انسان کی بنیادی ضرورت کو نظر انداز کرتے ہیں وہ انتہائی مہلک نفسیاتی امراض میں مبتلاء ہیں' اب سب کا علاج اوپر کے صفحات میں بتایا جاچکا ہے۔ کچھ زمانہ پہلے کی تنوع پسندی کی ایک جھلک پیش خدمت ہے' انشاء اللہ آپ ضرور محظوظ ہوں گے۔

برسات کا موسم ہوتا تھا تو ایک طرف تو کوئل کوک رہی ہوتی تھی۔ پپیہا پیہو پیہو کرتا تھا اور انہیں درختوں پر لمبے لمبے جھولے پڑتے تھے۔ ملہار گائے جاتے تھے۔ گاؤں کی عورتیں یا شہر میں محلہ کی خواتین روزانہ جمع ہوتی تھیں' ہر ایک اپنے نئے نئے تجربات' نئی بپتا سنایا کرتی تھیں۔ کسی کی منگنی شادی کے چرچے ہوا کرتے تھے' بہو بیٹے' بیٹیاں اور داماد کی سعادتمندی اور کارکردگی کی تعریف اور شاباشی دی جاتی تھی' ہر ایک محظوظ اور خوش ہوتا تھا۔

Marfat.com

ہر موسم کا الگ الگ پکوان پکوایا جاتا تھا- میلے ٹھیلے لگا کرتے تھے' چاندنی رات کی سیر' نوچندی جمعرات کے ہنگامے علماء کے وعظ' سیرت کے جلسے' قرآن خوانی' مزاج پرسی' عیادت' کسی گھر کوئی تکلیف ہوتی تھی تو سب جمع ہو کر غم میں شریک' شادی وغمی میں سب ہمہ وقت شریک' کسی نرس یا دائی یا کرایہ کے آدمیوں کی ضرورت نہیں پڑا کرتی تھی- سب مل جل کر سب کا کام انجام دے لیتے تھے' ہر ایک دوسرے کا خیال' لحاظ' عزت' شفقت سے پیش آتا تھا' ایک دوسرے کی خدمت کے لیے بچھا جاتا تھا- بچے' بوڑھے' عورتیں مرد گھر کے سب لوگ جب مل بیٹھتے تو بزرگوں کی کہانیاں' نبیوں کے قصے' جنت دوزخ کے حالات سنائے جاتے- اکثر شعرو شاعری اور بیت بازی ہوا کرتی تھی- کوئی نوجوان زندگی کے مستقبل بنانے کے لیے خاکے بنا کر مشورہ کرتا تھا' کچھ عورتیں کونے میں بیٹھی تنہائی میں اپنے دیس گئے ہوئے خاوند کو یاد کر کے بڑے درد بھرے لہجہ میں گانا شروع کر دیتی تھی-

رم جھم--- رم جھم مینا برسے--- ناری کی نیناں ترسے--- پی گئے پردیس-- نہ پتیاں نہ سندیس--- میں برہا کی ماری-- تم پر جاؤں واری--- آن ملو-- میر جان ملو-- رم جھم--- رم جھم-

محلہ کی اور گھر کی سب عورتیں مل کر اس کو تسلی دیا کرتی تھیں- غمخواری کرتی تھی' جو دین کا علم سیکھنے یا اللہ کے راستہ میں گئے ہوئے تھے- اس کی فضیلت بیان کیا کرتی تھیں اسی طرح سردیوں کے موسم کی اور گرمیوں کے موسم کی روایات تھیں' جن میں تنوع ہی تنوع ہوا کرتا تھا ذ شہر کے فیشن کا ماحول ہو یا دیہات کی سادگی کی فضا- ہر محلہ میں شبینہ مدرسہ ہوتا تھا' گھر کی عورتیں ابتدائی تعلیم قرآن پاک' اردو' دینی مسائل' ضروری روزمرہ کے کام آنے والے سارے معاملات سے آگاہی حاصل کرتی تھیں اس لیے اب بھی جہاں کہیں محبت' ہمدردی' غمخواری کا جذبہ کارفرما ہو نئے نئے تجربات نئی نئی مہمات جنم لیتی ہوں وہاں ذہنی اور

Marfat.com

نفسیاتی امراض اور اعصابی تناؤ اور اس قسم کی بیماریاں بھلا کیسے پیدا ہو سکتی ہیں ایسی قسم کی بیماریاں اور پریشانیاں جن کا اصطلاحی نام نفسیات دکھ دیا گیا ہے ہمارے اس نئے دور کا خاصہ معلوم ہوتی ہیں۔ کیسے کم نصیب ہیں وہ لوگ جو آج کے مشینی دور میں' مصنوعی زندگی کی دوڑ میں جبکہ کوئی جامد و ساکت نہیں رہ سکتا' ان ایمان افروز سکون پرور تنوعات اور تفریحات سے محروم ہیں' بس نئے نئے مشینی تجربات اور ایجادات سے حضرت آدم کی اولاد اور اماں حوا کی بیٹیاں خود بھی مشین بن کر رہ گئی ہیں۔ بٹن دبایا اور ایک گھسی پٹی سی آواز نکالنے لگتی ہیں۔ ایک ہی چال بے ڈھنگی جو پہلے چلی وہی چل پڑی' بھیڑ چال' مغربی لکیر کی فقیر' اندھی تقلید پر نازاں ہیں اسی کو وہ تنوع کہتی ہیں جو تخریبی پہلو لیے ہوئے ہیں' جدھر دیکھو تعیش' تضیع اوقات' جنسی بے راہ روی' عدم تحفظ' کردار کی پستی' جانوروں کو شرما دینے والی نقل و حرکت اور بے حیایاں جس میں گھر پھونک تماشا دیکھا جاتا ہے ہر چیز کی حد ہوتی ہے تنوع پسندی کی بھی ایک حد ہے۔ آج کا انسان (عورت اور مرد) اس حد کو بھی پھلانگ گیا ہے اس لیے کہ یہ غیر اطمینانی بے سکونی اور انارکی کا دور ہے اب زندگی کا مقصد Moto اور نعرہ اتنا تنوع پسند ہو گیا ہے کہ ''تم نہ سہی اور سہی اور نہیں اور سہی'' کوئی بھی کسی وقت کسی چیز سے کسی چیز پر نہ اکتفا کر سکتا ہے نہ قناعت' کوئی کسی کی نہیں سنتا ہے اپنا اپنا سر دھنتا ہے اپنے ہی ہاتھوں خودکشی کر رہا ہے۔

ہے غرض محروم ساحل موج دریا آشنا

شام غم کی تیرگی میں کون کس کا آشنا

ان کی روح اصل اور حقیقی تنوع کو یوں پکارتی ہے۔

بے تاب ہے بے خواب ہے معلوم نہیں کیوں

دل ماہی بے آب ہے معلوم نہیں کیوں

محسوس یہ ہوتا ہے کہ ہر تازہ تغیر
میرے لیے بے تاب ہے معلوم نہیں کیوں

۹-عزت نفس اور خود حوصلگی

بہت سے لوگ عزت نفس اور خود حوصلگی کو خوش فہمی' خود فہمی' غیرت اور خودداری سے تعبیر کرتے ہیں-

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بندہ جس طرح اللہ تعالیٰ سے اپنے متعلق گمان کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ویسا ہی بنا دیتے ہیں انا عند ظن عبدی بی لہٰذا انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اپنے متعلق اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے- اور اس دنیاوی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے اور سنوارنے کی جدوجہد کرتا رہے- خواہ کتنا ہی آزمائشی دور سے اس کو گذرنا پڑے- اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑی بڑی صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں جن کا خاکہ پیش کرنا اس مختصر سی کتاب میں مشکل ہے- اس سے زیادہ کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ انسان اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اپنی ذاتی اطمینان کی حد تک بڑھا اور سنوار سکتا ہے- اگر کوئی اس کی تخفیف کرے یا اس پر تنقید کرے تو وہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے تمام حملوں کی مدافعت کر سکے- یہ اس کی بنیادی حاجت ہے-

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بہ قدر ہمت تو اعتبار تو

ایک ملازم اپنے فرائض کو اپنی صلاحیت کے بقدر انجام دیتا ہے لیکن اس کے افسر اس پر سخت گیری اور تلخ کلامی سے پیش آتے ہیں- یا ایک اور آدمی کی نیک نامی اور ساکھ

Marfat.com

مجروح کر دیا جاتا ہے یا کوئی شخص محض حوادث کا شکار ہو جاتا ہے تو اس قسم کے سارے انسان یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ان کی زندگی بالکل بے مصرف ہوگئی ہے- ہر شخص ایسے انسان سے بیزار نظر آتا ہے- جس چیز کو وہ ہاتھ لگاتا ہے اسی میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے- اس کی زندگی ایک وسیع دنیا کے لیے ایک بوجھ بن جاتی ہے- اب آپ غور فرمائیے کہ یہی تو اصل وقت ہمدردی کا ہوتا ہے- اس دل شکستہ پریشان حال انسان کی اگر کوئی حوصلہ افزائی کر دے دلداری کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ پھیر دے تو وہ ان پاکیزہ جذبات اور اخلاقی کردار سے متاثر ہو کر اپنی کھوئی ہوئی ضائع شدہ خود اعتمادی' حوصلہ اور تمام جوہر اور صلاحیتوں کو واپس لا سکتا ہے- مسلسل پریشانیوں اور حوصلہ شکنی سے اگر چہ اس کے دماغ کا پیچ ڈھیلا ہو جاتا ہے لیکن ان سب کی پرواہ کیے بغیر اللہ کا دھیان' حقوق کی ادائیگی اور دین پر محنت کرنے سے یہ سقم بھی دور ہو جاتا ہے- یہ اللہ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے وقار اور عزت نفس کے ایک ایک نشان کو مٹتا ہوا دیکھتے ہیں اور ان کو ہر طرف سے ناکامی ہی ناکامی نظر آتی ہے تو وہ ہمت ہار کر بالکل مایوس ہو جاتے ہیں- ان کے دماغ میں یہ بیٹھ جاتا ہے اور وہ یقین کر بیٹھتے ہیں کہ ان کے لیے اس دنیا میں کوئی گنجائش نہیں ہے' ان کی کوئی وقعت نہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں' وہ دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں- وہ اس دنیا اور ستمہائے روزگار میں اپنے سے زیادہ کسی کو خستہ حال اپنے سے زیادہ بیمار نڈھال اور قابل رحم نہیں پاتے- بہت ہاتھ پیر مارتے ہیں' طرح طرح سے تدبیر کرتے ہیں- لیکن ذہنی کیفیت اس درجہ شکست خوردہ ہو چکی ہوتی ہے کہ قنوطیت کا آہنی پنجہ ان کی گردن توڑ کر ان کو بے قابو کرتا رہتا ہے- اب اس کا مرض صرف نفسیاتی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ مالیخولیا میں مبتلا ہو جاتا ہے- یہ وہ حالت ہوتی ہے کہ اگر اسے مردہ بدست زندہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا- اپنی وقعت اور حوصلہ کھو کر قنوطیتی مالیخولیا میں مبتلا ہونے والے عام طور پر دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں- پہلی قسم ان

اشخاص کی ہوتی ہے جو ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی اور خود فریبی کے حامل ہوتے ہیں وہ ایک آزمودہ کار صاحب صلاحیت رہنما کی سرپرستی سے محروم رہتے ہیں اور اپنی ہی خوش فہمیوں کے شکار ہوتے ہیں- ایسے لوگوں کو معزور اور متکبر قرار دینے کے بجائے احساس برتری کا شکار یا ہمچو من دیگرے نیست کہا جائے تو بہتر ہے- دوسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے جو اپنی جوانی کی امنگ اور خود کو ذہنی دباؤں کے اثرات سے بالکل نڈھال اور خستہ حال سمجھنے لگتے ہیں-

انجام کار ناامیدی اور مسلسل ناکامی گویا ان کا مقدر بن جاتی ہے- بالفاظ دیگر پہلے قسم کے لوگ احساس برتری اور خوش فہمی والے کہلاتے ہیں- اور دوسری قسم کے لوگ احساس کمتری اور قنوطیت والے کہے جاتے ہیں-

افسردگی اور شکستگی یوں تو عمر کے کسی بھی دور میں آ سکتی ہے لیکن اڈھیڑ عمر میں عام طور پر اس کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے- یہ زندگی کا وہ دور ہوتا ہے جبکہ انسان کے گذرے ہوئے ماضی کے کچھ دن ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی سہمی سمٹی یادیں' بے شمار منصوبے توقعات اور امیدیں جو کبھی شرمندہ تکمیل نہیں ہو سکی تھیں' ابھرا ابھر کر آنے لگتی ہیں- یہ ناکام تمنا یادوں کے جنازے آندھی اور بجلی کی طرح ماضی کے جھروکے سے کوند کوند کر ادھیڑ عمری کے ان لمحات کو مایوسی اور ناکامی کا احساس دلاتے رہتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچی کھچی ہمت' حوصلہ' خودداری خود حوصلگی جرات اولوالعزمی سب ہوا ہو کر اڑ جاتی ہیں-

بچپن کی غلط کاریاں جوانی کی سرکشی اور لاپرواہیاں ادھیڑ عمر میں آ کر پوری بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتی ہیں- مردوں کی بھوک اور خواہشات بھڑک کر بدہضمی کی سی کیفیت پیدا کرتی رہتی ہیں اور عورتیں جیسے ہیضہ کی بیماری میں مبتلاء بھوک اور خواہش سے بیزار ہوتی نظر آتی ہیں ان دونوں کے دماغ میں اولاد کا مستقبل اور اپنا انجام کار سامنے آنے

Marfat.com

لگ جاتا ہے' گھٹن تشویش اور خطرات ہر وقت منڈلاتے رہتے ہیں- راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور دنوں میں کاروبار اور مشاغل ہچکولے کھانے لگتے ہیں- سوائے ان خوش قسمت ہدایت یافتہ بندوں کے جنہوں نے اپنی عزت نفس کی خاطر صرف آخرت کو اپنا آخری اور اصلی ٹھکانا بنالیا ہے-- جس کو حاصل کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری اور سو فیصد کامیاب زندگی کو نمونہ بنا کر اپنی اس دنیا کی چندروزہ زندگی کی بقدر ضرورت استعمال کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے- گویا میدان حشر میں کافروں کے سامنے رسوائی سے بچنے کا اہتمام کرلیا-

ایک واقعہ

نواب مرزا بگڑے ہوئے نوابوں کے خاندان کا آخری چشم و چراغ تھا- خود اعتادی اور خوش فہمی کے زعم میں گرفتار تھا- شیخی بگھارنے میں بہت نمایاں- اس کے مقابلہ میں جو کوئی بھی آجاتا خواہ سیاسی نظریات رکھنے والے ہوں یا مذہبی عقائد رکھنے والے یا کوئی اور' وہ اپنی تنقیدوں اور اعتراضات سے سب کی مزاج پرسی کیا کرتا تھا- اور اپنے آپ کو وقت کا بقراط سمجھتا تھا- کسی نے نذاق ہی نذاق میں کہہ دیا کہ جہالت اور کم علمی نواب مرزا کی اخلاقی اور دماغی بیماریوں کا اصل سبب ہے- یہ سن کر وہ حصول علم کی طرف لگ گیا اور چند ہی سال میں اعلیٰ سندیں اور ڈگریاں جمع کرلیں' تاریخ' ادب' دینیات' اسلامیات وکالت' فلسفہ' نصف درجن ڈگریوں اور سرٹیفکیٹ سے وہ مزین ہوگیا- مگر چونکہ وہ کسی کی نصیحت اور مشورہ سننے میں اپنی سبکی محسوس کرتا تھا- اس لیے یہ ڈگریاں کاغذ کا پلندے یا فریم کے چوکھٹے کی زینت سے زیادہ نفع بخش ثابت نہ ہوسکیں- ہر طرف سے اسکی ترقی رک گئی' اس کے اعصاب نے دوران خون نے خواہش نفس نیز قوت ارادی نے جواب دیدیا- اب صرف اس کے پاس ایک کام رہ گیا تھا جو سامنے آجاتا تھا اس کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا- کوئی بھی ہو' کسی رتبہ' کسی

Marfat.com

حیثیت، کسی عمر کا ہو، جہاں کہیں ہو، جس حال میں ہو اس کے نشانہ اعتراض اور غصہ سے بچ نہیں سکتا تھا۔ دراصل نواب مرزا کی خوش فہمی اور احساس برتری یکسر احساس کمتری اور قنوطیت میں بدل چکی تھی۔ پہلے اگر نخوت اور غرور تھا تو اب اس کی جگہ نکبت اور مجبوری نے لے لی۔ اسی تنقیدی افتادطبیعت کی وجہ سے نواب مرزا کسی پیشہ اور کسی شغل میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کو ترس آیا۔ کسی صاحب شریعت اہل اللہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ تصوف اور روحانیت کے مطالعہ اور مجاہدہ نفس اور وظائف اور عبادات میں بھی آگے نکل گئے۔ مگر تزکیہ میں تنقید، تنقیص کا کہاں دخل چل سکتا ہے۔ اخلاقیات اور معاملات میں اعتراضات کی بوچھاڑ کی کہاں گنجائش، تنقید سے کبھی کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی تو پھر اپنی اصلاح کیونکر ممکن تھی۔ مشیخت گھمنڈ اور کبر بینی کا تریاق تصوف ہی کو مانا گیا ہے۔ لہٰذا اس لائن میں بھی نواب مرزا دیدہ حسرت بن گئے اور ان پر جذبی کیفیت طاری ہوگئی۔ خدا کا کرم ہو گیا یکسوئی تو ہوگئی۔ کچھ دنوں اور مجاہدہ کرایا گیا تو اب ان کے اندر نکاح کی رغبت پیدا ہوئی۔ جب سے ان کے شیخ نے تھوڑی دنیاوی ذمہ داری ڈالدی ہے تو انکی زندگی میں بڑا انقلاب آ گیا۔ بیوی بچوں کو اور گھر کی ذمہ داریوں کو اللہ کی امانت سمجھنے لگ گئے اور اسلامی قدروں کی دعوت صلہ رحمی کے فضائل اس انداز میں پیش کرتے ہیں اور برتا کرتے ہیں کہ کسی کو گمان نہیں ہوتا کہ یہ وہی نواب مرزا ہیں جو اپنی ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے اور انتہائی شدید قسم کی نفسیاتی بیماری احساس کمتری یعنی عزت نفس اور خودداری کے غلط تصور کے شکار تھے۔

نواب مرزا کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز واقعات روزمرہ مشاہدے میں آتے رہتے ہیں اگرچہ ان کی نوعیت مختلف ہوتی رہتی ہے۔ بعض اوقات انسان کی ناکامی اتنی سخت اور سنگین نہیں ہوتی جتنا کہ وہ سمجھتا ہے۔ دراصل اس کی یہ ذہنی بیماری یعنی وہم تشویش، مالیخولیا، قنوطیت اس کو افسردہ بنائے رکھتی ہے۔ اس میں مقابلہ اور مدافعت کی سکت باقی نہیں

Marfat.com

رہتی، قوت ارادی جواب دے جاتی ہے اس سے جو عزت نفس اور وقار کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ اسی ٹھیس اور زخم کی اندرونی کیفیت اور بیقراری کو وہ افسردگی اور مایوسی کہتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا کرم فضل واحسان ہے کہ یہ حالت افسردگی ہمیشہ برقرار نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ماحول کو بنادیتے ہیں۔ پھر بھی یہ افسردگی کا شکار انسان اپنے آپ کو بیمار سمجھتا رہتا ہے اور اس کو لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی اپیل کرنے میں ہی مزا آتا ہے اور اس طرح ہمدردی کیے جانے کو سمجھتا ہے کہ میری عزت کی جارہی ہے۔ لوگ میری اہمیت کو قبول کررہے ہیں۔ غور تو کیجئے کتنی بڑی خود فریبی اور بچگانہ ذہنیت کا مظاہرہ ہے۔ بیماری کا بیماری سے علاج کرنا یہ سب سے بڑی بیماری ہے۔ ان سب کا مجموعی علاج بس یہی ہے کہ ماحول کو سازگار بنادیا جائے۔ پھر تو کچھ عرصہ کی مسلسل کوشش سے رفتہ رفتہ ناکامیوں کے بادل چھٹنے لگتے ہیں اور انسان کو اپنا کھویا ہوا وقار اور عزت نفس دوبارہ بحال کرکے اپنی ذات کے لیے اور تمام بنی نوع انسان کے لیے چشمہ فیض بن جاتا ہے۔ ماحول کو کیسے سازگار بنایا جائے؟۔ اس پر اچھی طرح غور فرما کر عمل کرلیجئے انشاء اللہ ضرور بن جائے گا۔ ایسا پاکیزہ سازگار ماحول سوائے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور پھیلی ہوئی شاخوں کی طرح تمام دنیا میں جتنی مساجد ہیں، بس ان مساجد ہی میں مل سکتا ہے اور کہیں نہیں مل سکتا ہے اور جب ان مساجد کو آباد کرنے والے اپنے گھروں میں اپنے کنبہ میں ہوتے ہیں تو وہاں بھی یہی ماحول تمام گھر والے ملکر بناتے ہیں یہی وہ پاکیزہ مقامات ہیں جہاں ایمان ویقین عبادات، علوم اور اذکار، اخلاقیات اور حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ان پر تعمیل کرائی جاتی ہے محض اللہ کو راضی کرنے کے لیے مخلص ہو کر اللہ کے راستے میں جہاد، دعوت و تبلیغ اور انہیں اعمال کو زندہ کرنے کے لیے مسجد سے مسجد تک اور ایک ایک گھر کا سفر کرتے رہنا، جہاں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ضابطہ حیات اور معاملات بعد الممات سیکھا اور

Marfat.com

سکھلایا جاتا ہے اور دنیا کے ہر شعبہ حیات میں مہد سے لحد تک اپنی زندگیوں میں رچایا اور اپنایا جاتا ہے ایسے پاکیزہ ماحول میں جب انسان آجاتا ہے تو اس کے ذہن سے ناکامی' افسردگی' مایوسی' حرف غلط کی طرح سے مٹادی جاتی ہے- دنیا جانتی ہے مانتی ہے انکار کی مجال نہیں رکھتی ہے کہ ''اسلام میں مایوسی کفر ہے'' ذہنی طور پر ایسا مومن صحتمند توانا ہوتا ہے بقول سیماب-

عیش ونشاط دہر کی میرے لیے کمی نہیں
عیش ونشاط پر مگر میری نگاہ بھی نہیں

ایسا مومن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) برچھا کھا کر بھی مرتے مرتے یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوتا ہے فزت برب الکعبۃ - کعبہ کے رب کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا- یہ کہہ کر وہ ابدی راحت حاصل کر لیتا ہے اور اپنے پس ماندگان کو بھی نشاط آفرین فضا میں چھوڑ کر جاتا ہے- جہاں مایوسی قنوطیت افسردگی نام کو نہیں ہو سکتی-

رضی زندگانی کا حاصل یہی ہے
جیئے تو مسلماں مرے تو مسلماں

اس پاکیزہ ماحول میں پہنچ کر ایک شخص یقیناً تمام برے خیالات اور شیطانی وساوس پر قابو پاسکتا ہے اور افسردگی اور مایوسی کے تمام دروازوں کو بند کر کے عزت نفس حاصل کر سکتا ہے قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئی قدیر-

(اے اللہ مالک الملک دیتا ہے تو ملک جس کو چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے تو جسے چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے تو جسے چاہتا ہے- تیرے ہی ہاتھ میں ہے بھلائی اور تو ہر چیز پر قادر ہے)

آج کی مادہ پرست طبی دنیا میں جب کوئی افسردگی' قنوطیت' مالیخولیا اور اسی طرح کی تمام

Marfat.com

نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پہلے اس کی ہسٹری تیار کی جاتی ہے- سات پشتوں کی تاریخ وار تحقیق کرید کی جاتی ہے- پھر اس کا تجزیہ اور اس کے حالات کی بال کی کھال نکالی جاتی ہے تحت الشعور میں ڈھکے چھپے جرائم کا ریکارڈ' کوتاہیاں' کئی پسندیدگی ناپسندیدگی کے راز ہائے سربستہ کو طشت از بام کیا جاتا ہے- جیسے رومن کیتھولک پوپ پادری کے سامنے گناہوں کے اقرار کی رسم ادا کی جاتی ہے جسے Confession کہتے ہیں- مریض کو اس کا اصلی مرض بتایا جاتا ہے اور اس کا سبب تجویز کیا جاتا ہے (لیکن وہی تشخیصی نتائج مریض کے لیے اور بھی یاد تازہ کرانے کی وجہ سے غم واندوہ اور مرض کی شدت اور اضافہ کا سبب در سبب بن جاتے ہیں) اس کے بعد ان کے پاس علاج کے لیے خوب آور گولیاں دے کر سلا سلا کر مسخر اور مسکن کرنے والی دوائیں دی جاتی ہیں' مگر یہ سب مرض کو دبا تو دیتی ہیں لیکن مرض کو ختم نہیں کر سکتی ہیں- وقتی طور پر دوائیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں- لیکن جب مریض انگولیوں اور دواؤں کا عادی ہو جاتا ہے تو تیز تیز دوائیں دی جاتی ہیں مثلاً پیتھڈرین وغیرہ کے انجکشن سے مدہوش اور مختل رکھا جاتا ہے اور جب اس سے بھی نہ قابو آئے تو بجلی کے شاک لگا کر دماغ کی صلاحیت سلب کی جاتی ہے اور اس کو جنون زدہ طلسماتی اپاہج بنا دیتے ہیں یا پھر دماغ کا آپریشن کر دیا جاتا ہے- پھر بھی اس کا مرض نہیں جاتا اور طرہ یہ ہے کہ اگر ایسا مریض عبادات اور تقویٰ کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کو مذہبی دیوانہ یا مذہبی خبطی قرار دیا جاتا ہے- یہی خبطی آج کے تمام ڈاکٹروں کو ایک نئے موڑ کی طرف لیے جا رہے ہیں اور یہ بہت آہستہ آہستہ روحانی سائینس کے قائل ہوتے جا رہے ہیں- بڑے بڑے تحقیقاتی مراکز دنیا میں قائم کیے جا رہے ہیں- مگر یہ روحانی علاج بالکل مختلف ہے- اس طریقہ علاج سے جس کا تذکرہ ان صفحات میں کیا جا رہا ہے- جس میدان میں تحقیقات ہو رہی ہیں وہ صرف مابعد الطبیعات ہیں اور ہمارا میدان انسان کے نفس کے تزکیہ اور اعمال سے متعلق ہیں'

Marfat.com

جن کا تعلق اس دنیا کے علاوہ آخرت سے زیادہ ہے- اللہ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کو حاصل کر کے اللہ رب العزت کے دیدار سے مشرف ہونا اور اس دنیا کو بھی جنت کا نمونہ بنانا- لہٰذا تمام ذہنی نفسیاتی' دماغی امراض کا علاج یہی ہے جو بیان کیا گیا- یعنی شعوری طور پر' خیالات' نفس کے تقاضوں اور تمام اعمال کو خالق حقیقی پر مرکوز اور قابو میں لانے کی مشق کرتے رہنا-

اے ہمارے عزیزو! ایک لمحہ کے لیے سکون سے بیٹھ کر دل کو توبہ سے پاک کیجئے اور جسم کو پانی سے پاک کر کے صدق دل سے' پکی زبان سے اور عمل کرنے کی نیت سے کہیے-

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

پھر آپ اپنے آپ سے ایک سوال کیجئے- آپ اس وقت جہاں بیٹھے ہیں اس وقت آپ کے پاس خدا موجود ہے یا نہیں؟ یقیناً آپ یہی فرمائیں گے ہاں میرے پاس اللہ موجود ہے- اس کے بعد پھر آپ اپنے آپ سے دریافت کیجئے- ''اس وقت آپ جہاں بیٹھے ہوئے ہیں' آپ اپنے اللہ کے پاس موجود ہیں یا نہیں؟ بیشک آپ یہی کہیں گے کہ یقیناً میں اللہ کے پاس موجود ہوں- یعنی میں اللہ کے پاس ہوں اور اللہ میرے پاس ہے- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے-

نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)- پھر ارشاد ہے اللہ معکم این ما کنتم- اللہ تمہارے ساتھ ہے- جہاں کہیں بھی تم ہو یا جو بھی تم کر رہے ہو- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ معنا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے- بس یہیں سے ہم سب کا نفسیاتی علاج شروع ہو جاتا ہے- جتنی اس پر محنت اور مشق کرتے جائیں گے اتنا مکمل علاج ہوتا چلا جائے گا اور ہم سب نفسیاتی توانائی اور تندرستی انشاء اللہ حاصل کرتے چلے جائیں گے- یہ نہایت مجرب نسخہ ہے- کم وبیش ایک لاکھ

Marfat.com

چوبیس ہزار نبیوں کا آزمایا ہوا اور اب تک بزرگان دین اس کو آزماتے چلے آتے ہیں۔

خدا کا نام مصیبت میں جب لیا ہے رضی

ہمارے بگڑے ہوئے کام بن گئے ہیں سبھی

آپ بھی اس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھئے۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ بس شروع کر دیجئے فوراً۔ ابھی سے بلا تاخیر۔ دم آئے نہ آئے۔

۱۰۔ حاجتیں دراصل صرف دو ہیں

اللہ رب العالمین نے انسان کو دیگر تمام مخلوق پر فضیلت اور فوقیت دی ہے۔ خاص طور پر عقل اور اختیار کے لحاظ سے۔ یہ دو نعمتیں کسی اور مخلوق کو نہیں ملی ہیں۔ انہی دو نعمتوں کو صحیح استعمال کر کے ہر شخص اپنی شخصیت اور کردار کی تشکیل کر سکتا ہے۔ عقل اور اختیار کہاں اور کس طرح استعمال کی جائیں۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے میدان عمل بھی دو ہی عطا فرما دیئے ہیں۔ ایک مادہ اور دوسرا روح۔ دنیا اور آخرت بھی انہی دو میدانوں سے عبارت ہے۔ اب اگر انسان محض دنیا (مادہ) پر اپنی محنت اور قوت صرف کرتا ہے تو اسفل ترین گھٹیا قسم کا کردار اور شخصیت وجود میں آتی ہے۔ اگر وہ دنیا اور آخرت دونوں پر اللہ کی ہدایت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر محنت کرتا ہے اور پھر یہ دعا مانگتا ہے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ تو اس کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور اس امتزاج کو شریعت کہتے ہیں۔ اور اس محنت سے انسان فرشتوں سے بھی آگے بارگاہ خداوندی میں قرب اور حضوری کے لائق ہو جاتا ہے۔ دنیا کی تمام مسرتیں اس کی جاگیر ہو جاتی ہیں اور جمال الٰہی کا دیدار کرنے والوں میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے۔ یہی تو انسان کی حقیقی معراج ہے۔ پس اس دنیا میں انسان کو بھیجے جانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ عقل اور اختیار کے ذریعہ دنیا میں خدا کے احکامات کی تابعداری اور بندگی کر کے۔ خداوند قدوس کے دیدار اور اس کا

Marfat.com

دائمی اور ابدی قرب حاصل کرے۔ اس لحاظ سے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے انسان کی دو طبعی حاجتیں بتائی ہیں (ان میں وہ چھ نفسیاتی خواہشات اور حاجتیں بھی شامل ہیں جو اس بات کے تحت گذشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہیں)

پہلی حاجت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے دل کے (دل سے امام غزالیؒ کی مراد حقیقت روح ہے) ایسے اسباب سے محفوظ رکھے، جس سے وہ ہلاک نہ ہو جائے۔

دوسری حاجت یہ ہے کہ اس کے بدن کو بھی ہلاکت سے بچایا جائے (یعنی روح اور جسم کی حفاظت میں یہی دو حاجتیں اصل ہیں)

آدمی اپنے دل کو ہلاکت سے جب ہی بچا سکتا ہے کہ وہ اپنے خدا کی دی ہوئی عقل اور اختیار کو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے حصول میں لگائے رکھے۔ اللہ کی غیر میں اور غفلت میں دل کو مشغول نہ ہونے دے یا کم از کم مشغولیت بڑھنے نہ دے۔

ہجر ہو یا وصال ہو اس سے تو بحث ہی نہیں
جس میں تیری خوشی نہیں اس میں میری خوشی نہیں
تیرے سوا میری جبیں اور کے سامنے جھکے
میرے خدا کبھی نہیں، میرے خدا کبھی نہیں

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

''جو دم غافل وہ دم کافر''

جسم کی حیثیت محض ایک سواری کی ہے جس پر روح سوار ہے۔ اگر مسافر تمام وقت سواری کے بنانے اور سنوارنے اور چارہ پانی دینے میں ہی لگا رہے تو ظاہر ہے کہ قافلہ سے پیچھے رہ جائے گا اپنی منزل پر نہ پہنچ سکے گا اور ہلاکت میں پڑ جائے گا۔ اسی طرح اگر آدمی سارا

Marfat.com

وقت اپنے جسم کی پرورش میں لگا تار ہے اور اسی کو طاقتور بنانے میں لگا رہے تاکہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچ سکے اور ہلاکت سے بچ جائے تو یہی اس کی خام خیالی ہے وہ ہمیشہ اپنی سعادت سے محروم رہے گا کیونکہ اس نے اپنی روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا۔

سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں جسم کی اصل حاجت تین چیزوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ یعنی روٹی' کپڑا اور مکان اور انہیں تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آدمی کے اندر شہوت اور خواہش پیدا فرمائی ہے (اور شیطان آدمی کو انہیں کے چکر میں سرگرداں رکھ کر بہلاتا رہتا ہے اور ان سے اسی کے نعرے لگواتا رہتا ہے اور اس کو سوشلزم اور اشتراکیت کا بھلاوا دیتا رہتا ہے) آدمی کا کمال یہ ہے کہ وہ ان شہوات اور خواہشات کو حد اعتدال پر قائم رکھے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عقل اور اختیار عطا فرمایا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکامات (مثلاً اخوت' ہمدردی' ایثار' قربانی' شرافت' سخاوت' پاکیزگی وغیرہ کو اختیار کر لیتا ہے اور برخلاف سود' زنا' چوری' قتل و غارت گری' اقرباء پروری' پارٹی بازی' وہشت نفع خوری' اسمگلنگ وغیرہ کو ترک کرتا ہے۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق عقل اور اختیار کو صحیح طور پر استعمال کر لیتا ہے جس کو شریعت کہتے ہیں اور اپنی شہوات اور خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود پر قائم رکھ لے تو وہ آدمی خود کو ہلاکت سے محفوظ کر لیتا ہے یہ اس کی پہلی حاجت کی تکمیل ہوئی اور اگر آدمی ہمہ وقت ''روٹی کپڑا اور مکان'' کے انتظام میں اور اس کو بڑھاتے رہنے میں ہی مستغرق رہتا ہے تو اس کی روح کی یہ دوسری حاجت کبھی پوری نہیں ہو سکتی وہ ہمیشہ حرص و ہوا کا شکار رہتا ہے اور یہی بات اس کی سعادت سے محرومی اور ناکامی کی علامت ہے۔ اس بیچارے کو یہ نہیں معلوم اور نہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ روٹی کپڑا اور مکان تعیش اور تن آسانی کے لیے نہیں ہے بلکہ محض اپنی بنیادی حاجت کو پورا کرنے کے لیے درکار ہوتا ہے۔ یعنی بقدر ضرورت پیٹ بھرنے کے لیے دو روٹی' تن ڈھکنے کے لیے دو

Marfat.com

کپڑے اور سر چھپانے کے لیے ایک مکان کہ پیر پھیلا کر سو سکیں۔ اس سے زیادہ کی حرص و کوشش اپنے دوسرے غریب اور ضرورت مند بھائی کا حق مارنا ہوتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہی تو اشتراکیت اور کارل مارکس اور ماؤزے تنگ کا مشن ہے اور دعوت ہے اور انتہائی کامیاب دعوت اس دور کی ہے۔ تو میرے پیارے روحانی عزیزو! ان ممالک میں پھر یہ دو اور وہ بھی گھی چپڑی کیوں چالو ہے (روٹی) اور یہ گلوبند اور ہیٹ اور ٹائی اور مخمل کی روشیں اور گدے اور صوفے اور قالینیں۔ بالائی ایشیا اور مغربی یوروپ کی زینت کیوں دعوت نظارہ دے رہی ہے یہ ہوائی جہاز، کاریں پٹرول سب کو ہر ایک بلا استثناء کیوں میسر نہیں ہیں اور حضور غریب پرور یہ فلک بوس عمارتیں یہ فرش یہ فروش یہ دفاتر یہ ہوٹل یہ ہوائی اڈے یہ عالی شان اور انکی مکانیت اور پھر اس میں براجمان ہونے والے مکین، یہ پارلیامنٹ، کونسل کے محلات منہدم کر کے سطح زمین پر کیوں نہیں لائے جاتے ہیں یہ اب تک کیوں غریبوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

اے ہمارے پیارے پیارے بہروپیو! اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو لے آؤ اس کے مقابلہ میں یا اس کے لگ بھگ سہی۔ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی کئی دن کے فاقے ایک ایک چاند دو دو چاند گذر جائیں اور گھر میں چولہا نہ جل سکے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ جو کی روٹیاں لانا اور پانی میں بھگو کر کھا جانا۔ ان کا سرکہ لانا جس کو روٹی کے ساتھ بہترین سالن سمجھا گیا۔ کچی پکی کھجوریں تین دن کے فاقے کے بعد کھا جانا۔ اور چمڑے ٹکڑا زمین سے اٹھا کر جلا کر اس کی راکھ لانا جس کو پھانک کر بھوک کی شدت کا کم کرنا۔ پوری صف کی صف کا نماز میں بھوک کی شدت کی وجہ سے چکرا کر گرنا۔ روٹی کا حال معلوم ہے اور اس پر اپنے کھانے کو سب پر تقسیم کر دیا جانا۔ ایک سری سات گھر میں گھومتی پھر انسانی محبت اور ہمدردی کی مثال لے آئے اگر کہیں اور آپ کے کسی ازم میں کرایہ پر بھی

دونوں کے نام پر ہی مل سکے- لے آیئے ایسے احکامات جہاں ایک دسترخوان پر دو سالن پکانا منع ہو اور معیوب سمجھا جاتا ہو- کپڑے کو آپ کہتے ہیں لے آیئے اپنے کپڑے کی تقسیم کے مقابلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف دو چادریں- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ٹاٹ کا لباس اور وہ بھی کانٹوں کا بند قبا جس کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی نقل وتقلید میں وہ بھی ٹاٹ کا اسی طرح کا لباس پہن کر دربار میں حاضری دیں- حضرت مسیّب رضی اللہ عنہ کا ایک چادر میں کفن' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا غزوۂ خندق میں سردی کی شدت کی وجہ سے گیلی زمین پر لیٹ جانا- لے آیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کرتہ جس میں ستر پیوند اور چمڑے کا پیوند تھا جس کو پہن کر ملک شام فتح ہوا- مکان کی حاجت کی بات کرتے ہیں- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات کے حجرے لے آیئے وہ قبہ کے ٹکڑے لے آیئے جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کس نے بنوایا (ان صحابی رضی اللہ نے اسے فوراً منہدم کر دیا اور جتایا بھی نہیں) ''بدترین مصرف اور خرچ وہ ہے جو تعمیر پر لگایا جائے-'' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حجرے میں پردہ فرمایا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا جس میں پیر پھیلانے کی گنجائش نہ تھی- کسی گورنر کو بھی اجازت نہ تھی کہ عمدہ مکان میں رہیں اور دروازے لگائیں-

ہے کوئی آپ کے آقاؤں لیڈروں اور ازموں کے پاس کوئی ایسی مثال جو آپ پیش کر سکیں میں نے جو یہ مثالیں پیش کی ہیں سب ہمارے لیڈر اور مقتدا تھے اور ان کی یہ حیثیت اور حالت غربت اور افلاس کی وجہ سے نہیں تھی' اگر اشارہ کر دیتے تو سارا عرب ہر وقت مرغن غذائیں کھلاتا دیبا وحریر پہناتا اور سب سے بڑے محلات رہائش کے لیے پیش کر دیتا- جیسا کہ تمام مشرکین مکہ نے حضرت ابوطالب کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کش کی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھکرا دیا تھا- یہ سارے حالات اختیاری تھے

Marfat.com

تا کہ ہر فرد بشر کی خوراک' لباس اور مکان میں یگانگت ہو' کوئی زیادہ تخصیص نہ ہونے پائے پھر وہ وقت بھی دنیا نے فارغ البالی اور خوشحالی کا دیکھا کہ لوگ ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک زکوۃ کے لینے والوں کو تلاش کرتے تھے مگر کوئی ایک بھی غریب نہ رہ گیا تھا۔ ہمارے ایسے عقل کے کورے بھی اس حقیقت کو روز روشن کی طرح دیکھ چکے ہیں کہ دنیا میں اب تک جتنے فلسفے آئے جتنے ازم چلائے گئے ان کی عمر طبعی اور حلقہ اثر اپنی اصلی حالت پر ''شے ماند اگر مانند شے دیگر نے مانند'' کا مصداق رہے ہیں۔ خواہ وہ گوئٹے' نطشے' افلاطون' میکاؤلی' کنفیوشس' ہٹلر' مسولینی' کارل مارکس' لینن' ماؤزے تنگ کوئی بھی ہوں اس دنیا میں آئے اپنی اپنی بولیاں بول کر سب اڑ گئے۔ ان کے دنیا سے جاتے ہی ان کی ''ازم'' خود بدل گئی' اس میں ترمیم و تنسیخ ہو گئی۔ مینی فسٹو بدل گیا انقلاب میں انقلاب لایا گیا۔ کوئی قانون کوئی دستور کوئی ضابطہ اخلاق اپنی حالت پر چند سال بھی قائم نہیں رہا۔ اگر کہیں سسکنا رہا تو وہ بھی محدود مملکت اور دائرہ احباب میں' ہر وقت ہر آن تغیر پذیر نظریات بنی نوع انسان کی کیا رہبری اور راحت اور اطمینان اور تحفظ امن و امان مہیا کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو گذشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ میں بلکہ جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے لیکر اس وقت ۱۹۷۹ء کو بھی تو چین و سکھ' اطمینان اور احساس تحفظ امن و امان کا سانس لینے کو مل جاتا' جس کے لیے انسانیت ترس رہی ہے۔ نہ جان' نہ مال نہ عزت نہ آبرو کوئی چیز اس دور میں محفوظ نہیں۔ جنگی فضا مکدر ہو رہی ہے' بہت ہیبت ناک جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔

افسوس ہے ان ایمان والوں پر ان شرافت کے پیکر انسانوں پر جو اپنی حلال کی کمائی حرام پر لٹا کر حرام خوروں' چوروں ڈاکوؤں کی جیب کی طرف امداد کے لیے تکتے ہیں' ان کی نقل کرنے میں اپنی عقل بھی گنوا رہے ہیں۔ اسلام ایک ایسا بے لچک سانچہ ہے جو خود مخلوق کے دباؤ سے کبھی کسی حالت میں اپنا نظام عمل نہیں بدل سکتا۔ وہ سورج اور چاند

Marfat.com

آسمانوں سے بھی زیادہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنا فریضہ ہر زمان و ہر مکان اور تغیر میں برابر کام انجام دیتا رہتا ہے- ہاں جو بھی غلط' سخت گمراہ اس سانچہ میں آ جاتا ہے اسے اپنے اندر سمو کر اپنا ایسا ماڈل بنا دیتا ہے-

الغرض ایسا پٹری سے اتر کر بے راہ چلنے والا انسان اگر چند لمحہ کے لیے بھی اپنے فکر کو موڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ یہ روٹی کپڑا مکان کیوں درکار ہیں اور وہ خود اس دنیا میں کس غرض کے لیے بھیجا گیا ہے تو وہ ایک بڑی ہلاکت سے بچ سکتا ہے اور پھر اس کو معلوم ہو جائے گا کہ جسم کی حاجت دراصل روح کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے رکھی گئی ہے- نہ کہ جسم کی حاجت روائی میں ہمہ تن مصروف اور مشغول ہو کر روح کے تقاضوں اور بھوک کو فراموش کر دیا جائے- روح کی حاجت کیا ہے؟ نفس اور شیطان کو تابع کرنا- جسم کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور احکامات کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر پورا کرنا اور اللہ کی مخلوق کو اللہ سے ملانے کی جدوجہد کرتے رہنا- روح چاہتی ہے اپنے رب سے ملاقات کرنا اور دیدار کرنا- کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو روز اول جمع کر کے یہی تو دریافت کیا تھا کہ الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو تمام روحوں نے یک زبان ہو کر کہا تھا قالو ابلی - بے شک جی ہاں! روح اپنے اصلی وطن مالوف یعنی جنت کی طرف جانا چاہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اور قرب حاصل کرنا چاہتی ہے- لہٰذا اس روح کے تقاضوں پر محنت کرنے سے اس دنیا میں ہی فتنہ فساد' بے چینی' انتشار ذہنی' دماغی' جذباتی نفسیاتی' توہماتی اور جسمانی تمام بیماریوں کو آرام آ جاتا ہے اور انسان خدا کا بندہ بن کر تمام اور دوسرے انسانوں کے لیے رحمت بن جاتا ہے-

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "میں وہ خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اس لیے جو شخص میری بھیجی ہوئی مصیبت پر صبر نہیں کر سکتا اور میری بخشی ہوئی نعمت پر شکر نہیں بجا لا سکتا اور میری قضا پر راضی نہیں رہ سکتا' اس سے کہدو کہ کوئی اور ہی خدا ڈھونڈ لے" حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا حق تعالیٰ سے محبت کرنے والا مصیبت پر غمزدہ ہوتا ہے؟ فرمایا "ہرگز نہیں" میں نے کہا اگر سے تلوار مار دیں؟ فرمایا تب بھی نہیں چاہے ستر جگہ زخم لگا کر اسے چھلنی کر دو' رنجیدہ اور غمناک نہ ہوگا (الا یہ کہ بشری تقاضہ کی وجہ سے تھوڑا متاثر ہو جائے کہ یہ بھی سنت ہے) انسان جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہوگا اسی قدر اپنے اللہ کی دی ہوئی امانت بیوی اور بچوں کا حق ادا کرنے اور ان سے اللہ کی خاطر محبت اور شفقت کرنے والا ہوگا آج جس قدر گھروں میں خاندانوں میں کنبہ والوں میں لڑائی جھگڑے' دنگا فساد تو تو' میں میں' کٹ کٹ بک بک اور دل آزاریاں اور تباہ کاریاں ہوتی ہوئی آپ اور ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب نفسیاتی روگ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بعد و دوری کی روز روشن کی طرح نشاندہی کر رہے ہیں' جو گھر ان فتنوں میں مبتلا ہو فوراً سمجھ لیجئے کہ اس گھر کے لوگ اللہ سے غافل ہیں اگر گھر والے ہر بات میں اللہ کی رضا پر راضی ہیں تو پھر نفسیاتی علاج مکمل ہو جائے۔

ہر چیز میں راضی برضا ہو تو مزہ دیکھ
دنیا میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ
عاشق کا تو شیوہ ہے راضی برضا رہنا
وہ کچھ کریں مالک ہیں رحم ان کا عتاب ان کا

جو تم مسکراؤ ---تو سب مسکرائیں---

Marfat.com

خدا کا نام مصیبت میں جب لیا ہے رضی

ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہے سبھی

انت شافی انت کافی فی مهمات الامور

انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل

کسی قسم کی کوئی پریشانی لاحق ہو الجھن ہو تشویش ہو خطرات ہوں اللہ کو اس کی شان کے موافق یاد کیجئے۔ اس سے فریاد کیجئے تو یہ کیجئے! اور دعا کیجئے الجھن اور پریشانی انشاء اللہ جاتی رہے گی۔ دل کو قابو میں رکھیے مصیبتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیجئے اور صبر کیجئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھیے۔

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے

اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ایک مرتبہ ایسی الجھن پیدا ہوئی کہ میں حیران اور پریشان رہتا تھا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر یہ حل ہوگی تو کیوں کر؟ ایک شخص نے مجھ سے خواب میں آ کر کہا کہ اے ادریس حیران کیوں ہوتا ہے؟ یہ دعا پڑھا کرو۔

اللهم انی لااملک لنفسی ضراو لانفعا ولا موتاً ولا حیوۃ
ولا نشوراً ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا ان اتقی
الا ما وقیتنی- اللھم وفقنی کما تحب و ترضی من
القول و العمل فی عافیة--

(اے ہمارے اللہ تو قادر مطلق ہے) میں اپنی ذات سے کسی چیز کا بھی مالک نہیں نہ کسی نقصان کا نہ کسی نفع کا نہ زندگی کا نہ موت کا نہ حشر میں میں دوبارہ اٹھائے جانے کا (ہر چیز تیرے قبضہ قدرت میں ہے) اور نہ میں کسی چیز کی استطاعت اور طاقت رکھتا ہوں کہ میں

Marfat.com

کچھ بھی اپنی ذات سے حاصل کر سکوں مگر سوائے اسکے جو تو نے مجھے عطا کیا اور نہ اتنی سکت یا طاقت رکھتا ہوں کہ میں برائی سے بچ سکوں مگر جس سے تو مجھے بچا لے اے اللہ تو مجھے توفیق دے اسکی جسکو تو پیار کرتا ہو محبوب رکھتا ہو اور راضی ہوتا ہو قبول عمل کے ذریعہ عافیت کے ساتھ۔

صبح بیدار ہوتے ہی میں نے یہ دعا پڑھی تو چاشت کا وقت بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میری الجھن (بحمد اللہ) دور ہوگئی اور وہ کام مجھ پر آسان ہوگیا۔ پس ہر کسی کو چاہیے کہ اس دعا کو یاد کرلے اور کبھی نہ بھولے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پیاری دعا ہے۔ اللھم اجعلنی فی عینی صغیراً و فی اعین الناس کبیراً (اے اللہ مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا اور حقیر رکھیے اور لوگوں کی نگاہ میں باعزت اور بڑا رکھیے۔

۴۔اپنی کارکردگی کی ستائش

بزرگوں کا مقولہ ہے ''نیکی کر دریا میں ڈال''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نیکی کر کے احسان جتاتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اس نے خود اپنی قے کو چاٹ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے شخص کے لیے کوئی ثواب نہیں۔ انبیاء کرام اللہ کی مخلوق کی اصلاح اور بہبود کے لیے دنیا میں تشریف لائے اور کبھی انسانوں سے کوئی بدلہ یا معاوضہ نہیں لیا۔ کبھی احسان جتانے کی کوشش نہیں کی۔ ان کا ایک ہی ارشاد ہوتا تھا ان اجری الا علی اللہ (ہم کو اس کا اجر صرف اللہ سے ملے گا) مگر آج کا مادہ پرست انسان ایسے بلند اخلاق اور کردار کا تصور کرنے سے بھی قاصر ہے۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جو بھی نام نہاد نیکی کا کام کرے تو لوگ اس کی تعریف ضرور کریں۔ وہ اس فکر میں پریشان رہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اس کی شخصیت اور اہمیت کو

Marfat.com

ضرور سراہا جائے' اس کا قصیدہ گایا جائے- وہ نیکی کرتا ہی ہے صرف اپنی ستائش کے لیے-
اب سوال یہ ہے کہ ایسا شخص خود اپنی تعریف کیوں چاہتا ہے؟ سیدھا سا جواب ہے- محض اس لیے کہ اسے اپنے متعلق کوئی برائی سننا کسی قیمت پر گوارا نہیں ہوتی-

بہر حال یہ انسانی طبیعت بن گئی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کے اچھے کاموں کا حوصلہ افزائی کی جائے- اور حوصلہ افزائی کی خواہش زیادہ تر جبھی ابھرتی ہے جبکہ اس کی علانیہ حوصلہ شکنی کی جا رہی ہو- دل شکستہ انسان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتا رہے خواہ اس کے کام میں مسلسل رخنہ ڈالا جاتا ہو اور ذرا ذرا سی بات پر اس کی پکڑ کی جاتی ہو- یہ ایک ظلم کے مترادف ہے- جس کے کام کی ستائش نہیں کی جاتی اور اس کو شاباش نہیں کہا جاتا یا ایک لفظ شکر یہ ادا نہیں کیا جاتا وہ اکثر ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے اور اس کی تمام صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں- مثلاً ایسی دل شکنی اور عدم اعتراف کا شکار سب سے بڑھ کر ہمارے گھر کی عورتیں ہوتی ہیں- جی ہاں! عورت!!! اپنے چاروں روپ میں -- بحیثیت ماں -- بحیثیت بہن -- بحیثیت بیوی -- بحیثیت بیٹی -- میں سمجھتا ہوں کہ قدرت نے جتنی عورت پر ذمہ داری اور مشقت ڈالی ہے (اور اس دور میں مردوں نے اپنا بوجھ بھی جس چالاکی اور شیونیت سے اسی پر چڑھا دیا ہے- کیونکہ انگریزی میں انہوں نے کچھ تبدیلی کے ساتھ یہی پڑھا ہے کہ لدو Multi purposes کو زیادہ اور لوڈ کیا جاتا ہے) اتنی مردوں پر نہیں ڈالی گئی ہے- حالانکہ اس بیچاری کو صنف نازک کہتے ہیں تھکتے - اولاد جننے میں جتنی تکلیف اور بوجھ ماں کو اٹھانا پڑتا ہے وہ شاید سارے انسانوں کے زخموں اور تکالیف سے بھی زیادہ ہوتا ہے -- موت اور زندگی کی کشمکش سے گذرنا پڑتا ہے --- پھر اولاد کی پرورش اور تمام عمر پرخلوص محبت اور مامتا --- شوہر کی مزاجداری' گھر سے متعلق بلکہ ساری زندگی سے متعلق تمام کام اور کام کا صبح سے لے کر شام تک لامتناہی سلسلہ --- ان سب کا تکلیف اور ذمہ داریوں کے باوجود

اس کے لیے ایک حرف ستائش اور تشکر سرے سے غائب اور اس کے بدلے میں اس پر الزامات کی بوچھاڑ ہوتی رہتی ہے۔ اب اگر اس غریب عورت پر گھر کی چاردیواری سے باہر کی بھی ذمہ داریاں ڈالدی جائیں تو اس عورت سے (جیسا کہ آج کی عورت کی بے بسی اور فریب خوردگی کا حال ہے) زیادہ ستم رسیدہ کون ہوسکتا ہے؟ عورت اگر باہر کی ذمہ داریاں پوری کرنے لگتی ہے تو گھر کی ذمہ داریاں ملازمہ یا کسی اور عورت پر ڈالدی جاتی ہیں جیسا کہ آج کے معاشرہ میں عام ہوگیا ہے اور خاندانی محبت شفقت، ہمدردی، ممتا اور گھریلو خوشگواری، آبادکاری اور سرسبزی کا تو جنازہ نکل گیا اور وہی کچھ ہو چلا ہے جو کچھ آجکل مغربی ممالک میں ہو رہا ہے۔۔۔ اگر اسی طرح گھر کی اور گھر سے باہر کی تمام ذمہ داریاں اور بوجھ عورت پر ڈال کر اس کو مزید مشقت میں ڈالنے سے نہ روکا گیا تو آجکل جس قسم کا انقلاب بلکہ سیلاب ''مساوات'' کے نام پر برپا کیا جارہا ہے اس کو کون روک سکے گا۔ ''مساوات'' ایک بہت بڑی حساس تحریک ہے جو مطالبہ کرنے میں بہت شدت کا مظاہرہ کرتی ہے اور پورا کرنے میں ہمیشہ دغابازی اور چالاکی اختیار کرتی ہے۔ ساری انسانیت اس کشمکش میں مبتلا ہو چکی ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ روایتی اور سماجی غلامی ختم ہو چکی ہے، تو نظریاتی پارٹی بندی اور عصبیت کے ماتحت ہر فرد بدترین غلامی کی زندگی گذارنے پر مجبور کیا جاچکا ہے اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ فرانس کے ''روسیو'' نے کہا تھا کہ انسان پیدا تو ہوا تھا آزاد لیکن ہر جگہ وہ پابندی میں جکڑا ہوا ہے۔ سچ ہی کہا ہے، جہاں دیکھئے وہ ہر جگہ پابہ زنجیر، پابند رسم ورواج ہے۔ ظاہر میں اپنے آپ کو کتنا ہی آزاد تصور کریں لیکن حقیقت حال میں خود آزادی کو بھی لگام دیئے بغیر آزادی حاصل نہیں کی جاسکتی اور نہ حاصل کرلینے کے بعد برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ مثلاً آپ ریل کے ایک ڈبہ میں سفر کررہے ہیں۔ رات آدھی ہو چکی ہے۔ آپ کو آزادی ہے کہ فراٹے لیتی ہوئی ٹرین کی آواز سے آواز ملانے کی آپ کا دل چاہے اور اسوقت جبکہ

رات کی پرسکون فضا میں دیہات کے پرکیف ماحول سے آپ کی ٹرین گذر رہی ہو اور اس کی کھڑکیوں سے چودھویں رات کا چاند اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ اپنی کیمیں روشنی ٹھنڈی ٹھنڈی، بھیلنی بھیلنی عطر بیز ہوا کے جھونکوں کے ساتھ بکھر رہا ہو اور آپ تان سین کے لہجہ کی نقل کرتے ہوئے فل اسپیڈ میں ٹرین کی اسپیڈ کی دھن پر الاپنے لگیں۔

تم بسنت ہو، تم - تم - بہار ہو تم --- میرے دل کا شکار -- میرے دل کا پیار ہو تم -- میرا پیار ہو تم --- میرے دل کی پکار ہو تم -

آپ کے دوسرے ہمسفر کے دل میں آپ کے اس مدھرے گیت نے رقابت کی آگ بھڑکا دی ہو اور وہ آپ سے اونچی پنچم آواز میں الاپنے لگے۔

چاندنی سے، گلوں سے، نغموں سے

دل بھر آتا ہے کیوں؟ خدا جانے

دوسرے ساتھی جو محو خواب تھے اٹھ بیٹھے اور غصہ میں کر ایسی زور زور سے چیخ چیخ کر گانے لگے جیسے کوئی بچہ سوتے سوتے چونک کر رونے لگتا ہے۔ گانے کے بول تھے۔

''چین سے سو رہا تھا میں کس نے مجھے جگا دیا''

چوتھے صاحب جو انہیں کے ہم سفر تھے نیند میں غرق، آرام کو اپنا حق اور آزادی خواب کے لیے بیقرار ہو رہے تھے جھنجلا کر اٹھے اور ان سب کو سمجھایا کہ بھئی ایک ایک کر کے نغمہ سرائی کیجئے اور ایک دوسرے کے گانے، دھن، راگ اور گلوکاری کو سراہیے، کچھ ستائش کیجئے - واہ واہ! سبحان اللہ کہئے تو سب کو مزا آئے - پھر اپنے خاص ملکہ ترنم سے اپنی اٹیچی کا طبلہ بجا کر گانا شروع کر دیا۔

برے بھائی بڑی ہاں، بڑی ارے بڑی ...... بڑی مشکل ...... بڑی مشکل سے، ارے ہاں بڑی مشکل سے...... دل ...... دل ...... دل کی، ارے ہاں دل کی، آ ہے واہ دل کی ---

Marfat.com

بیقراری --- بیقرار ہے واہ --- بیقراری ...... مشکل سے بیقراری اجی بیقرار کو ...... اہے واہ بیقراری کو بڑی - ی - ی - ی مش - مش ...... کل سے ...... بیقرار آ آ آ ری ی ی کو -- اہے واہ -- قراری کو اجی ہاں قراری کو - ہاں جی بیقراری کو ...... قرار ...... ارے ہاں' اہے واہ قرار ہاں ہاں - قراری کو ...... بیقرار آیا -- سارا ڈبہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا کیونکہ یہ کسی فلمی گلوکارہ کا گایا ہوا مصرع تھا بڑی مشکل سے دل کی بیقراری کو قرار آیا' جس کی گت بنائی جارہی تھی' اور صاحب فن اس کو پکا بول کہتے ہیں - اسی دوران میں ایک اور ہمسفر جو ذرا کیم شحیم مضبوط مرد قسم کے آدمی تھے نیند سے بیدار ہو کر شیر کی طرح گرج کر بولے کیا بکواس کر رکھی ہے - تم لوگوں نے اگر تم لوگ خاموش نہ ہوئے اور ہمیں سونے نہ دیا تو ایک ایک کی گردن پکڑ پکڑ کر کھڑکی کے باہر پھینک دوں گا - پھر تو کافی لوگ اس موٹے کی طرفدار ہو گئے اور ہاتھا پائی شروع ہو گئی - ایک سیٹ سے ایک برقعہ پوش خاتون اٹھیں اور خطرہ کی زنجیر کھینچ لی - گاڑی رکی' پولیس کے افسر وغیرہ آ گئے اور ان سب کو حراست میں لے لیا اور گاڑی سے اتار لیے گئے --- آپ ہی ارشاد فرمائیے اس کو آپ حقوق آزادی کہیں گے؟ رات کا' آرام کا ٹرین کا' شرافت کا' خواتین کا لحاظ ندارد کیا اسی کو تہذیب کہتے ہیں؟

اگر سبھی اپنی اپنی آزادی کو آزادنہ طریق پر بغیر روک ٹوک استعمال کرنے لگ گئے تو نہ کوئی اس رومان بھرے مناظر سے لطف اندوز ہو سکے گا اور نہ کوئی اپنے غم واندوہ کا نیند اور آرام کے ذریعہ مداوا کر سکے گا --- بالکل اسی مثال کی طرح ہم اپنی اور آپ کی - عورت کی اور مرد کی سب کی آزادی کا تصور کرلیں' کوئی کسی کے کام کو سراہے گا نہیں تو انسانیت کا کیا حشر ہو گا -'' ایک اندازے کے مطابق یہ جو تمام عورتیں اپنی چادریں پھاڑ کر' چہار دیواری پھلانگ کر مردوں کی گردنیں ناپتی نظر آ رہی ہیں کہ یہ ان کی مسلسل کارکردگی اور ہمہ تن مصروفیت اور فرض شناسی کی عدم ستائش' حوصلہ شکنی اور زمانہ جاہلیت کے مظالم جو ان پر روا رکھے گئے' ان کا

Marfat.com

نتیجہ نہیں ہیں-- اسلام نے تو ہر ایک کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت' اپنے وقت اور اپنے دائرے کار میں فرائض کی انجام دہی کی خاص تاکید کی ہے اور اسی سے حقیقی آزادی ملتی ہے- مگر اسلام کے ماننے والے ہی اس تاکید کو سرے سے نظر انداز کر رہے ہیں-''

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اس دور کی نہایت ثقیل قسم کی ذلت آمیز آزادی کو آزادی نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ تو بدترین غلامی کی منہ بولتی تصویر ہے- گھروں میں ایک مثالی روز مرہ زندگی کے تقاضہ گھر کے باہر کے تقاضوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتے- لیکن آجکل کا معاشرہ باہر کی فکر میں اتنا مصروف ہو گیا ہے کہ گھر کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے- پوشاک درزی کے ذمہ' کھانا ہوٹل سے آتا ہے- بچے اسپتال میں پیدا ہوتے ہیں' اس کے بعد نرسری' اسکول' کالج اور یونیورسٹی میں پرورش اور تعلیم و تربیت ہوتی ہے- پھر ایسے لوگ اپنی مرضی سے شادی کر کے اپنا یونٹ بنا کر بس جاتے ہیں والدین کی گود خالی کی خالی- اگر کسی نے بہت وضع داری کو نباہنا چاہا تو کبھی کبھی گود میں اٹھا کر اس کی آیا یا نرس کے حوالے کر دیا- گھر کا کام ختم- اب کسی کو بھی اپنا گھر یا گھر کی ذمہ داریاں کیسے یاد رہ سکتی ہیں-

تنظیم گلستاں کے دھن میں اب شاخ نشیمن یاد نہیں
اے گردش دوراں خوش ہو لے ہم اپنا ٹھکانا بھول گئے

مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ گھر کی ذمہ داریوں سے کوئی سبکدوش نہیں ہو سکتا- اول تو ملازم یا نرس یا آیا ہر ایک کو میسر نہیں اور نہ ان کے رکھنے کی سب کی حیثیت ہوتی ہے- سب کام سبھی کرنے لگ جائیں اور تقسیم کار نہ ہو تو گھر کا اور گھر والوں کا کباڑا ہو جائے گا- جب بھی کوئی کام گھر کا کوئی فرد انجام دے تو اس کو شاباش دیجئے' سراہیے' اعتراف کیجئے اور حوصلہ افزائی کیجئے تو ایک دوسرے کا تعاون حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہ جاتا- گھر کے

Marfat.com

درجنوں کام ایسے ہوتے ہیں کہ مرد بیچارے کر ہی نہیں سکتے - مثلاً بچوں کی دیکھ بھال' دودھ پلانا' پیشاب پاخانہ کرانا' نہلانا دھلانا' کھانا پکانا' سینا' پرونا' ملبوسات کا اہتمام کرنا' دوست احباب' مہمانوں کی خاطر مدارات' گھر کی صفائی' ستھرائی' آراستگیٔ زیبائش' غرضکہ انتظام خانہ داری' بچوں کی نشو ونما خاندانی اور عمومی میل جول یہ سب انسانی زندگی کے وہ میدان ہیں جن میں عورت ہی کی کارکردگی اور حکمرانی خوش اسلوبی سے چل سکتی ہے- مرد بیچارے کی فطری ساخت اور کرختگی اور سخت کوشی ان میدانوں کی متحمل نہیں ہوسکتی' الا یہ کہ وہ مخلوط ہی جنس سے متعلق ہو- عورت پر اس میدان عمل میں تمام انسانیت کی کامیابی اور ترقی کا دارومدار ہے لیکن افسوس اس کا ہے کہ مرد اس کا اعتراف اور ستائش نہیں کرتا ہے' بلکہ اپنے دائرہ کار میں عورت کو بھی ملوث کرتا ہے جو بہت بڑا ظلم ہے- سچ پوچھیے تو مرد اپنی ذمہ داریوں کو ہلکا کرنے کے لیے بغلی داؤں لگاتا ہے- Side track کرتا ہے- پہلے تو صرف وہی عورتیں گھر سے باہر اپنی روزی خود کماتی تھیں جنہیں مردوں کی کفالت ملنے میں دشواری ہوتی تھی- اب مہنگائی اور معیار زندگی کے بلند ہو جانے کا حیلہ ہاتھ آ گیا ہے تو عورت اور مرد دونوں کی نیت کسی اور فکر کی غمازی کر رہی ہے- جو قوم اس حقیقت کو نظر انداز کرنے یا پردہ پوشی کرنے کی کوشش کرتی ہے پھر وہ قوم چاہے زمین و آسمان کے قلابے ملا ڈالے' چاند' مریخ اور سورج پر اپنا جھنڈا گاڑ دے اور نیوٹرون بم بنا ڈالے مگر وہ انسانیت کو تباہی سے نہیں بچا سکتی- بہرحال کوئی کام بھی کیا جائے انسان کی جبلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کے کام کا اعتراف کیا جائے اس کو سراہا جائے- آج کے انسان کی خودغرضی کا یہ عالم ہے کہ زبان سے تو عورت کو زندگی کا بہترین نصف کہتا ہے- مگر اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے کنیز اور خدمتگار جیسا گھر کی خاتون خواہ کتنا ہی عمدگی سے بہتر سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہے پھر بھی اس کی دل شکنی یہ کہہ کر کی جاتی ہے کہ یہ تو عورت کے حقوق میں داخل ہے- اگر ہر شوہر اور اس کے بچے یہ

Marfat.com

سوچیں کہ بیوی یا ماں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے کپڑے دھو کر' استری کر کے ان کو خوش پوش رکھے اور ان کے لیے عمدہ عمدہ کھانا پکا کر کھلا کر ان کو توانا اور تندرست بنائے رکھے۔ یا وہ یہ سمجھتے رہیں کہ ان کا گھر خود بخود صاف ستھرا ہوتا رہتا ہے۔ تمام کوڑا کرکٹ گندگیاں جو وہ پھیلاتے رہتے ہیں اپنے آپ سمٹ کر جھاڑ بہور لی جاتی ہے۔ یا دھلے دھلائے اجلے اجلے کپڑے خود کار ہوتے ہیں اور الماریوں سے سلیقے سے تہہ کیے ہوئے اپنے آپ سجا دیے جاتے ہیں اور یہ تمام گھر کی زیبائش' آرائش' آرام سب قدرتی طور پر بغیر کسی خوش سلیقہ ہنر مند خاتون کے ہاتھ لگائے بغیر انجام پاتے رہتے ہیں تو یہ کفران نعمت کرنے والے ناشکرے انسانوں کی ذہنیت ہو سکتی ہے جو نعوذ باللہ اپنے خالق و مالک اللہ جل جلالہ کے وجود کے بھی منکر ہوتے ہیں یا اگر کسی عنوان سے اقرار بھی کرتے ہیں تو اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے۔ نافرمانیاں اور فسادات ہی برپا کرتے رہتے ہیں تو پھر وہ اپنے گھر کو سنوارنے اور انتظام خانہ داری کرنے والی ماں یا بیوی یا بیٹی یا بہن کی حسن کارکردگی اور احسان کا کیونکر اعتراف اور شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔

اب آپ کو یہ یقین کرنے میں انشاء اللہ بالکل تردد نہ ہوگا کہ یہ عورت ہی ہے جس کی ذات سے تمام امور خانہ داری کے تقاضے پورے کیے جاتے ہیں اور خاندان کا وجود برقرار رکھا جاتا ہے اگر اس کے حق میں چند حروف شکر گذاری اور احسان مندی کے زبان سے نہ ادا کیے جائیں تو اس کی حوصلہ شکنی ہزاروں فتنوں اور گھریلو بدمزگیوں کا سبب بنتی ہے۔ اسی کو دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ خاندان میں ذہنی امراض کا بھی سبب بنتی ہے۔ ادائے شکر ادائے فرض ہے۔ بھلا کوئی صحیح الدماغ انسان ناشکرا اور احسان فراموش بھی ہو سکتا ہے۔ آج جو گھروں میں افراتفری اور اداسی کا ماحول نظر آرہا ہے اس میں اس ناشکری' احسان فراموشی اور حوصلہ شکنی کا کس حد تک عنصر شامل حال ہے۔ آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں۔ ہم کہیں گے تو

Marfat.com

شکایت ہوگی۔ شکر گذاری کا معاملہ صرف عورت کے لیے مختص نہیں ہے بلکہ گھر کے مردوں کے لیے عورتوں کی طرف سے بھی شکر گذاری اور نیک تمنائیں و ستائش مضمون واحد ہے۔ ورنہ کوئی ایک ہاتھ سے تالی بجا کے دکھلائے تو جانیں۔

اسی طرح اگر آپ کسی محکمہ کے آفیسر ہیں یا معمولی کلرک ہیں اور آپ کی محنت اور کارکردگی کی کوئی نہ تعریف کرتا ہے اور نہ سیدھے منہ بات کرتا ہے بلکہ حوصلہ شکنی اور رعب ڈالا جاتا ہے تو آپ اس ملازمت کو آسانی سے خیر باد کہہ کر قطع تعلق کر سکتے ہیں لیکن آپ کی شریک حیات یا آپ کی ماں اس آپ کی بے رخی اور آپ کے ناشکرے پن سے دل شکستہ ہو کر کیا اسی طرح آسانی سے آپ سے چھٹکارا حاصل کر سکتی ہے۔ شاید کبھی نہیں، بشرطیکہ کسی بیرونی عنصر سے یہ ستائش، تملق اور چکنی چپڑی باتیں نہ مل رہی ہوں۔ جیسا کہ اکثر سادہ لوح خواتین دھوکہ میں آ جاتی ہیں۔ مگر محترم! بہرحال آپ کی بدسلوکی سے بداخلاقی سے، اس احسان فراموشی اور ناشکری سے ان بیچاریوں کو مایوس ہونے سے کون روک سکتا ہے؟ سچ پوچھیے تو کام کی زیادتی سے انسان اتنا نہیں تھکتا، جتنا حوصلہ شکنی سے اس کا سارا جوش، ولولہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور اس کے تمام اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ خواتین کام سے نہیں بلکہ ایسی حوصلہ شکنی سے نہ صرف تکان محسوس کرتی ہیں بلکہ اعصابی اور ذہنی مریض بن جاتی ہیں اور ان کی زندگی بے مصرف، بے جا نذ کولہو کے بیل کی طرح ہو کر رہ جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب عورتیں گھر کے ماحول سے بیزار ہو کر باہر کے مشاغل، ملازمت یا کاروبار اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھتی ہیں۔ ان کے مرد بھی شاید اسی لیے اخراجات کی تنگی اور ان کے پھوہڑ پنے کا، گھر داری میں نااہلی کا بہانہ بنا کر ان کی کمائی کھانے پر زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک برائی کو برائی سے دور کرنے کا فلسفہ نہایت کامیاب ہو رہا ہے مگر ہم کو اور آپ کو اس کے برعکس نظر آ رہا ہے۔ (بحوالہ جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں)

Marfat.com

باپ کا تقدس اور قرآن کریم

☆ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کہاں خرچ کریں ان کو جواب دیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اس کے اولین حق دار تمہارے والدین ہیں۔ (سورۃ بقرہ)

☆ آپ کہہ دیجیے جو کچھ تمہیں مال سے خرچ کرنا ہے سو وہ حق ہے والدین کا اور عزیزوں کا اور یتیموں کا مسکینوں اور مسافروں کا۔ (سورۃ بقرہ)

☆ (یعنی یہ کہ) اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو اور اپنی اولاد کو افلاس (کے خیال سے) قتل مت کرو۔

(سورۃ انعام)

☆ (یعنی) ہمیشگی کے باغ میں جن میں وہ (خود بھی) داخل ہوں گے اور (وہ بھی) جو جنت کے لائق ہوں گے ان کے ماں باپ میں سے اور ان ان کے میاں بیویوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے داخل ہوں گے۔ (سورۃ رعد)

☆ اے میرے پروردگار! میری مغفرت کر دے اور میرے والدین کی اور ایمان والوں کی بہ روز حساب کتاب۔ (سورۃ ابراہیم)

☆ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف (اللہ) کی والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو

انہیں اف تک نہ کہو' نہ انہی جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ ادب سے بات کرو عاجزی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ اے اللہ ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت اور شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

☆ ماں باپ قابل احترام' واجب العزت' اکرام اور لائق خدمت و احسان ہیں اگر چہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

☆ ماں باپ کی بخشش و مغفرت کے لیے دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم دیا ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

☆ ماں باپ کے سامنے اظہار ذلت و کمتری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل)

☆ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا۔ کمزوری پر کمزوری جھیلتی رہی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا میری ہی طرف تجھے آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرا ایسے کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہا نہ مان اور مگر دنیا میں بھلائی کے ساتھ ان کا ساتھ دے۔ (سورۃ لقمان)

☆ اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی اس کی ماں تکلیف اٹھا اٹھا کر اس کو پیٹ میں لیے پھری اور تکلیف ہی سے جنا اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ تکلیف والی مدت اڑھائی سال ہے۔ (سورۃ الاحقاف)

☆ اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ (سورۃ الاحقاف)

☆ اے میرے پروردگار! مجھے بخش اور میرے ماں باپ کو اور جو بھی میرے گھر

Marfat.com

داخل ہو بحیثیت مومن کے اور کل ایمان والوں اور ایمان والیوں کو۔ (سورۃ نوح)

☆ اے مہربان مہربانی کر میرے ساتھ اور میرے ماں باپ کے تمام حالات میں جیسا تو پسند کرے اور خوش ہوا ے جاننے والے اے قدرت والے اور بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (القرآن)

Marfat.com

باپ کا تقدس اور احادیث نبویؐ

☆ ایک صحابی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ ''ماں اور باپ دونوں میں سے کس کی زیادہ خدمت کروں؟'' حضورؐ نے فرمایا ''صلہ رحمی اور خدمت کرو اپنی ماں کی اور اپنی ماں کی پھر اپنی ماں کی۔ اس کے بعد اپنے باپ کی اور اس کے بعد جو اس کے قریب تر اس کے رشتے دار ہوں ان کی جو اس کے بعد ہو۔''

☆ رسول اللہؐ کے صحابی ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہؐ نے فرمایا اس آدمی کی ناک غبار آلود ہو جائے۔ اس آدمی کی ناک غبار آلود ہو جائے۔ اس آدمی کی ناک غبار آلود ہو جائے صحابہ نے سوال کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت کا حق دار نہ بن گیا۔

☆ حضرت ابی امامتہ الباہلی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرمؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ ارشاد ہوا ''ماں باپ ہی تمہارے لیے جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ ہیں۔'' (ابن ماجہ)

☆ حضرت ابو بکر صدیقؓ راوی ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ایک روز ارشاد فرمایا:

''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں سے باخبر کر دوں؟''

صحابہ کرام نے بیک زبان کہا ''کیوں نہیں یا رسول اللہ ضرور بتائیں۔''

رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ٹھہرانا''، ''والدین کی نافرمانی کرنا''، ''خبردار جھوٹی بات سے بچنا''، ''خبردار جھوٹی گواہی سے بچنا''

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ آنحضورؐ نے ان فرمودات کو اتنی بار دہرایا کہ ہم سب نے چاہا کہ آپؐ خاموش ہو جائیں۔ (بخاری و مسلم)

☆ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جس بیٹے اپنے باپ کی طرف غصے کی نظر سے دیکھا اس نے باپ کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ (طبرانی اوسط)

☆ ایک حکایت ہے کہ ایک بیٹا اپنے بوڑھے باپ کو اپنے آپ پر ناگوار بوجھ سمجھتا تھا اور اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔ باپ بیمار پڑ گیا۔ بیٹا پہلے ہی اس سے تنگ تھا ایک روز بیٹے نے باپ سے کہا چلیں ابو آپ کو سیر کرالاؤں بیل گاڑی تیار ہے۔ باپ چپ چاپ چل پڑا اور بیل گاڑی میں بیٹھ گیا۔ بیٹے نے بیل گاڑی دریا کے کنارے لے جا کر روک لی اور ابا کو بڑے پیار اور احترام سے اترنے کے لیے کہا ''یہاں نہیں بیٹا! گاڑی ذرا اوپر لے چلو وہاں پانی گہرا ہے میں نے اپنے باپ کو وہاں دریا میں پھینکا تھا فوراً ڈوب گیا تھا۔''

☆ رسول اکرمؐ نے فرمایا ''کہ تم اپنے باپ دادا کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی۔ تم خود پاک دامن رہو گے تو تمہاری عورتیں بھی پاک دامن رہیں گی۔''

☆ حضرت علی راوی ہیں ''مجھے رسول اللہؐ نے چار باتیں بتائیں۔''

۱۔ جس نے غیر اللہ کے نام پر کوئی جانور ذبح کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

۲۔ جس نے اپنے والدین پر لعن طعن کی اس پر اللہ کی لعنت۔

۳۔ جس نے بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت۔

۴۔ جس نے سنگ ہائے میل کو بدل دیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں ''رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین افراد جنت میں داخل نہیں ہوں گے- والدین کا نافرمان بیٹا' بے غیرت مرد اور وہ عورت جو مردانہ انداز اختیار کرتی ہے- (مستدرک حاکم)

☆ ایک انصاری نے رسول اکرمؐ سے پوچھا کہ میرے والدین کی وفات کے بعد بھی مجھ پر ان کا کوئی حق باقی رہتا ہے؟'' آنحضورؐ نے فرمایا کہ چار حقوق باقی رہتے ہیں- ان کے حق میں دعا کرتے رہنا' ان کے لیے استغفار کرتے رہنا' وہ کسی کے ساتھ وعدہ پورا کیے بغیر فوت ہو گئے ہوں تو وہ وعدہ پورا کرنا' ان کے رشتہ داروں اور ان کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک اور مروت سے پیش آنا-

★ ماں باپ اولاد کے حق میں مستجاب الدعا ہوتے ہیں اگرچہ غیر مسلم ہی ہوں- (بخاری)

☆ ماں باپ کی رضامندی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی پنہاں ہے- (ترمذی)

★ ماں باپ کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے- (بخاری و مسلم)

☆ ماں باپ کی دعاؤں کے آگے تقدیر بھی بے بس ہوتی ہے- (ترمذی)

☆ ماں باپ کو ایک بار نظر شفقت کے ساتھ دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب ملتا ہے- (شعب الایمان بیہقی)

☆ ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے رزق اور عمر میں برکت ہوتی ہے- (مسند احمد)

☆ باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے- اس میں سب سے بہتر عطیہ تعلیم و تربیت ہے- (مشکوٰۃ)

☆ اللہ کی رضا والدین کے خوش رہنے میں ہے- (الحدیث)

☆ محسن انسانیت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جنگ بدر میں متنبہ کیا اور فرمایا کہ تمہاری تلوار ابو قحافہ پر نہیں اٹھنی چاہیے تم بیٹے ہو وہ باپ۔ (الحدیث)

☆ صحابہ کرام نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کسی کی اولاد اپنے والدین پر لعنت بھیج سکتی ہے۔ جبکہ دنیا میں اس کے وجود آنے کا ذریعہ وہی ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کے والد کو گالی دے تو وہ بھی اس کے والد کو گالیاں دے گا اور کوئی دوسرے کی ماں کو گالی دے تو وہ بھی اس کی ماں کو گالی دے گا۔ اس طرح دونوں اپنے والدین کے لیے گالی کا سبب بنیں گے اور ایک دوسرے کے سامنے والدین پر لعنت بھیجیں گے۔

☆ ماں باپ کے حکم پر بیوی کو طلاق دینا واجب ہے بشرطیکہ سبب شرعی ہو۔ (ترمذی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے تین آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا جنہیں راستے میں بارش نے آ لیا تھا اور وہ ایک غار میں گھسے تو پہاڑ کے اوپر کے اوپر سے ایک بڑا پتھر گرنے سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہا اپنا اپنا کوئی نیک عمل یاد کرو جو رضائے الٰہی کے لیے کیا گیا ہو شاید مشکل آسان ہو جائے ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے والدین بوڑھے تھے اور بچے چھوٹے چھوٹے میں بکریوں کا دودھ دوھ کر پہلے اپنے والدین کو پلایا کرتا تھا۔ ایک دن مجھے جنگل میں رات ہو گئی گھر آیا تو میرے والدین سو چکے تھے میں حسب معمول دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ بچے روتے رہے میں نے نہ تو والدین کو جگانا مناسب سمجھا' نہ انہیں پلائے بغیر بچوں کو دودھ پلایا۔ صبح تک میری یہی حالت رہی اس پر اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر پڑے پتھر کو تھوڑا سا سرکا دیا باقی دونوں اشخاص نے بھی رضائے الٰہی کے خیال سے کیے گئے نیک کام بتائے تو پتھر ہٹ گیا اور ان کے لیے راستہ بن گیا۔ (بخاری کتاب الادب)

Marfat.com

☆ حضرت عبداللہ مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے۔ آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا' عرض کی کہ پھر کون سا؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا عرض کی' اس کے بعد کون سا؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری کتاب الادب/ ترمذی ابواب البر والصلۃ)

☆ حدیث میں ہے کہ والدین کی رضا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور ان کی ناراضی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔

☆ والدین کا فرماں بردار جہنمی نہ ہوگا اور ان کا نافرمان کچھ بھی عمل کرے' گرفتار عذاب ہوگا۔ (الحدیث)

☆ والدین کی نافرمانی سے بچو کہ جنت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا۔ نہ قاطع رحم' نہ زنا کار بوڑھا' نہ تکبر سے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔ (خزائن العرفان ص ۴۲۵)

☆ مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی تفسیر نور العرفان میں لکھتے ہیں' معلوم ہوا کہ حق الخدمت ماں کا زیادہ ہے کیونکہ ماں نے بچے کو خون پلا کر پالا اور باپ نے زر پلا کر۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں اگر بچہ کی پرورش نہ بھی کر سکی جب بھی حق مادری اس کا ضرور ہے۔ کیونکہ یہاں پیٹ میں رکھنے اور جننے کو وجہ بتایا گیا۔ نیز اگر ماں خاوند سے اجرت لے کر بچہ کو پالے جب بھی اس کا حق ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو فرعونی اجرت پر پرورش کیا۔

☆ نفل نماز پر والدین کی اطاعت مقدم ہو۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ والادب)

☆ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص رزق کی کشادگی اور عمر کی زیادتی کا خواہش مند ہو اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (مسند احمد' والدین کے حقوق)

Marfat.com

تربیتِ اولاد اور باپ

وہ باپ جس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہوگا

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ اپنے کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی مہیا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے، وہ قیامت کے روز اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہوگا اور جس نے حلال طریقے سے دنیا اس لئے کمائی کہ وہ دوسروں سے مال و دولت میں بڑھ جائے، دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے، نمود و نمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا''

(بحوالہ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۲)

غور فرمایئے بچوں کے لئے دنیا کمانا بھی اجر و ثواب کا باعث بن گیا لہٰذا بچوں کے لئے آپ جتنی محنت کر رہے ہیں اس پر آخرت کے اجر کی بھی امید رکھئے ہاں یہ ضرور ہے کہ ملازمت اور تجارت کرتے ہوئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کیجئے، اور تجارت اور ملازمت صحیح طور سے کرنے کے لئے ''متقی اور داعی تاجر'' کتاب مرتبہ علماء مدرسہ بیت العلم ضرور مطالعہ فرمائیں۔

کفالت کی ذمہ داری کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی ولادت سے بالغ ہونے کے وقت

Marfat.com

تک بچے کے ہر طرح کے مصارف باپ برداشت کرے۔ اس کی ولادت کے مصارف، کھانے پینے پہننے اوڑھنے کے مصارف، اس کی خدمت و نگہداشت کے مصارف، اس کی صحت و آرام کے مصارف، اجنبی عورت سے دودھ پلانا ہو تو اس کا معاوضہ، اور اگر اللہ نہ کرے بچے کی ماں کو طلاق دے دی ہو اور وہ دودھ پلائے تو اس کا معاوضہ، غرض بچے کی پرورش اور نشو و نما کے لئے ہر قسم کے خرچ برداشت کرنا باپ کی شرعی ذمہ داری ہے۔ اگر باپ خوش حال ہو تو بچے کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر واجب ہے اور بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا بھی مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے باپ کے سینے میں پدری محبت کا بے پناہ جذبہ پیدا فرما کر اس پر بھی زبردست احسان کیا ہے اور اولاد پر بھی۔ اس فطری محبت کے بغیر محض تقاضائے فرض کے طور پر اولاد کی کفالت بڑا کٹھن کام تھا۔ اور کم ہی لوگ اس فرض کا حق ادا کر پاتے۔ نتیجے کے طور پر اولاد کی پرورش انسانی معاشرے کا ایک سنگین مسئلہ بن جاتا اور اولاد بالعموم پرورش سے محروم رہ جاتی۔ اولاد پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے والدین کے دل میں ان کی زبردست محبت و پیار پیدا کر کے ان کی پرورش کو والدین کے لئے نہایت خوشگوار فرض اور انتہائی بیش بہا صلہ عطا فرمائے گا۔

اولاد کی فطری محبت کے ساتھ جب یہ زوردار محرک بھی مل جاتا ہے کہ اولاد کی کفالت آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ ہے تو یہ فریضہ نہایت آسان اور دل پسند بن جاتا ہے اور مسلمان باپ اپنی عاقبت بنانے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب بننے کے لئے اس فرض کو عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے اولاد کی کفالت کے لئے سخت سے سخت مشقتیں جھیل کر اور زبردست قربانیاں دے کر بھی خوش اور مطمئن ہوتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حسن عمل کی توفیق بخشی اور اس نے میرے سپرد جو امانت کی تھی میں نے اسے ضائع نہیں کیا اولاد پر خرچ کر کے

بجا طور پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا۔

حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا انفق الرجل علی اهله نفقة یحتسبها فهی له صدقة (ریاض الصالحین صفحہ ۱۵۲)

''جب کوئی شخص اللہ کو خوش کرنے اور آخرت میں اجر پانے کے لئے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ (اللہ تعالیٰ کی نظر میں) صدقہ قرار پاتا ہے۔''

احتساب کے ساتھ کسی عمل کو کرنے کے معنی یہ ہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے اجر کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے پیچھے کوئی اور جذبہ نہ ہو۔

ایک بات کی وضاحت یہاں پر ضروری ہے کہ بچے پر جو کچھ بھی خرچ کرے اس میں ایک پیسہ بھی حرام کا نہ ہو ورنہ ''نیکی بر باد گناہ لازم'' کا مصداق ٹھہرے گا۔ اسی طرح جب نیت اللہ تعالیٰ کی راضی کرنے کی ہے تو نام و نمود اور نمائش وغیرہ کے لئے اور فضول تقریبات مثلاً سالگرہ وغیرہ پر مال خرچ کرنے سے اجتناب کریں اگر ماں اور بچے کی طرف سے زور بھی ہو تب بھی پیار و محبت سے ان کو سمجھائیں اور ترغیب دیں کہ ایسی لغویات کی اسلام میں اجازت نہیں اور اس میں آخرت کے علاوہ دنیا کا نقصان بھی ہوتا ہے اور یہی پیسہ جو ہم سالگرہ پر خرچ کرتے ہیں غریب یتیم بچوں کی تعلیم پر خرچ کریں تو معاشرہ میں جہالت کے ختم ہونے کا سبب ہو اور سب سے بڑی برائی یہ کہ اس میں غیروں کی نقل بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دونوں جہاں میں نقصان کا سبب بنتی ہے

Marfat.com

اولاد پر خرچ والد کی ذمہ داری ہے

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس کے تین حصے کریں۔ پہلا حصہ دنیا میں دین کو پھیلانے پر خرچ کریں اور دوسرا حصہ اپنی اولاد و اہل وعیال پر اور تیسرا حصہ اپنے آرام اور رشتہ داروں کی مدد غرباء و مساکین پر اور صدقہ وخیرات میں خرچ کریں۔ اولاد پر خرچ کرنا نری دنیاداری نہیں ہے بلکہ دین کا عین تقاضا ہے۔ دین کی ہدایت یہ ہے کہ سب سے پہلے اولاد کی ضروریات پوری کی جائیں' ان کی ضروریات پوری کرنا دنیاداری نہیں دینداری ہے۔

اصولی طور پر وہی صدقہ وخیرات پسندیدہ ہے جس کے بعد بھی خوش حالی رہے اور بچے کسی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی طرح یہ بھی فہم دین سے محرومی کی بات ہے کہ آدمی کے اپنے بچے تو فاقہ مستی میں مبتلا ہوں' ان کو تو ناپ تول کر دیا جائے اور شہرت و ناموری کے لئے یا ذاتی عیش و آرام کے لئے کشادہ دلی سے خرچ کیا جائے۔ آپ کے مال ومتاع کے اولین مستحق آپ کے پیارے بچے ہیں' خواہ وہ اس بیوی ہی کے کیوں نہ ہوں جو آپ سے جدا ہو چکی ہے چاہے کسی وجہ سے بھی' بہر حال وہ آپ کے بچے ہیں' ان کو تنگی میں رکھ کر آپ خود عیش کریں یا دوسروں کو عیش کرائیں اور ان کو ترساتر سا کر دیں' یہ حق تلفی ہے' اور دوسروں کو دینے میں کشادہ دلی اور فراخ دستی دکھائیں' آپ کا یہ عمل قابل اصلاح ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت آپ کے لئے یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے اولاد کی ضروریات پوری کریں۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی خوش حالی برقرار رہے اور سب سے پہلے ان پر صرف کرو جن کی کفالت تمہاری ذمہ داری ہے''۔

(مشکوۃ باب فضل الصدقہ عن ابی ہریرہ وحکیم بن حزام صفحہ ۱۷۰)

اس حدیث سے مسلمان ماں باپ کو ایک متوازن' معتدل اور فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق نقطہ نظر ملتا ہے۔ ہر انسان کی فطری خواہش ہے کہ اس کا مال اس کی اولاد کے کام

Marfat.com

آئے اور وہ آرام و آسائش کی زندگی گزارے۔ مال و دولت کمانے کا سب سے بڑا محرک بھی یہی ہے اور سب سے پہلا پسندیدہ مصرف بھی یہی ہے۔ اسلام صدقہ و خیرات پر بہت زور دیتا ہے' بلکہ اس کو ایمان کا تقاضا قرار دیتا ہے اور بخل اور تنگ دلی کو نفاق کی علامت بتاتا ہے' لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کی ضروریات پوری کرو جن کے تم کفیل بنائے گئے ہو۔ اولاد کی ضروریات نظر انداز کر کے اپنی ذاتی نفسانی فضول خواہشات پر لگانا' یا اولاد سے بچا بچا کر جمع پر جمع کرتے رہنا اور اپنی جمع شدہ پونجی کی ان کو خبر بھی نہ ہونے دینا یہ سمجھداری نہیں ہے۔

اسی طرح اپنی حیثیت کے موافق اولاد پر خرچ کرنے میں سخاوت کی جائے' بار بار روک ٹوک اور ایک ایک پیسہ کے حساب پر ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل نہ کیا جائے بلکہ اچھی چیزوں پر خرچ کرنے کا عادی ہے تو حوصلہ افزائی کی جائے اور غلط چیزوں پر خرچ کرنے کا عادی ہو تو بار بار اس طرح سمجھایا جائے کہ اس کو سمجھ آ جائے' بچے کو عمر کے موافق جیب خرچ دی جائے' ایسا نہ ہو کہ سخاوت کے جذبے کے تحت چھوٹی عمر میں اتنے پیسہ دے دیں کہ جس سے خود اس بچے اور دوسرے بچوں کے اخلاق خراب ہوں' لہٰذا افراط و تفریط کے درمیان اس طرح خرچ کیا جائے کہ نہ بچہ بگڑے اور نہ جوان شادی شدہ اولاد والد کی موت کی تمنا کرے' اس لئے کہ سمجھدار بچوں پر بہت زیادہ روک ٹوک اور بار بار دوسرے بھائی بہنوں کے سامنے ذلیل کرنا بچوں کے دل میں والد کی موت کی تمنا پیدا کر دیتا ہے اس موقع پر والد کو سوچنا چاہئے کہ میرے انتقال کے بعد تو سب اولاد اور بیوی ہی کا ہے تو میں اپنی بات اسی طرح کہوں کہ اس کا وزن باقی رہے اور بچوں کو اس سے نصیحت ملے نہ کہ وہ مزید پریشانی کا سبب ہو

اسی طرح گناہوں میں خرچ کرنے سے خود بھی بچے اور اولاد کو بھی بچائے دنیا و آخرت میں گناہوں پر خرچ کرنے کے نقصانات اس پر عذاب و وبال اور انفرادی و اجتماعی

Marfat.com

نقصانات کو ان کے سامنے کھول کھول کر بیان کرے تاکہ وہ ان گناہوں میں خرچ نہ کریں، لیکن یہ خیال رکھے کہ سو فیصد اولاد کا مزاج باپ پر نہیں آ سکتا، اگر والد قناعت پسند ہے تو ہو سکتا ہے اولاد فضول خرچ ہو یا اس کا عکس دونوں صورتوں میں سمجھدار والد کو چاہئے کہ خود اپنے معیار سے نیچے اترے اور ان کو تھوڑا سا اوپر لائے اور درمیانی راہ اختیار کر کے خود بھی خوش رہے اور بالغ اولاد کو بھی خوش رکھے۔

اسی طرح خرچ کرنے میں نیت اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کی کرلے اس کو شریعت کی اصلاح میں احتساب اور ثواب کا استحضار کہا جاتا ہے اس نیت کی وجہ سے خرچ کرنے کا ثواب مزید بڑھ جائے گا ویسے تو ہر ماں باپ اولاد پر خرچ کرتے ہی ہیں لیکن جو والدین اس ثواب کی بھی نیت کر لیتے ہیں وہ دوگنا فائدے میں رہتے ہیں۔

اسی طرح بعض اوقات آدمی دوستوں کے ساتھ لنچ میں یا کھانے پر ہوٹلوں میں خوب خرچ کرتا ہے اور بل ادا کرنے میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں بل ادا کروں گا، اس وقت ہر والد کو سوچنا چاہئے کہ میرے حقیقی دوست میرے بیوی بچے ہیں کیا میں اپنی بیوی بچوں پر اسی طرح خوشی سے خرچ کرتا ہو؟ کیا میں اس خرچ پر ثواب کی امید رکھتا ہوں؟

اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک

اولاد کا ایک اہم حق یہ ہے کہ آپ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں، ان پر رحم کھائیں، ان کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آئیں، ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھیں، ان کے جذبات و احساسات کا لحاظ کریں، ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں اور کوئی ایسا برتاؤ نہ کریں جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگے، ان کا دل ٹوٹے، ان پر مایوسی طاری ہو، یا ان کی خودداری اور عزت نفس مجروح ہو۔

Marfat.com

آپ کے ننھے منے پیارے بچے آپ کی طرف شفقت طلب نظروں سے دیکھتے ہیں' یہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے اور اس کے انعام کی ناقدری نہ کیجئے' اولاد کی قدر کیجئے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیجئے جس کے یہ مستحق ہیں

اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' اس امانت کی حفاظت کیجئے' اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کیجئے کہ یہ کسی لائق ہو کر دنیا کے لئے بھی باعث رحمت ہوں اور آپ کے لئے بھی عزت و عظمت' نیک نامی اور آخرت کی سرخروئی کا سامان بنیں۔

اگر آپ کا سلوک اپنی اولاد کے ساتھ اچھا نہیں ہے تو یہ آپ کے اپنے ساتھ بھی زیادتی ہے' اولاد کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور اپنے معاشرے کے ساتھ بھی۔

بات بات پر غصہ کرنا' چیخنا چلانا' ڈانٹنا جھڑکنا' برا بھلا کہنا' ناکارہ' نالائق جیسے الفاظ سے یاد کرنا' ان کی نادانیوں اور شرارتوں سے تنگ آ کر ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنا' گالی دینا' کوسنا اور ان پر سختی کرنا' ان کو بیجا مشقت میں مبتلا کرنا' ان کو کسی وقت کھیل کھیلنے اور ہنسنے بولنے کا موقع نہ دینا اولاد کے ساتھ بدسلوکی ہے۔ اس بدسلوکی کے نتائج انتہائی تلخ اور انتہائی حسرت ناک ہوتے ہیں' اولاد کے حق میں بھی' ماں باپ کے حق میں بھی اور معاشرے کے حق میں بھی۔

بچے اپنی ابتدائی عمر میں جب وہ نادان' کمزور اور بے بس ہوتے ہیں' آپ کی محبت و مہربانی کے بھی مستحق ہوتے ہیں' آپ کی مشفقانہ ہمدردی اور مدد کے بھی اور آپ کی رہنمائی اور رہبری کے بھی' لیکن آپ کے سائے میں اگر انہیں ان تین نعمتوں کے بجائے صرف غصہ' قہر اور سخت گیری میسر آئے تو فطری طور پر وہ آپ سے مایوس اور بیزار ہوں گے۔ آپ سے دور دور رہنے اور گھر سے بھاگنے کی کوشش کریں گے اور جہاں بھی انہیں ان تین نعمتوں کی جھلک نظر آئے گی وہ بے اختیار ادھر لپکیں گے۔ بچوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ وہ حقیقی محبت

اور مصنوعی محبت میں فرق کر سکیں، اخلاص اور فریب کو پہچان سکیں۔ معاشرے کے بدقماش اور بے دین لوگوں کو ایسے بچوں کو ورغلانے اور اپنے گھناؤنے جال میں پھانسنے کا موقع مل جاتا ہے اور یہی نادان بچے دھیرے دھیرے معاشرے کے لئے وبال بن جاتے ہیں اور بڑے بڑے جرائم کرنے لگتے ہیں۔

اگر خوش قسمتی سے یہ بچے برے لوگوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچ جائیں تو بھی یہ والدین کے لئے مستقل دردسر ہوتے ہیں' ان کو اپنے ماں باپ سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ ماں باپ کی بدسلوکی اور سخت گیری کے نتیجے میں بچوں کے دلوں میں ماں باپ کے لئے وہ پاکیزہ جذبات پیدا ہی نہیں ہوتے جو سعادت مند اولاد کے دل میں ہوتے ہیں' ماں باپ زندگی بھر ان کی نافرمانی اور نالائقی کا رونا روتے رہتے ہیں حالانکہ ان کو باغی اور سرکش بنانے میں سب سے گہرا اثر انہی کے برے سلوک کا ہوتا ہے اور جس بات کی ساری ذمہ داری یہ اولاد کے سر ڈال کر ان کی شکایت کرتے ہیں' اس بگاڑ میں ان کا اپنا حصہ اولاد سے کچھ کم نہیں ہوتا۔

والدین کی بدسلوکی کا تیسرا برا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے بچے اخلاقی اعتبار سے انتہائی پست ہوتے ہیں' اور وہ ان اخلاقی جوہروں سے بالعموم محروم ہوتے ہیں جن کی بدولت کوئی انسان دین یا دنیا کے لئے کوئی بڑا کارنامہ انجام دیتا ہے۔ وہ خود اعتمادی' جرات' ہمت' حوصلہ' خودداری' عظمت' استقلال' خوش اخلاقی' خوش مزاجی اور خوش کلامی وغیرہ جیسے اخلاقی فضائل سے محروم ہوتے ہیں۔ اس کی بجائے وہ جھنجھلاہٹ' تنگ نظری' کم ظرفی' احساس کمتری' بخل' تنگ دلی اور غرور ریا جیسے اخلاقی رذائل کا شکار ہوتے ہیں' وہ اکثر اپنے وجود کو نہایت حقیر' بے مصرف اور نکما سمجھتے ہیں اور اپنے اس عیب کو چھپانے کے لئے اپنی برتری اور بڑائی کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔

اگر آپ واقعی اولاد کے بہی خواہ ہیں' تو ان کا حق ادا کیجئے اور ان کے ساتھ ویسا ہی

Marfat.com

ل کیجئے جیسے سلوک کی آپ خود ان سے توقع کرتے ہیں- تب ہی اولاد کے دل کی
رائیوں سے آپ کے لئے یہ دعا نکل سکے گی:

وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيراً (بنی اسرائیل: ۲۴)

''اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن (کی
) میں پالا پرورش کیا ہے''-

قرآن کریم کے ذریعے ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اولاد کے ساتھ نرمی اور عفو درگذر کا
ؤ کیا جائے اور شفقت و مہربانی سے پیش آیا جائے- اولاد کی کوتاہیوں پر ان کو سزا دینا' ان
ے انتقام لینا اور ان پر غصہ اتارنے کے لئے سختی کرنا ناپسندیدہ عمل ہے- اللہ تعالیٰ انہی
دل کے قصور بخشتے اور انہی لوگوں پر رحم فرماتے ہیں جو اپنے گھر والوں کے ساتھ معافی'
رزاور بخشش کا سلوک کرتے ہیں-

وان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان الله غفور رحيم

(تغابن آیت:۱۴)

''اور اگر تم ان کو معاف کر دو' ان سے درگزر کرو اور ان کو بخش دو تو اللہ بہت زیادہ بخشنے
لا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے''-

کچھ لوگ اسلام لانے کے باوجود ہجرت کی سعادت سے محروم رہ گئے تھے' ہوا یہ کہ
ب انہوں نے مدینے کو ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کے گھر والے آڑے آئے انہوں نے کہا-
م نے یہ تو برداشت کر لیا کہ تم مسلمان ہو گئے لیکن اب یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ تمہیں
پنے سے جدا ہونے دیں' اور بیوی بچوں نے کچھ اس طرح ان کے جذبات محبت کو ابھارا کہ
ن کے دل پسیج گئے اور وہ ہجرت سے رک گئے' پھر جب یہ لوگ مدینے پہنچے اور انہوں نے
یکھا کہ جو لوگ اس وقت ہجرت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے تھے وہ

Marfat.com

دین کی سوجھ بوجھ میں ان سے بہت آگے ہیں، تو ان کو بہت دکھ ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ عظیم نقصان کا سبب ہمارے بیوی بچے ہیں، چنانچہ بیوی بچوں کے خلاف ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور انہوں نے بیوی بچوں سے انتقال لینے اور ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر قرآن کریم نے ان کو یہ ہدایت کی کہ بے شک گھر والوں کی نادانی سے تم ہجرت کی فضیلت سے محروم رہے، لیکن تم نے خود ہی تو ان کو دین کے تقاضے پر ترجیح دی، لہٰذا آئندہ ان سے ہوشیار رہو لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ تم گھر والوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ، ان سے انتقام لو اور ان کو سزا دو، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا دین کا تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بہت زیادہ بخشنے والا ہے اور بخشنے والوں کو ہی پسند کرتا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے طالب ہو تو اولاد کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرو، ان کو معاف کر دو، ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرو اور ان کو بخش دو۔

علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ اہل و عیال سے کوئی کام خلاف شرع بھی ہو جائے تو ان سے بیزار ہو جانا اور ان سے بغض رکھنا یا ان کے لئے بددعا کرنا مناسب نہیں بلکہ ان کی نرمی سے اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے۔

احنف بن قیس کی نصیحت

احنف بن قیس عرب کے مشہور سردار تھے، ان کی شان و شوکت، ان کی دانائی، ان کی بردباری اور جاہ جلال کا عرب میں بڑا شہرہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بڑا لحاظ فرماتے اور فرمایا کرتے تھے یہ بگڑ جائیں تو سمجھو ایک لاکھ عرب بگڑ گئے۔

ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اپنے یہاں بلوایا، جب آپ تشریف لائے تو پوچھا، ابو بحر! اولاد کے ساتھ سلوک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ احنف

ں نے کہا:

''اولاد ہماری دلی آرزوؤں کا ثمرہ اور کمر کی ٹیک ہے۔ ہم اس کے لئے اس زمین کی طرح ہیں جو نہایت ہی نرم اور بالکل بے ضرر ہے۔ ہمارا وجود اولاد کے لئے اس آسمان کی طرح ہے جو اس پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ ہم اسی کے سہارے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔ لہٰذا اولاد اگر آپ سے کچھ مطالبہ کرے تو خوشدلی کے ساتھ اسے پورا کیجئے اگر وہ غمزدہ ہو اس کے دل کا غم دور کیجئے آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ سے محبت کرے گی آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کرے گی، آپ کبھی اس کے لئے ناگوار اور ناقابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائے، آپ کی موت چاہنے لگے اور آپ کے قریب آنے سے نفرت کرے''۔

احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس نصیحت کو دوبارہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے اور دعا یجئے کہ ''اے اللہ! یہ نصیحت میرے دل و دماغ میں پیوست فرما دیجئے''۔

بچوں کے ساتھ سلوک میں مساوات

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد نے مجھے ایک چیز ی تو عمرہ بنت رواحہ (میری والدہ) نے میرے والد بشیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اس پر س وقت تک رضامند نہیں ہوں جب تک کہ تم اس ہبہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ نالو چنانچہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے ایک چیز دی ہے

Marfat.com

اور عمرہ بنت رواحہ نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس ہبہ پر آپ کو گواہ بنالوں۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! جس طرح تم نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے کیا اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں' آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد واپس آئے اور مجھے جو چیز دی تھی وہ واپس لے لی۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر کہ ''میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا''۔ (مشکوۃ باب العطایا جلد اصفحہ ۲۶۱)

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسرک ان یکونوا الیک فی البر سواء ؟یعنی'' کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہارے سارے بچے تمہارے ساتھ یکساں حسن سلوک کریں''۔ حضرت بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب دیا'' کہ کیوں نہیں'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''پس تم ایسا نہ کرو''۔

یہ تو انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اپنے سارے بچوں کے ساتھ یکساں محبت کرے' طبعی طور پر کبھی کسی بچے کی طرف میلان زیادہ ہوتا ہے' محبت میں مساوات نہ انسان کے قابو میں ہے اور نہ اس کا اس سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ حدیث میں جس بات کا مطالبہ اور تاکید ہے وہ سلوک اور برتاؤ ہے۔ آپ کی اولاد ہونے کے ناتے آپ کے سارے بچے برابر ہیں اور سب کا آپ پر یکساں حق ہے' لہٰذا آپ سب کے ساتھ یکساں اور نیک سلوک کریں اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیں۔ ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دینا اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس طرح ایک کی حق تلفی ہوتی ہے اور اس لئے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس سے بچوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ جس کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے' اس میں برتری اور بڑائی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور وہ دوسرے بہن بھائیوں کو اپنے سے کمتر سمجھ

Marfat.com

ہے اور جن بچوں کے ساتھ سلوک میں کمی کی جاتی ہے ان میں احساس کمتری کا مرض پیدا ہوتا ہے اور وہ نفسیاتی طور پر اپنے وجود کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں جس سے ان کی اخلاقی اور جسمانی اٹھان پر برا اثر پڑتا ہے، ساتھ ہی محبت وشفقت اور ایثار وقربانی کے لئے قدرتی طور پر موجود ہوتے ہیں- اسی طرح والدین کے لئے عزت واحترام اور عظمت وعقیدت کے جو جذبات ہوتے ہیں وہ بھی مجروح ہوتے ہیں-

اگر کسی کی دو بیویوں سے اولادیں ہیں اور ان میں سے ایک بیوی کی اولاد کی طرف سے والد کا دل صاف نہیں ہے یا ان کی عادتیں اور اطوار والد کو پسند نہیں ہیں اور والد کی طبیعت ان کی طرف مائل نہیں ہوتی تو والد مجبور ہیں، لیکن اسلام والد سے یہ مطالبہ ضرور کرتا ہے کہ سلوک و برتاؤ میں سب کے ساتھ برابری ضرور کرے اگر ایک کے لئے والد عیش و آرام کے سارے سامان مہیا کرے اور دوسرے کو ترسائے تو والد شریعت کی نظر میں مجرم ہے

والدین اپنے طرز عمل کی تاویلیں کر کے اپنے نفس کو دھوکا دے سکتے ہیں، دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر سے نہ اپنا جرم چھپا سکتے ہیں نہ اس کو دھوکا دے سکتے ہیں- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روش کو ظلم قرار دیا ہے-

اسی طرح بچوں کے ساتھ سلوک میں مساوات یہ بھی ہے کہ کسی ایک بچے کی بار بار تعریف نہ کرے، بعض اوقات انجانے میں والدین سے یہ غلطی ہوتی ہے کہ کسی ایک بچے کی بار بار ہوشیاری وسلیقے کی تعریف کرتے رہتے ہیں، جس سے لامحالہ مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ باقی بھائی یہ بیوقوف ہیں یا اس کے مقابلہ میں کم سمجھ ہیں، اور ماشاء اللہ یہ تو بہت ہی ہوشیار ہے- دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے دوسرے بھائی سمجھتے ہیں کہ والد اور خاندان والوں کی نگاہ میں ہوشیار تو یہی ہے ہم تو ویسے ہی پاگل و بیوقوف ہیں یا کام کرنے والا تو وہی کہلاتا ہے ہم جتنے بھی کام کریں ہمیں تو نکمے کا ہی لقب ملنا ہے، ہمارے تو بھلے کاموں کی بھی برائیاں نکالنی ہیں تو

Marfat.com

پھر کیوں غم کھاتے ہو ان کا کوئی کام ہی نہ کرو' لہٰذا والدین کو چاہئے کہ کسی ایک کی ہوشیاری اور قابلیت کا بار بار ذکر نہ کریں' بلکہ اس کی ہوشیاری اور قابلیت کی حفاظت کا بھی طریقہ یہی ہے کہ اس کا ذکر نہ کریں ورنہ نظر لگ جاتی ہے' یا حاسدین پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح اپنے بھائی بہنوں کی اولاد کو اپنی اولاد پر کبھی بھی قولاً وفعلاً ترجیح نہ دیں' اگر بھائی یا بہن کے بیٹوں میں کوئی قابلیت نظر آئے جو اپنے بیٹوں میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اے اللہ! یہ نعمت آپ میری اولاد کو بھی عطا فرمائیے' لیکن اپنی اولاد سے یہ نہ کہئے دیکھو نعیم کو تمہاری ہی عمر کا لڑکا ہے' تمہاری پھوپھی کا ہی تو لڑکا ہے اور تم وہ کتنا ہوشیار ہے' کتنا کام کرتا ہے اس کے طور و طریقے دیکھو' بات کرتا ہے تو منہ سے پھول نکلتے ہیں' اور تم اب تک بیوقوف کے بیوقوف ہی رہے' ہرگز ایسا نہ کیجئے ہرگز ایسا نہ کیجئے۔

بچوں پر شفقت اور ان سے نرمی کا برتاؤ

شفقت کا مطلب نرمی' پیار اور محبت ہے ویسے تو بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت انسانیت اور اخلاق کا عمومی اصول ہے اور ہمارے دین اسلام اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت زیادہ تاکید کی ہے لیکن اپنے بچوں پر شفقت کی خصوصی اہمیت ہے۔ یہ معصوم بچے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں ان کی اچھی اور مناسب تربیت کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ ان کے کردار کو دین و شریعت کے سانچے میں ڈھالنا آپ کا فرض ہے یہ فرض اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے بچوں کی تربیت میں شفقت کو بنیادی حیثیت دیں۔ شفقت کا یہ مطلب نہیں کہ بچوں سے بے جا لاڈ پیار کر کے ان کو ضدی اور خود سر و نافرمان بنا دیا جائے اور ان کے کسی فعل پر خواہ وہ کسی بھی طرح کا ہو کوئی باز پرس نہ کی جائے بلکہ بچوں کو بری عادات و اطوار سے روکنے کے لئے بوقت ضرورت سختی

Marfat.com

سے کام لینا چاہئے لیکن یاد رکھئے کہ یہ سختی بھی شفقت آمیز اور نصیحت کے لئے ہو مثلاً بچے کی عمر سات سال کی ہوگئی تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور اپنے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں لے کر جایئے اگر آپ دیکھیں کہ بچہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے یا نماز میں سستی کر رہا ہے تو اس کو تنبیہ کیجئے اس طرح سے ان شاء اللہ دس سال کی عمر تک اس کی نماز پڑھنے کی عادت پختہ ہو جائے گی لیکن اگر وہ پھر بھی سستی کرے تو اس پر سختی کی جائے اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے مار سکتے ہیں اسی طرح آپ نے محسوس کیا کہ بچے کو جھوٹ کی عادت پڑ رہی ہے تو نرمی سے سمجھایئے لیکن اگر پھر وہی حرکت کرے تو سختی کیجئے غرض بچے کی کسی بھی بری حرکت کو دیکھ کر نظر انداز مت کیجئے ورنہ وہ حرکت اس کی عادت بن جائے گی اس کے دور کرنے کی فکر کیجئے اور اس کے لئے اگر ضرورت پڑے تو سختی بھی کیجئے اور جب بچے کی عمر دس سال سے بڑھے تو اس کی کڑی نگرانی کیجئے مگر اس انداز میں کہ اسے محسوس نہ ہو ملازمین خصوصاً اگر گھر میں کام کرنے والی ملازمہ ہے تو اس سے اور دیگر رشتہ دار ہم عمر لڑکیوں سے بے تکلف ہونے نہ دیجئے نہ ہی ان کے ساتھ تنہائی میں رہنے دیجئے لیکن خدا کے لئے ایسی سختی نہ کیجئے کہ آپ بچوں کے لئے ہیبت اور دہشت کی علامت بن جائیں۔ بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ بچوں کی نامناسب حرکات کو اچھی طرح سمجھ کر اور اس کی تہہ تک پہنچ کر اس کے بنیادی اسباب معلوم کیجئے اور ان کی روک تھام کا مناسب حل تلاش کیجئے اور جہاں تک ہو سکے نرمی کے ساتھ ان کی رہنمائی کیجئے اور اس کے لئے سب سے آسان اور موثر طریقہ یہ ہے کہ یہ باتیں بچوں کو ہنسی مذاق میں اور ان کے ساتھ ان کے کھیل میں شریک ہو کر سکھائی جائیں اسی طرح وقتاً فوقتاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ اور سلف کے مختلف واقعات ان کو سنایئے اس سے ان کا ذھن بہت ہی اچھا اثر قبول کرلے گا۔

آپ کی سنجیدگی اور نرمی کے ساتھ اس طرح کی نصیحت کہ بیٹا ہمیشہ سچ بول' جھوٹ سے

Marfat.com

اجتناب کرو، بڑوں کی بات مانو لالچ نہ کرو، حسد نہ کرو، اپنے دوستوں سے نہ لڑو، اپنا آج کا کام کل پر نہ چھوڑو، خدمت کرو بچے پر بہت ہی زیادہ اثر انداز ہوگی، اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قصوں اور دلچسپ مثالوں کی روشنی میں بات سمجھانے سے اثر ہوگا اس لئے کہ بچوں کو فطرتاً قصے کہانیوں اور عجیب وغریب باتوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ آپ اپنی اولاد پر شفیق ہوں اور آپ کا لہجہ ان سے نرمی والا ہو الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور طرز زندگی ہی میں تمام بھلائیاں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ بچوں سے انتہائی نرمی اور شفقت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو بچے راستے میں ملتے انہیں اپنے ساتھ سواری پر آگے یا پیچھے بٹھا لیتے، اسی طرح راہ چلتے ہوئے اگر بچے کھیلتے ہوئے مل جاتے تو مسکرا کر انہیں سلام کرتے اور انہیں سلام میں پہل کا موقع ہی نہ دیتے پھر ان سے پیار بھری باتیں کرتے تھے۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بات سمجھنے اور یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ان ساری نصائح سے آپ فائدہ اس وقت اٹھا سکیں گے جب آپ خود بھی عملی طور پر ان تمام برائیوں سے بچیں جن سے آپ اپنے بچے کو بچانا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر کہ آپ کا بچہ کسی کی غیبت نہ کیا کرے لیکن اگر آپ نے خود اپنے گھر میں اپنے دفتر کے ساتھیوں کی برائی کی اپنے دوسرے رشتہ داروں کی غیبت کی تو اب آپ لاکھ اس کے سامنے غیبت کرنے کے نقصان گنوا دیں اس کو آپ غیبت سے نہیں روک سکیں گے آپ سے کوئی ملنے آیا اور آپ نے بچے سے کہہ دیا کہ جاؤ بیٹے کہہ دو کہ ابو گھر پر نہیں ہیں یا ابو سو رہے ہیں تو پھر یاد

Marfat.com

رکھئے کہ آپ اس کو عملی طور پر جھوٹ بولنا سکھا رہے ہیں، جھوٹ بولنے کی یہ عملی مشق اس کو ایک جھوٹا انسان ہی بنا سکتی ہیں اور اس کے مقابلے میں آپ کی سچ بولنے کی نصیحتیں محض ایک سعی لاحاصل کے برابر ہوں گی لہٰذا عملی طور پر جو کچھ آپ کریں گے وہ بچہ آسانی سے سیکھ جائے گا۔

قرآن کریم واحادیث مبارکہ کے ذریعے بچوں کی تربیت کیجئے

قرآن کریم وہ کتاب ہے جو زندگی کا دستور العمل ہے۔ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے دنیا وآخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے دنیا کے تمام خوف وغم ہیچ ہو جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے سمجھانے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اس کتاب کی تفسیر ہیں انہی اقوال مبارکہ پر عمل کرنے سے عرب کے لوگ دنیا کے سب سے بڑے علماء وعقلا ٹھہرے اس لئے آپ بھی اپنے بچوں کی تربیت قرآن کریم واحادیث نبویہ سے کیجئے قرآن کریم واحادیث نبویہ کے احکام ان کے ذہنوں میں اتاریئے قرآن کریم اور احادیث میں مذکور واقعات ان کو سنایئے اور ان کے نصیحت آموز جزئیات ان کو ازبر کرایئے اس کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ کسی مخصوص وقت میں مثلاً نماز فجر کے بعد یا نماز مغرب وغیرہ کے بعد تمام بچوں کو لے کر بیٹھ جایئے اور قرآن کریم کی کسی بھی سورۃ یا آیت کا ترجمہ وتشریح تفسیر معارف القرآن یا کسی دوسری معتبر تفسیر سے ان کو بتایئے مثلاً کبھی **فلینظر الانسان الی طعامه** (سورہ عبس: ۲۴) ''سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے''۔ پڑھ کر اس کی تفصیل سمجھائی کہ دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو رزق دیتا ہے اول کچھ بھی نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے بیج بنا دیا پھر انسان کے دل میں ڈالا اور نجانے کس علاقے اور ملک میں اس نے محنت کر کے زمین میں وہ بیج ڈالا پھر زمین سے اللہ تعالیٰ نے کونپل نکالی اللہ تعالیٰ نے اس کی

Marfat.com

حفاظت کی وہ کونپل بڑی ہو کر پودا اور درخت بنی اس میں اللہ تعالیٰ نے پھل اور اناج پیدا کیا پھر وہ مختلف ہاتھوں سے ہوتا ہوا ہم تک بھیج دیا اور ہم گھر کے اندر بیٹھ کر بغیر محنت اور مشقت کے یہ طرح طرح کے لذیذ کھانے اور پھل کھا رہے ہیں۔

غور کرو بیٹا! اللہ تعالیٰ نے کیلے میں کس طرح مٹھاس بھری اس کا رنگ دیکھو کتنا خوبصورت ہے' اس کی حفاظت کے لئے اس کے اوپر چھلکا کیسا لگایا' موسمی دیکھو اس کا رنگ' اس کا ذائقہ اس کی خوشبو' سب ہی کیلے سے الگ' جبکہ اللہ نے سب کو ایک ہی زمین سے پیدا فرمایا' اور غور کرو ایک ہی رنگ کا پانی موسمی میں جا کر الگ ذائقہ' الگ مزہ' الگ رنگ کا سبب بنتا ہے اور یہی پانی کیلے کے درخت میں جا کر کیلے میں الگ رنگ الگ ذائقہ کا سبب بنتا ہے۔ غور کرو اللہ تعالیٰ کتنی بڑی قدرت والے ہیں' لہٰذا اس کی تمام نعمتوں پر خوب شکر ادا کیا کرو اور ہر نعمت کھا کر ارادہ کرو کہ اس کی قدرت اور وحدانیت کے بولوں کو ہر جگہ پھیلاؤ گا۔

انسان کی غذا جو اس کی زندگی کا مدار ہے اس کی حقیقت اسی انداز سے ظاہر فرمائی کہ سوال کیا کہ تم جو کچھ زمین میں بیج بوتے ہو ذرا غور تو کرو کہ اس بیج میں سے درخت پیدا کرنے میں تمہارے عمل کا کیا دخل ہے' غور کرو گے تو جواب اس کے سوا نہ ملے گا کہ کاشت کار کا دخل اس میں اس سے زیادہ نہیں کہ اس نے زمین کو ہل چلا کر پھر کھاد ڈال کر نرم کر دیا کہ جو ضعیف کونپل اس دانہ سے پیدا ہو کر اوپر آنا چاہے اس کی راہ میں زمین کی سختی رکاوٹ نہ بنے بیج بونے والے انسان کی ساری کوشش اسی ایک نقطہ کے گرد دائر ہے اندر سے درخت نکال لانا نہ اس کے بس کا ہے نہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے یہ درخت بنایا ہے' تو پھر وہی سوال آتا ہے کہ منوں مٹی کے ڈھیر میں پڑے ہوئے دانے کے اندر یہ خوبصورت اور ہزاروں فوائد پر مشتمل درخت کس نے بنائے تو جواب اس کے سوا کیا ہے کہ وہی مالک و خالق کائنات کی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ اس کی بنانے والی ہے۔

Marfat.com

کبھی الحمد للہ الذی سقانا ماءً عذباً فراتاً کی تفصیل اور مطلب سمجھا دیا کہ دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں میٹھا پانی آسمان سے برسا کر پہاڑوں اور زمین سے نکال کر دیتے ہیں اگر ذرا سا نمکین ہو تو پیا نہیں جاتا نہ ہی اس سے پیاس بجھتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مٹھاس بھی رکھی ہے اور پیاس بجھانے کی صفت بھی اگر اللہ تعالیٰ یہ پانی روک دیں یا سب کو نمکین کر دیں تو انسان کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بطور احسان فرمایا:

﴿افرء یتم الماء الذی تشربون ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون لو نشاء لجعلنہ اجاجا فلولا تشکرون﴾

(سورۃ واقعہ: ۶۸)

''بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے اگر ہم چاہیں کر دیں اس کو کھارا پھر کیوں نہیں احسان مانتے''۔

گناہوں سے بچانے کے لئے کبھی سورۃ یٰسین میں ہے:

الیوم نختم علیٰ افواھھم و تکلمنآ ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون- (سورۃ یٰسین: ۶۵)

''آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے''۔

پڑھ کر ان کو سمجھائیں کہ یہی اعضاء جن کے آرام اور سہولت کے لئے ہم گناہ کریں گے کل کو ہمارے ہی خلاف گواہی دیں گے اسی طرح سورۂ حجرات میں مذکور احکام ان کو بتایئے تو کبھی سورہ نور میں مذکور حجاب وغیرہ کے احکام ان کو یاد کروا دیجئے' کبھی کوئی اور سورت غرض کچھ نہ کچھ ان کو یاد کراتے جایئے اور پھر ان سے سنئے بھی اور ان کا آپس میں مقابلہ بھی کروائیں اور عمل کا شوق بھی دلائیں- اسی طرح کبھی معارف الحدیث یا ریاض الصالحین یا

Marfat.com

نضائل اعمال وغیرہ حدیث لی کتاب لے کر ان کو احادیث مبارکہ سنائیے - بچیاں کچھ بڑی ہو جائیں تو ان کی ماں کے ذریعے بہشتی زیور پڑھائیں - اس کا مقصد و مطلب کتاب میں سے پڑھ کر سنائیے اور پھر ان بچیوں سے پوچھئے - ان شاء اللہ اس طرح ان بچوں کے ذہن میں بچپن ہی سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور طور طریقے نقش ہو جائیں گے اور آگے چل کر یہی بچے انشاء اللہ الرحمٰن داعی اور داعیہ اور دین کا کلمہ بلند کرنے والے بنیں گے دین کا کوئی حکم چھوڑنا ان کے لئے ساری دنیا چھوڑنے سے زیادہ مشکل ہوگا اور امت ان پر بجا طور پر فخر کر سکے گی اور یہی بچے مستقبل کے جیلانی و بغدادی اور زبیدہ و رابعہ کہلائیں گے رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً -

سب سے پہلے بچے کو کیا سکھایا جائے

﴿قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افتحوا على صبيا نكم اول كلمه لا اله الا الله﴾

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو زبان کھولنے کے بعد سب سے پہلا کلمہ لا الہ الا اللہ کہلواؤ'' - (کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۴۴۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے بچے کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سکھانا چاہئے اور اس طرح بچے پر ابتداء ہی سے واضح کرنا چاہئے کہ عبادت کے لائق، شکر کے لائق، تعریف کے لائق، صرف ایک ذات ہے جس نے اسے پیدا کیا پھر ماں باپ کے دلوں کو اس کے لئے شفقت سے بھر دیا اور اس کو بے شمار نعمتیں دیں -

یہی مسئلہ توحید دین کی بنیاد ہے اگر یہ ابتداء سے مضبوط ہوا تو ان شاء اللہ آخر تک مضبوط رہے گا حالات کچھ بھی ہوں اسے کسی کی پروانہ ہوگی اس لئے کہ اس کا ایمان اللہ تعالیٰ پر بن

پکا یہ بات اس کے ذہن میں راسخ ہو چکی کہ نفع ونقصان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے بغیر اللہ کی منشاء ومرضی کے ساری کائنات مل کر بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی اور اللہ نے اس کے لئے جو خیر اور بھلائی لکھ دی ہے کوئی اس سے نہیں چھین سکتا اور اگر اللہ کی مرضی اسے نقصان پہنچانے کی ہو تو تمام کائنات مل کر بھی اسے اس نقصان سے نہیں بچا سکتی- یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمائی تھی- جب بچہ کا ایمان ویقین ہوگا کہ سب کچھ کرنے والی ذات اللہ کی ہے تو دنیا کی کوئی تکلیف اسے تکلیف نہ دے گی اس لئے کہ وہ اس بات کو سمجھے گا کہ یہ میرے اللہ کی طرف سے ہے اور جس پر اللہ راضی اس پر میں راضی-

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ نے جس مسئلہ کو سب سے زیادہ بیان فرمایا ہے وہ مسئلہ توحید ہے جن بزرگوں نے اپنی اولاد کی تربیت صحیح اصولوں پر کی انہوں نے بھی سب سے پہلے اسی بات کو بیان فرمایا اور یہی مسئلہ بچوں کو سمجھایا قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے انہوں نے سب سے پہلے یہ فرمایا:

یبنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم

(سورہ لقمان آیت :۱۳)

''کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے''-

(معارف القرآن صفحہ ۳۲ جلد نمبر ۷)

دیکھئے لقمان علیہ السلام نے سب سے پہلے تو عقیدہ کی درستگی کی فکر کی اور اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک بلاشرکت غیر مانے' اس کے ساتھ کسی غیر اللہ کو شریک عبادت نہ کرے کہ اس دنیا میں اس سے بڑا بھاری ظلم کوئی نہیں

Marfat.com

ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرائے پھر آگے مزید اور نصائح بیٹے کو کئے مگر اصل مقصود یہی ہے کہ اللہ کو ایک مانے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ بچے کی ابتدا ہی کلمہ توحید سے کرائی جائے اور اسے اس کا پہلا سبق قرار دیا جائے پھر رفتہ رفتہ دین اسلام کے دوسرے بنیادی عقائد کی تعلیم دی جائے اور مختصراً یہ چیزیں زبانی بھی یاد کرائی جائیں مثلاً اللہ ایک ہے' اللہ ہی عبادت کے لائق ہے' زمین و آسمان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے- اللہ خالق ہے' اللہ مالک ہے' اللہ معز (عزت دینے والا) ہے اللہ مذل (ذلت دینے والا) ہے اللہ معطی (عطا کرنے والا) ہے اللہ مانع (روکنے والا) ہے- محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے وغیرہ اگر شروع سے ہی تربیت اس طرز پر کی جائے گی تو ان شاء اللہ شعور اور تمیز پیدا ہونے کے بعد ان کی دینی تربیت بہت ہی آسان ہو جائے گی اور بچہ عقیدۃً اس شعر کے مصداق ہوگا-

کیا ہے اگر ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہدے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اور یہ ایمان ویقین اتنی اہم اور عظیم دولت ہے کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس لئے دعائیں مانگنا سکھلایا ہے کہ ایمان کامل کے حصول کے لئے یہ دعا کرتے رہیں ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ وہ خود بھی ان دعاؤں کو مانگیں اور اپنی اولاد کو بھی یہ دعائیں یاد کروائیں-

Marfat.com

ایمان دل میں رچ بس جائے اس کے لئے یہ دعاء مانگیں

اللھم انی اسالک ایماناً یباشر قلبی و یقینا صادقاً حتی اعلم انہ لایصیبنی الا ما کتبت لی و رضاً بما قسمت لی انک علیٰ کل شی قدیر۔

(۱) اے اللہ میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں رچ جائے اور وہ سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تو نے میرے تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آ سکتی ہے اور رضا مندی مانگتا ہوں اس زندگانی پر جو تو نے میرے لئے تقسیم فرمادی ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۹۴)

اللھم اعطنی ایماناً لا یرتد و یقینا لیس بعدہ کفر و رحمۃ انال بھا شرف کرامتک فی الدنیا والاخرۃ۔

(۲) اے اللہ مجھے وہ ایمان نصیب فرما جو زائل نہ ہو سکے اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت عطاء فرما جس کے سبب میں دنیا و آخرت میں تیری عطاء کردہ بزرگی کا شرف حاصل کرسکوں۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۸۴)

اللھم انی اسالک ایماناً لا یرتد و نعیماً لاینفد و مرافقۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اعلیٰ درجۃ الجنۃ جنۃ الخلد۔

(۳) الٰہی میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو نہ چھوٹے اور اس نعمت کا طالب ہوں جو ختم نہ ہو اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں جنت کے سب سے اونچے درجے میں جو ہمیشہ رہنے کی جنت ہے۔

(الحزب الاعظم صفحہ ۷۵ بحوالہ نسائی و ابن حبان حاکم عن ابن مسعود)

Marfat.com

اللھم زینا بزینة الایمان و اجعلنا ھداة مھتدین۔

(۴) اے اللہ تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر دے۔ اور راہ بتانے والا اور خود راہ یافتہ بنا دے۔ (الحزب الاعظم صفحہ ۴۴ انسائی کتاب السھو حدیث نمبر ۱۲۸۹)

اللھم انی اسئلک صحة فی ایمان و ایماناً فی حسن خلق و نجاة یتبعھا فلاح و رحمته منک و عافیة و مغفرة منک و رضواناً۔

(۵) اے اللہ میں تجھ سے درستی کا طالب ہوں ایمان میں (یعنی کامل ایمان کا) اور اس ایمان کا جو اچھے اخلاق کے ساتھ ہو اور (دنیا میں) ایسی نجات کا جس کے بعد پوری پوری کامیابی نصیب ہو (یعنی آخرت میں) اور تیری ہی طرف سے خاص رحم کا اور سلامتی کا اور معافی کا اور رضامندی کا طلب گار ہوں۔

(مسند احمد حدیث ۱۹۲۳)

اللھم حبب الینا الایمان و زینه فی قلوبنا و کره الینا الکفر و الفسوق العصیان و اجعلنا من الراشیدین۔

(۶) اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسکو ہمارے دلوں کی زینت بنا دے اور نفرت ڈالدے ہمارے دلوں میں کفر کی' گناہ کی' اور نافرمانی کی' اور ہم کو نیک راہ پر چلنے والوں میں بنا لے۔

(الحزب الاعظم صفحہ ۶۱ مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۹۴۵)

وضاحت:

ہم سب کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایمان کتنی اہم اور عظیم دولت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف الفاظ سے امت کو ایمان مانگنا سکھایا کہیں یہ دعا مانگ

Marfat.com

رہے ہیں- اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے-- کہیں' اے اللہ میں تجھ سے ایمان کی درستی کا طالب ہوں- کہیں-- اے اللہ میں ایسا ایمان مانگتا ہوں جو ہمیشہ میرے ساتھ رہے کہیں اے اللہ ایسا ایمان جو دل میں رچ بس جائے-- کہیں-- اے اللہ! مجھے وہ ایمان نصیب فرما جو زائل نہ ہو سکے اور کہیں-- اے اللہ! سچا یقین کہ میں خوب جان لوں کہ جو بات تو نے میری تقدیر میں لکھ دی ہے بس وہی مجھ کو پیش آ سکتی ہے اور کہیں-- اے اللہ! ایسا ایمان جو اچھے اخلاق کے ساتھ ہو' اور کہیں-- اے اللہ! اس ایمان کو ہمارے دلوں کی زینت بنا دے اور کہیں-- اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر دے-

لہٰذا ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ وہ خوب عاجزی کے ساتھ اور رو رو کر ایمان کامل اور ایمان دائم اور یقین صادق کی دعائیں مانگتا رہے اور اس ایمان کو اپنے اندر اور سارے عالم کے انسانوں کے اندر سیکھنے اور سکھانے اور پھیلانے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے محنت اور کوشش بھی کرے اور دعائیں بھی مانگے' اس طرح کہ چوبیس گھنٹوں میں جن جن سے بھی ملاقات ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی بات ضرور کرے اور سمجھائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک اکیلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے' جو کچھ ہمیں نظر آتا ہے اس سب کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس بیشمار ہیں- عورتیں گھروں میں جو عورتیں ملنے کے لئے آئیں ان کو بھی یہ ایمان کے بول سکھائیں بچوں کو بچیوں کو اور گھر کی ماسیوں اور نوکرانیوں کو بھی سکھائیں قرآن کریم میں جو ایمان اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کو بتانے والی آیات ہیں ان کا ترجمہ یاد کریں اپنے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو اپنے شاگردوں کو مقتدیوں کو یہ ایمانی بول اور یہ دعائیں یاد کروائیں اور ہر نماز کے بعد ان دعاؤں کو مانگنے کی ترغیب دیں- اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کامل اور یقین صادق عطاء فرمائے اور ایمان کی محنت کے لئے اور اس کو سارے عالم میں

پھیلانے کے لئے پھرنے اور پھرانے والا بنائے اور ایمان ہی پر ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

ایمان بنانے کے طریقے

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی طرف دعوت دینا۔

۲۔ صلہ رحمی' حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی خالص ایمان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ کام نہ کرے کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کے ساتھ تعلقات جوڑا کرے' اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کیا کرے' اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے اور جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر کا معاملہ کرنے والا ہو صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔

(ریاض الصالحین صفحہ ۱۲۴

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ خالص ایمان تک پہنچنے کے لئے اپنے تمام رشتہ داروں سے ملاپ رکھے' ان کی غلطیوں کوتاہیوں کو معاف کردے' ان کے لئے دعائیں کرتا رہے' اور جتنا ممکن ہو ان کے ساتھ احسانات کرتا رہے۔ خاص طور پر اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ اور عورت ہوتے ہوئے ساس' نند' بھاوج' سوکن کے ساتھ صلہ رحمی والا معاملہ کرے اور اپنے شوہر' والد' محرم کو صلہ رحمی پر آمادہ کرے۔ یاد رکھئے یہ قطع رحمی اتنی بری چیز ہے کہ شب قدر میں بھی اس شخص کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں' ان شاء اللہ رشتہ داروں کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے صلہ رحمی والا معاملہ کرنے سے اللہ تعالیٰ خالص ایمان مرحمت فرمائیں گے۔

۳۔ ایمان کی حلاوت' حاصل کرنے کا طریقہ حدیث میں یہ بتایا گیا کہ نگاہ کسی غلط جگہ

Marfat.com

لگ جائے جہاں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہاں لگتے ہی نگاہ ہٹا دی تو ایسے شخص کو ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے بری نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر بجھا ہوا تیر ہے، جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

(کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۲۸)

اولاد کو بوسہ دینے میں سنت کی نیت

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے طور طریقہ عادات و روش اور نیک خصلتی اور ایک روایت میں ہے کہ بات چیت اور کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی اور شخص میں نہیں دیکھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور ان کی طرف متوجہ ہو جاتے پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے ان کو بوسہ دیتے اور پھر ان کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ کو دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتیں پھر آپ کو بوسہ دیتیں (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک چومتیں) اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں''۔

(ابوداؤد کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۳۵۲)

ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ کسی غزوہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مدینہ آتے ہی میں ان کے ساتھ ان کے گھر گیا' کیا دیکھتا ہوں کہ ان کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں مبتلا

Marfat.com

ہیں اور لیٹی ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور پوچھا کہ میری بیٹی تمہاری طبیعت کیسی ہے اور انہوں نے (از راہ شفقت ومحبت یا برعایت سنت) ان کے رخسار پر بوسہ دیا''۔ (ابوداؤد کتاب الادب جلد ۲ صفحہ ۳۵۳)

ان دونوں احادیث میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ دیکھا کہ کیسے محبت سے بوسہ لے رہے ہیں۔ ہر شفیق باپ اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے اور کبھی اس محبت کے جذبے کے تحت اولاد کا بوسہ بھی لیتا ہے لیکن ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ کام جو ہم عادت یا فطرت کے طور سے کرتے ہیں اگر اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ معلوم کر کے اسی جذبے کے تحت کریں تو اس میں تین فائدے ہوں گے۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر عمل ہوگا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی، اور جتنی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے گی اتنی ہی دنیا آخرت میں کامیابیاں حاصل ہوں گی اور ایک مسلمان کے لئے یہ بہت ہی بڑی سعادت ہے کہ اس کا ہر عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بشر اور آدمی بنا کر بھیجے جانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ بھی شادیاں کرتے ہیں۔ ان کے بھی بچے ہوتے ہیں جس طرح وہ ایک باپ بن کر زندگی گذارتے ہیں اگر ہم بھی انہی کی نقل کرتے ہوئے انہی کی اتباع میں باپ بننے کا حق ادا کریں تو یہ ہمارے لئے بہت ہی بڑی سعادت ہوگی اور ہماری اولاد میں بھی اس اتباع کی برکت کا رنگ آئے گا۔

۲۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس عمل کرنے پر ہمیں اجر وثواب بھی ملے گا اللہ بہت ہی کریم ہے رحیم ہے کائنات میں سب سے زیادہ محبت کرنے والے، اچھائی کی قدر کرنے والے، کرنے والے انصاف کرنے والے، چھوٹی بڑی چیز کے جاننے والے، اور بڑی سے بڑی

کو نیست سے ہست میں لانے والے اور ناممکن کو ممکن بنا دینے والے اللہ کے علاوہ اور کون ہے؟

اس کی رحمت اجر و ثواب دینے کے لئے بہانہ ڈھونڈا کرتی ہے۔ پھر کیوں نہ اس سے محبت کی جائے اس کی بڑائی کے گیت گائے جائیں، اٹھتے بیٹھتے اس کا نام لیا جائے، ہر مشکل ہر مصیبت میں اس کو پکارا جائے، اس کی دہائی دی جائے اس کے سہارے جیا جائے، زندگی بھر اس کا دم بھرا جائے اور اس کی منشاء پر چلا جائے، اپنی جان اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ اس سے محبت کی جائے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک مبارک اور نورانی طریقے پر عمل کیا جائے اور محنت و کوشش کر کے عالم کے انسانوں کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کو حاصل کریں

۳- تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جس بچے اور بچی سے آپ نے اللہ کے لئے محبت کی، اور بوسہ بھی لیا تو اس لئے کہ اللہ کے نبی کا طریقہ ہے۔ ناراض بھی ہوئے، تو اسی لئے کہ اللہ کے حکم کو اس نے توڑا، خوش بھی ہوئے تو اللہ کے لئے خوش ہوئے، بچے کی جائز خواہش بھی پوری کی تو نیت یہ رکھی کہ اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اس کو تعلیم بھی دی تو اس لئے کہ اللہ مجھ سے راضی ہو جائے تو یہ بچہ بڑا ہو کر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر قول و عمل صحابہ کرام نے محفوظ رکھا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خالص گھریلو واقعات اور حالات کو بھی دین کا حصہ سمجھ کر ان کے تذکرہ کو اپنا معمول

بنایا اور ان کو محفوظ کیا اور بعد میں یہی چیزیں حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہوئیں۔ ان تمام واقعات کو ہمیں غور سے پڑھنا چاہئے بار بار پڑھنے سے ہمیں یہ بات بالکل واضح نظر آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اپنی اولاد میں سے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا نہ ہی کسی کو مارا' نہ ڈانٹا' نہ سخت سست کہا نہ کوئی سختی کی اس طرح کا کوئی واقعہ موجود نہیں بلکہ اولاد تو اولاد ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ جنہوں نے دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور صبح شام خدمت اقدس میں حاضر رہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ جتنا تعلق زیادہ ہوا اتنا ہی خوش و غصے کا اظہار بھی زیادہ کیا جاتا ہے لیکن اس دس سالہ دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کبھی یہ نہیں کہا کہ ''اونہہ یہ کیا کیا'' خود حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''میں دس سال برابر مدینے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور اس وقت میں نوعمر لڑکا ہی تھا اس لئے میرا ہر کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے عین مطابق نہ ہوتا تھا (اور نہ ہو سکتا تھا کہ دس بارہ سال کا بچہ کس طرح ہر کام مرضی کے مطابق کر سکتا ہے) لیکن دس سال کی اس پوری مدت میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا؟'' (شرح شمائل ترمذی صفحہ ۲۰۶)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے سلوک اور برتاؤ کا حال اس طرح سناتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی غلام' کسی لونڈی' کسی عورت' کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا اور جب بھی گھر میں داخل ہوتے ہنستے اور مسکراتے ہوئے داخل ہوتے۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد بچپن میں ہی انتقال کر گئی لہٰذا ان کے ساتھ رہنے

Marfat.com

تو زیادہ موقع نہیں ملا مگر صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور ان کی اولادیں بھی ہوئیں لیکن اس تمام مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر کبھی ناراض نہیں ہوئے اور ان سے محبت کا یہ حال تھا کہ فرماتے "فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو ناخوش کرے گا وہ مجھے ناخوش کرے گا"۔

(مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۶۸)

شادی کے بعد اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے اور ان کی پیشانی چومتے اور اپنی جگہ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھا لیتے - اور تمام اولاد کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں ان کا نکاح ان کے خالہ زاد ابوالعاص سے ہوا تھا - نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیٹی کو عقیق یمنی کا ایک قیمتی ہار تحفہ میں دیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں ہی رہ گئیں اس لئے کہ ان کے شوہر اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے - جنگ بدر میں وہ مشرکین کے ساتھ تھے لہذا پکڑ کر لائے گئے - مشورہ سے طے ہوا کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے تمام لوگوں نے اپنے اپنے رشتے داروں کی رہائی کے لئے رقم بھیج دی ابوالعاص کی رہائی کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو ان کو ان کی والدہ نے تحفہ میں دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہار دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور چشم مبارک سے آنسو رواں ہو گئے - صحابہ یہ دیکھ کر پریشان ہوئے' وجہ پوچھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم سب کی مرضی ہو تو یہ ہار زینب کو واپس کر دیا جائے اور اس کے شوہر کو بھی رہا کر دیا جائے صحابہ اکرام نے بخوشی منظور کر لیا - اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار اور ابوالعاص دونوں کو مکے بھیج دیا لیکن طے پایا کہ مکہ جا کر یہ

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا کچھ مدت بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایمان لا کر مدینہ تشریف لے آئے۔ سن ۸ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ سے قبر میں اتارا۔ قبر میں اتارتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی رنجیدہ تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ۔ یہ بڑی کمزور تھی یا اللہ تو اس کی مشکل کو آسان فرما دے اور اس کی قبر کو کشادہ فرما''۔ (طبقات ابن سعد)

صرف اولاد ہی سے نہیں اولاد کی اولاد سے بھی آپ کو بہت پیار تھا جب کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاتے تو فرماتے میرے بچوں کو لے آؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحبزادوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو لاتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سونگھتے اور سینے سے چمٹا کر پیار کرتے تھے۔ (مشکوۃ جلد۲ صفحہ ۵۷۱)

اکثر ایسا ہوتا کہ حسین رضی اللہ عنہما ساتھ ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے اپنے بازو مبارک کھول دیتے تاکہ بچے اس پر آسانی چڑھ جائے اور کبھی سجدہ طویل فرماتے کہ وہ پیٹھ پر چڑھے رہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بچوں کو اپنے پشت مبارک پر بٹھا کر گھٹنوں کے بل چل رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو عرض کیا کہ واہ واہ کیا اچھی سواری ہے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیسے اعلیٰ ہیں (مشکوۃ جلد۲ صفحہ ۵۷۱)

ہم اسی پیغمبر کے امتی ہیں ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل اور طریقے کو جان سے زیادہ عزیز رکھیں لہٰذا اس طریقے کو بھی اپنے لئے لازم کرلیں اور اپنی اولاد سے محبت نرمی اور شفقت کا سلوک کریں۔

اس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل بھی ہوگا اللہ کے ہاں اجر وثواب بھی

Marfat.com

ملے گا اور اولاد کے دل میں آپ کی محبت اور قدر بھی ہوگی۔

آپ خود بھی چین وسکون سے رہ سکیں گے اور اولاد بھی چین وسکون سے رہے گیا۔

بچوں کے جھگڑے اور آپ کی ذمہ داری

بچوں کے آپس کے جھگڑے ہر گھر ہر محلے بلکہ ہر ملک ہر قوم اور ہر معاشرے میں معمول کی بات ہے۔ لیکن اگر گھر کے اندر جھگڑنے والے بچوں میں سے کسی ایک کی حد سے زیادہ حمایت کی جائے تو یہ بات گھریلو ماحول کو خراب کرنے کا باعث بنتی ہے اور دوسرے بچے کے دل میں بھی اس بڑے سے بیزاری اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔۔ اس لئے ان خرابیوں کے پیش نظر آپ کو بچوں کے جھگڑوں کا بہت ہی احتیاط اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ بچوں کا جھگڑا کیوں اور کیسے ہوا؟

اگر اس سبب کو دور کر دیا جائے اور بچوں کو سمجھا دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ عموماً جھگڑے اس لئے ہوتے ہیں کہ مثلاً ایک نے دوسرے بچے کو منہ چڑا دیا اور وہ اس سے گتھم گتھا ہو جاتا ہے۔ دو بچے کھلونوں سے کھیل رہے ہیں ایک بچے نے دوسرے سے کوئی کھلونا چھیننے کی کوشش کی اس طرح دونوں میں لڑائی ہو جاتی ہے اور دونوں رونے اور چیخنے لگتے ہیں۔ ایک کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے اور دوسرا اپنی چیز کھا چکا یہ اس سے لینا چاہتا ہے یا چھین لیتا ہے اور دونوں میں لڑائی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہاکی' کرکٹ وغیرہ کھیل رہے ہیں ایک فریق جیتنے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق ہار تسلیم نہیں کر رہا اسی بات پر جھگڑا ہو جاتا ہے۔ ان تمام مثالوں پر اگر غور کریں تو یقیناً آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ بچوں کا لڑنا تین اسباب کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

۱- فطری وقدرتی، شوخی و چلبلا پن جوان کو قرار سے بیٹھنے نہیں دیتا۔

۲- بھولپن کی بنا پر اپنی خوشی اور پسند کی خاطر دوسرے بھائی کی پسند اور خوشی کی پروا نہ کرنا۔

۳- بھولپن کی وجہ سے اپنے دلی جذبات کو نہ چھپا سکنا اور اپنے غم، غصہ، خوشی، لالچ، اور خواہش کا فوراً اظہار کر دینا۔

ان لڑائیوں میں کینہ یا کدورت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا اسی لئے لڑائی کے بعد فوراً ہی پھر مل کر کھیلنا شروع کر دیتے ہیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

اس لئے اگر آپ کے بچوں میں لڑائی ہو اور لڑنے والے بچے چھوٹے ہوں تو ہر ایک کو لڑائی کے خلاف غیرت دلائیں کسی کی بیجا حمایت نہ کریں مثلاً یوں کہیں دیکھو بیٹا۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے لڑتے ہو اور اسے اپنا کھلونا نہیں دیتے حالانکہ وہ آپ سے چھوٹا ہے اور آپ سے کھیل بھی رہا ہے آپ کو تو اس کا خیال رکھنا چاہئے آپ اسے مارتے ہو توبہ توبہ۔ اور اگر بچے کچھ بڑے ہیں تو اس وقت سمجھا بجھا کر دونوں کو الگ الگ کر دیں اور کچھ دیر بعد ان میں سے ہر ایک کو تنہائی میں بلا کر اس سے لڑنے کا سبب معلوم کریں اور لڑائی کی مذمت اور نحوست اس پر واضح کریں اور اس سبب کو دور کریں پھر ان دونوں کو ایک ساتھ بٹھا کر پیار و محبت سے مل جل کر رہنے کی فضیلت اور فوائد بتائیں اور اس پر عمل کی ان کو نصیحت کریں، اور دل میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا بھی کریں کہ اللہ ان میں ہمیشہ کا اتفاق و اتحاد نصیب فرمائے اسی طرح اگر آپ کا بچہ اپنے کسی دوست سے جھگڑا کرے تو پہلے اس کے لئے دعا کیجئے اور پھر اسے مذکورہ بالا طریقے پر سمجھائیے۔

آپس میں یا دوسرے بچوں سے لڑائی کی صورت میں ان کی ہرگز حوصلہ افزائی نہ کریں اور نہ ان کے اس فعل کو فخریہ طریقے سے کہ ''میرے شیر بیٹے نے فلاں بچے کو خوب پیٹا'' بیان

Marfat.com

کیجئے ورنہ آپ کا یہی جملہ ان کی تباہی کا موجب بنے گا وہ لڑائی جھگڑوں کو کوئی بڑا کارنامہ سمجھ کر عادت بنالیں گے۔ بلکہ ان کے ذہنوں میں یہ بات جمائی جائے کہ لڑائی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ بچوں کو سدھارنے کے لئے گھر کا ماحول بھی خوش گوار رکھنا ضروری ہے اس لئے آپ بچوں کے سامنے کبھی بھی کسی بھی معاملے میں بیوی سے الجھنے اور تو تڑاخ کرنے سے اجتناب کیجئے ورنہ وہ بھی ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کو معمولی بات سمجھنے لگتے ہیں۔ جب جھگڑا ہو رہا ہو تو ایسا ہرگز نہ کریں کہ غصہ میں فوراً اٹھے اور زور زور سے چیختے یا گالیاں دیتے ہوئے پاس پہنچے اور دونوں کو الگ کر کے دونوں کو زور زور سے مارنا پیٹنا شروع کر دیا اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ آگ بجھانے کے لئے اس پر پیٹرول چھڑکا جائے۔ ان کی لڑائی میں خود شریک نہ ہوں کہ آپ بھی ان کے ساتھ چیخنے چلانے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مثالی باپ بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اسی طرح اگر اہلیہ نے شام کو واپسی پر آپ سے شکایت کی کہ آج فلاں نے آپ کے بچے کو مارا ہے اور دھکا دے کر کیچڑ میں گرا دیا ہے یا کوئی زخم یا چوٹ لگ گئی ہے آپ جناب فوراً غصہ میں فلاں کے گھر پہنچتے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا جب بعد میں بات کھلی تو پتہ لگا کہ دونوں بچوں کی غلطی تھی اس نے بھی اس کے کپڑے پھاڑ دیئے تھے اور ناخن مار کر چہرے پر جا بجا نشانات ڈال دیئے تھے۔ اگر ایسی کوئی شکایت سنیں تو پہلے اپنے گھر میں ہی سمجھائیں کہ لڑائی کرنا بری بات ہے اس سے آپس میں توڑ پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح لڑنا انسانیت کے خلاف اور حیوانیت کے مطابق ہے۔ اگر اہلیہ صاحبہ منہ بنائے یا ناراض ہوں تو ہرگز پروانہ کریں اگر طعنہ دیں کہ بزدل ہو بدلہ نہیں لے سکتے وغیرہ تو غصہ میں نہ آئیں بلکہ صبر و ضبط کا دامن ہاتھ میں لے کر پیار و محبت سے تلقین کریں اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام وصحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے واقعات سنائیں کہ کس طرح انہوں نے پتھر مارنے والے اور گالیاں دینے والوں کے لئے دعائیں کی ہیں پھر لڑائی کی تحقیق ضرور کریں مگر پوشیدہ رہ کر کہ گھر والوں کو پتہ نہ چلے جب بات سامنے آجائے تو اگر اپنوں کی غلطی ہو تو انہیں تنبیہ کریں اور دوسروں کی ہو تو انہیں ان کے بڑوں کے ذریعہ سمجھائیں اور ہو سکے تو دونوں کو گلے ملوا دیں۔ اسی سلسلے میں روزنامہ جنگ سے ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں غور سے پڑھئے عجیب عبرت ناک قصہ ہے۔

ایک لمحہ کی بھول

۲۳ مئی ۱۹۹۶ کا ذکر ہے جب میں ایک تپتی دوپہر کو پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج کراچی میں اپنی ڈیوٹی دے کر واپس آرہا تھا۔ بس اسٹاپ سے جیسے ہی میں اپنی گلی میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا کہ دو ننھے یتیم بچے حسن اور شاہد ایک خالی پلاٹ پر بڑے پیار سے گیند بلا کھیل رہے تھے۔ گرمی اور دھوپ کی تمازت سے ان کے چہرے تمتما رہے تھے مگر انہیں نہ تو موسم کی شدت کا احساس تھا اور نہ کسی آنے والے کی پروا۔ انہیں تو یہ خیال بھی نہ تھا کہ اسی گیند بلے کے کھیل نے صرف ایک ہفتے پہلے ان دونوں کو یتیم کر دیا تھا۔

گذشتہ برس اگست کے مہینے تک میں کراچی کی جس بستی میں مقیم تھا وہاں زیادہ تر متوسط اور نچلے طبقے کے لوگ رہا کرتے تھے۔ انہیں لوگوں میں دو ایسے پڑوسی بھی تھے جو گذشتہ بیس برس سے ایک ساتھ رہتے بستے چلے آرہے تھے۔ محلے والے ان کی دوستی کی مثالیں دیا کرتے۔ ان میں سے ایک اظہر صاحب تھے جو ایک سرکاری محکمہ میں سپرنٹنڈنٹ تھے اور دوسرے ناصر صاحب جو فوج کے ریٹائرڈ حوالدار تھے اور اب محلّہ میں کریانے کی چھوٹی سی دکان چلا رہے تھے۔ ناصر صاحب اور اظہر صاحب کی بیویوں اور بچوں میں بھی

بڑی محبت تھی۔ ناصر صاحب تو کثیر العیال تھے جن کی چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے تھے مگر اظہر صاحب کے صرف دو ہی بچے تھے۔ چودہ برس کی اسماء اور سات برس کا شاہد۔ ناصر صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا حسن ناصر' اظہر صاحب کے بیٹے شاہد کا ہم عمر تھا۔ حسن اور شاہد محلے ہی میں واقع اسکول میں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔ دونوں ایک ساتھ اسکول جاتے' ایک ساتھ واپس آتے اور پھر یہ ہوتے اور کھیل کود۔

۱۶ مئی کی گرم دوپہر تھی جب حسن اور شاہد نے اسکول سے واپس آ کر الٹا سیدھا کھانا کھایا اور پھر حسب معمول گیند بلا سنبھال کر گلی میں نکل گئے۔ دونوں کی مائیں چیختی رہ گئیں مگر وہاں سنتا کون؟ ابھی دونوں کو کھیلتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حسن نے شاہد کی گیند پر جو زوردار ہٹ لگائی تو گیند سنسناتی ہوئی شاہد کے ناک سے ٹکرا گئی۔ گیند اتنی زور سے شاہد کی ناک پر لگی تھی کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی اور خون کا فوارہ اچھل کر بہہ نکلا۔ شاہد درد سے تڑپ اٹھا اور اس نے غصہ میں آگ بگولا ہو کر ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور حسن کے رسید کر دیا۔ پتھر سیدھا جا کر حسن کے سینے پر لگا اور وہ چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ پھر کیا تھا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے اور خوب مار پیٹ ہونے لگی۔ کسی نے ناصر صاحب کو اس بات کی خبر کر دی جو اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فوراً اس جگہ پہنچے جہاں دونوں بچے ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو رہے تھے۔ ناصر صاحب نے انہیں ایک دوسرے سے چھڑایا حسن کو تو وہ کھینچتے ہوئے اپنے گھر لے گئے جب کہ شاہد روتا چیختا اپنے گھر چلا گیا۔ اظہر صاحب کی اہلیہ نے جب شاہد سے خون بہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے اصل واقعہ بتانے کے بجائے سارا الزام حسن کے سر دھر دیا۔ اب اظہر صاحب کی بیگم تمام محبت' خلوص اور لگاؤ بھول کر' حسن اور اس کی ماں کو گالیاں اور کوسنے دینے لگیں۔ حسن کی امی نے جب یہ مغلظات سنیں تو وہ برداشت نہ کر سکیں اور ناصر صاحب کے سمجھانے بجھانے کے باوجود تنتناتی ہوئی اپنے گھر سے نکل کر اظہر

Marfat.com

صاحب کے دروازے تک پہنچیں اور دروازہ پیٹ پیٹ کر شاہد کی امی کو چیلنج کرنے لگیں۔ شاہد کی امی بھی شعلہ جوالہ بنی ہوئی گھر سے باہر آئیں اور حسن کی امی سے الجھ پڑیں۔ ناصر صاحب نے فوراً موقع پر پہنچ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند لمحے کے اندر اندر ہی دونوں خواتین دست وگریباں ہو کر ایک دوسرے کے جھونٹے نوچ چکی تھیں۔ انہوں نے درمیان میں آ کر دونوں کو الگ الگ کرنے کی کوشش کی تو سہواً ان کا ہاتھ شاہد کی امی کے جسم سے ٹکرا گیا۔ آن کی آن میں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اب تو شاہد کی امی نے ناصر صاحب کو بھی ہزاروں گالیاں سنا ڈالیں اور ان کے ایک ہاتھ بھی جڑ دیا۔ اس دوران محلے کے کچھ مرد اور عورتیں وہاں آ گئیں اور انہوں نے طرفین میں بیچ بچاؤ کرا دیا۔ اس طرح معاملہ وقتی طور پر رفع دفع ہو گیا۔

مگر شام کو جیسے ہی اظہر صاحب تھکے ماندے دفتر سے واپس آئے تو ان کی بیگم نے ان سے اس ناخوشگوار واقعہ کو نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ یہ سب سن کر اظہر صاحب کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ غیرت سے ان کا خون کھول گیا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ گھر میں پڑی ہوئی ایک کلہاڑی اٹھائی اور سیدھے ناصر صاحب کی دکان پر جا پہنچے۔ اس وقت دکان پر صرف ایک ہی گاہک موجود تھا اور ناصر صاحب ترازو پر جھکے ہوئے کوئی سودا تول رہے تھے۔ بغیر کسی توقف کے اور کچھ کہے سنے بغیر اظہر صاحب نے ناصر صاحب پر کلہاڑی کا بھرپور وار کیا۔ کلہاڑی ناصر صاحب کے بائیں کاندھے پر لگی اور ناصر صاحب شدید زخمی ہو گئے۔ مگر چشم زدن میں وہ اٹھے۔ انہوں نے دو سیر کا وزن کا ایک بٹہ اٹھا کر اظہر صاحب کے سر پر دے مارا۔ اظہر صاحب اس وار کی تاب نہ لا سکے اور وہ بھی تیوار کھا کر گرے مگر اگلے ہی لمحے وہ جھرجھری لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دکان کے اندر گھس کر ناصر صاحب کے سر پر کلہاڑی رسید کر دی۔ یہ وار کارگر ثابت ہوا اور ناصر صاحب موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ مگر ترازو کے بٹے

Marfat.com

کی چوٹ اظہر صاحب کے لئے بھی ناقابل برداشت ثابت ہوئی اور چند لمحے بعد وہ بھی جاں بحق ہو گئے- گاہک کے شور شرابے پر جب چند لوگ وہاں پہنچے تو ناصر صاحب اور اظہر صاحب کے بے جان لاشے پڑے ہوئے پائے- فوراً پولیس والے نعشوں کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئے اور اگلے دن بعد نماز ظہر دونوں دوستوں کو جو ایک لمحے کی بھول کے نتیجے میں ایک دوسرے کی جانی دشمن بن گئے تھے نارتھ کراچی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا-

اس سنگین سانحہ اور دلدوز واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ میں نے حسن اور شاہد کو حسب سابق ایک ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا' صاحب اولاد حضرات سے میری گزارش ہے کہ خدارا بچوں کی لڑائی کو زندگی اور موت کا مسئلہ نہ بنائیں' بچے تو لڑ بھڑ کر پھر ایک ہو جاتے ہیں' مگر ان کے والدین کی نادانی انہیں ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیتی ہے-

(بشکریہ روزنامہ جنگ)

ہرگز ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ کیجئے

ہر والد کو چاہئے کہ وہ یہ بات ضرور یاد رکھے کہ ایک بیٹے یا بیٹی کی بات سن کر فوراً دوسرے کے خلاف فیصلہ نہ دے دیں' بلکہ دوسرے کو بلا کر اس کی بھی بات سن لے' پھر وجہ پوچھے ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح کرنے سے بہت سی پریشانیاں حل ہو جائیں گی-

جہاں بھی فیصلہ ایک فریق کی بات سن کر ہوگا وہ فیصلہ حقیقت و انصاف سے بہت ہی دور ہوگا-

بعض اوقات بچے اسکول اور مدرسہ سے گھر واپس آتے ہی اور استاد کی یا قاری صاحب کی شکایت لگاتے ہیں' آج مس نے یوں کہا...... یوں کہا...... مجھے پندرہ منٹ دیر ہوگئی تھی لیکن قاری صاحب نے ایک گھنٹہ کھڑا رکھا' اب والدہ فوراً متاثر ہو جاتی ہیں اور پھر

Marfat.com

اپنے شوہر کو بھی متاثر کر دیتی ہیں اب کم سمجھ والد بچے یا بیوی کی بات سن کر بغیر تحقیق کیے ہوئے استاد سے ناراض ہو جاتے ہیں یا استاد سے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں جس سے ایک تو استاد کی بد دعا لگتی ہے دوسرے بچے کو شرارتوں کو مزید تقویت مل جاتی ہے اور بعض اوقات اس نحوست کی وجہ سے بچے مستقبل کی تعلیمی ترقی سے محروم ہو جاتے ہیں لہٰذا ایک بچے کی بات سن کر دوسرے بچے کے خلاف یا چھوٹے بچے کی بات سن کر بڑے بیٹے کے خلاف یا بچے کی بات سن کر استاد مدرسہ اور اسکول کے خلاف کوئی فیصلہ نہ کیجئے بلکہ استاد سے یا پرنسپل سے جا کر تحقیق ضرور کر لیں۔

ایک باپ کے لئے خطرناک غلطیاں

درحقیقت باپ کا رویہ ایک مشفق بادشاہ جیسا ہونا چاہئے جو اپنی رعیت سے محبت رکھتا ہے اس کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتا ہے جس کے سائے تلے رعایا خود کو محفوظ و مامون خیال کرتی ہے لیکن ساتھ ہی اس کے دبدبہ اور رعب کے باعث رعایا کی مجال نہیں ہوتی کہ کوئی غلط کام کر جائے اسی طرح باپ کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و شفقت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنا وقار اور دبدبہ و رعب بھی برقرار رکھنا چاہئے۔ لیکن یاد رکھئے! رعب جمانے یا بچوں کی اصلاح کے لئے کوئی ایسا طریقہ ہرگز اختیار نہ کیجئے جو آپ کی ازدواجی زندگی اور آپ کے بچوں کے لئے نقصان دہ ہو۔ ہم مثال کے طور یہاں چند چیزیں بیان کرتے ہیں جن سے بچوں پر بہت ہی غلط اثر پڑتا ہے:

۱۔ اگر کوئی ایک بچہ غلطی کر جائے تو اس ایک کی غلطی کی وجہ سے سب کو نہ ڈانٹیں نہ ہی ذلیل کریں بلکہ جس کی غلطی ہو اسی کو تنہائی میں تنبیہ کریں۔ اگر نیت اصلاح کی ہوگی تو نفع ہوگا۔ اسی طرح ایک غلطی کا غصہ دوسرے کام میں نہ نکالئے۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ

Marfat.com

نہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کئے۔ ایک سوال اونٹ کے لقطے کے بارے میں کیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے پھر اس شخص نے بکری کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ تیرے لئے ہے تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیئے کے لئے ہے''۔ غور کریں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یک کام کی غلطی کا غصہ دوسرے کام میں نہیں نکالا بلکہ بڑی شفقت سے جواب دے دیا۔

۱۔ بچے کی غلطی پر اسے اس کے ہم عمروں کی مثالیں بطور طعنہ دے کر تنبیہ ہرگز نہ کریں۔ مثلاً شکیل کو دیکھو تمہارا ہی خالہ زاد ہے مگر وہ کس قدر ذہین اور شریف ہے، جاوید کو دیکھو کس طرح محنت سے پڑھتا ہے اور تم...... مریم کو دیکھو کتنی شریف اور پڑھا کو بچی ہے، وہ اپنی کلاس میں اول آئی ہے اور ایک تم ہو کہ پیسوں کو برباد کرتی ہو اور پڑھتی ہو نہیں۔ وغیرہ اس طرح کرنے کے کئی نقصانات ہیں مثلاً ایک یہ کہ آپ کا بچہ یا بچی اس بچے سے بغض رکھنے لگیں گے۔ اسی طرح اگر خدانخواستہ اس بچے میں کوئی ایسا عیب ہے جو آپ کے بچے کو تو معلوم ہے، لیکن آپ کو معلوم نہیں تو آپ کا بچہ اس عیب کو سوچے گا اور یہی فیصلہ کرے گا کہ اس میں تو اتنی ساری برائیاں ہیں اور پھر بھی میرے ولد اسے اچھا کہتے ہیں آئندہ میں بھی صرف ظاہری طور پر شریف بن کر رہوں گا اور باقی وہی افعال کرتا رہوں گا اور اگر کسی دن اس نے غصے میں آ کر وہ عیب آپ کے سامنے کھول دیا تو وہ حجاب جو ایک باپ اور بچے کے درمیان ہونا چاہئے، ختم ہو جائے گا۔

۳۔ تیسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ آپ کو اپنا مصلح سمجھنے کے بجائے ایک طعنہ دینے والا اور بلاوجہ ڈانٹ کر اپنے غصہ نکالنے والا سمجھے گا اور اس طرح آپ کی نصیحت اس کے کسی کام نہیں آئے گی۔ آپ کو مہذب سمجھنے کے بجائے معذب سمجھے گا کہ میرے والد تہذیب سکھلانے کے بجائے مجھے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔

۴- اگر بچے کی غلطی کا سبب اس کی ماں بنی ہے تو اس بچے کے سامنے ہرگز ہرگز اپنی اہلیہ یعنی اس بچے کی ماں کو نہ ڈانٹیں ورنہ بچہ ماں کو مظلوم اور آپ کو ظالم سمجھے گا اور اس طرح آپ کی محبت بچے کے دل سے نکل جائے گی یا ماں کی عزت اور احترام اس کی نظروں میں کم ہو جائے گا۔

۵- اگر کسی محلہ دار نے آپ کو آپ کے بچے کی کسی شرارت کی شکایت کی تو اس شخص کے سامنے یا بعد میں بلا تحقیق کبھی بھی سزا نہ دیں بلکہ اچھی طرح تحقیق کریں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ بے قصور ہونے کے باوجود باپ یا کسی دوسرے بڑے کے خوف کی وجہ سے اپنی بیگناہی بیان نہیں کرتا' ایسی صورت میں پہلے خوف شفقت و محبت سے اس سے پورا معاملہ معلوم کریں پھر اگر محسوس کریں کہ اگر یہ واقعی قصوروار ہے تو تنہائی میں نرمی اور شفقت سے اسے سمجھایئے اور اگر ضرورت محسوس کریں تو تنبیہ بھی کر دیں۔ بلا تحقیق ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دینا کسی بھی طرح مناسب نہیں' اس طرح والد عند اللہ خائن ہوں گے اور اولاد کے دل میں بھی والد کے لئے نفرت کے جذبات پیدا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> ''اے ایمان والوں اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے جس میں کسی کی شکایت ہو تو بدون تحقیق کے اس پر عمل نہ کیا کرو بلکہ عمل کرنا مقصود ہو تو خوب تحقیق کر لیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے''۔
>
> (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۱۰۳)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''انسان کے جھوٹا بننے کے لئے یہ کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے''۔

Marfat.com

اس لئے بچے کی کسی بھی شکایت کی خوب تحقیق کر لیا کریں۔ مثلاً آپ کا پڑوسی آپ کے پاس شکایت لے کر آیا کہ آپ کے بچے نے میرے بچے کو مارا ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ فوراً چھڑی لے کر بچے کی پٹائی شروع کر دیں ان صاحب سے کہئے کہ ان شاء اللہ میں ابھی تحقیق کرتا ہوں اگر اس نے واقعی ایسی غلطی کی ہوگی تو میں اسے سزا دوں گا۔ پھر اپنے بچے سے نرمی اور شفقت سے معلوم کیجئے تو وہ ضرور آپ کو اصل حقیقت بتا دے گا۔ ہوسکتا ہے پہلے شرارت اسی بچے نے کی ہو جس کے جواب میں اس نے اسے مارا ہو یا اس بچے نے اس کی کوئی چیز چھینی ہو یا توڑی ہو اور اس کی وجہ سے اس نے مارا ہو تو اس صورت میں آپ کا اسے سزا دینا ظلم ہوگا اور یہ فعل آئندہ کے لئے آپ کے بچے کو بزدل بنا دے گا حتیٰ کہ وہ اپنے حق کے لئے بھی کسی سے جھگڑا نہ کر سکے گا اور یہ بزدلی خدانخواستہ آگے چل کر اس کی زندگی کو ہی نہ برباد کر دے۔ اگر اس وقت آپ کے سامنے آ جائے گی اور اس میں اگر آپ کے بچے کی غلطی ہو تو آپ اس کی اصلاح کر سکیں گے دوسرا یہ کہ اگر اس آدمی نے غلط شکایت لگائی ہو تو آپ کا بچہ سزا سے بچ جائے گا اور آئندہ کے لئے اس آدمی کو شکایت کی جرأت نہیں ہوگی۔

۲۔ بچوں کے سامنے بچوں کی ماں یعنی اپنی اہلیہ کی کبھی غیبت نہ کریں نہ برائی بیان کریں مثلاً تمہاری ماں کو منع کیا تھا یہ مت کرنا پھر بھی کر لیا، اس کو منع کیا تھا کہ بازار مت جانا پھر بھی چلی گئی، اسے منع کیا تھا کہ فلاں کے ہاں مت جانا پھر بھی چلی گئی وغیرہ اسی طرح بچوں کی بات پر اعتماد کر کے فوراً بیوی کو برا بھلا کہنا نہ شروع کریں مثلاً آپ کام سے شام کو گھر واپس آئے، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ بیوی صاحبہ گھر پر نہیں ہیں اور بچوں نے بتا دیا کہ بازار یا کسی کے ہاں گئی ہیں اور آپ نے چیخنا چلانا شروع کر دیا کہ میری نہیں مانتی گھر پر تو بیٹھنا جانتی ہی نہیں میں نے منع بھی کیا تھا پھر بھی چلی گئی وغیرہ اس طرح کرنے سے ایک نقصان تو

Marfat.com

یہ ہوگا کہ ماں کی قدر بچوں کی نظروں میں ختم ہو جائے گی۔

دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ بچے آپ کو ظالم اور ماں کو مظلوم سمجھنے لگیں گے اسلئے کہ وہ
کرنے کی حکمتیں نہیں جانتے اس لئے بجائے چیخنے چلانے کے اطمینان کے ساتھ بیٹھ
انتظار کریں بچوں کے ساتھ پیار محبت کریں اور بیوی کے لئے کوئی صحیح عذر سوچ لیں کہ ہو
ہے چھوٹے بچے کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہو اسے فوری ہسپتال لے جانا پڑا ہو ہو
ہے کھانے پینے کی چیزوں کی اور آپ کی کسی چیز کی ضرورت پڑی ہو وہ لینے گئی ہوں ہو
ہے اس کی والدہ کے گھر سے فون آیا ہو کسی پریشانی کی وجہ سے گئی ہو جب واپس آئیں گی
معلوم ہو جائے گا پھر اگر اس کا وہ جانا آپ کو نامناسب معلوم ہو تو تنہائی میں اسے سمجھا
اپنے غصے اور ناراضگی کا اظہار کیجئے لیکن بچوں کے سامنے اس طرح ہرگز نہ کریں کیونکہ ا
سے بچوں کے ذہن پر بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔

اسی طرح اگر کبھی آپ کو بیوی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا پسند نہ بھی آئے تو دسترخوان پر
بیٹھ کر اس کی برائی بیان کرنے کے بجائے اس کی تعریف کریں اس سے ایک تو اللہ جل جلا
بھی راضی ہوں گے اور بیوی کی یا پکانے والے کی حوصلہ افزائی ہوگی' اس کی دلی دعاؤں
آپ کا حصہ ہوگا' دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کر
ثواب ملے گا' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کھانا سامنے آ
کھاؤ اگر پسند نہ ہو تو نہ کھاؤ لیکن اس میں عیب نہ نکالو۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے
بیوی میں محبت بڑھے گی اور میاں بیوی کے درمیان سچی محبت دین و دنیا کی خیروں کی کنجی ہے
اس طرح بچے بھی دوسروں کی تعریف کرنا اور ہر طرح کی چیز پر صبر کرنا سیکھ جائیں گے نہ
خدانہ کرے وہ ہم سے بھی دو قدم آگے نکل کر زیادہ برائی شروع نہ کردیں۔ اس طرح رز کی
اور ماں کی توہین ہوگی جو گناہ ہے اور اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔

Marfat.com

۷- اگر آپ یا آپ کی اہلیہ دماغی کیفیت یا جسمانی کمزوری یا کسی دوسرے شرعی عذر کی وجہ سے پے در پے بچوں کی صحیح تربیت و صحیح نگہداشت نہیں کر سکتے تو ماہر علماء کرام اور مفتیان سے معلوم کرے دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ کی کوشش ضرور کیجئے کہ ایک بچے کو شرعی طور پر ماں اپنا دودھ پلا سکے (بغیر دوسرا حمل ٹھہرے) تاکہ یہ بچہ صحت و قوت کے اعتبار سے پوری طرح اپنی عمر کی منزلیں طے کرے' پھر جب ماں اس بچے کو اچھی طرح دودھ پلا کر فارغ ہو جائے' اور اب تک جو کمزوری بچہ جننے اور اس کو دودھ پلانے سے ہوئی تھی وہ کمزوری بھی دور ہو جائے تو دوسرے بچے کے لئے تیار ہو' تاکہ دونوں بچوں کا پورا حق ادا ہو سکے دونوں کی صحیح تربیت ہو سکے- یہ آپ کے اور آپ کی بیوی اور بچوں سب کے لئے مفید ہے-

۸- جب بچے جوانی کی عمر تک پہنچ جائیں اور ان کی شادی کا مرحلہ آئے تو دو بیٹوں کی شادی ایک ساتھ نہ کیجئے اور نہ ہی دونوں بہوؤں کو ایک ساتھ ایک گھر اور ایک باورچی خانہ میں رکھئے- الگ رکھنے میں بہت خیر اور عافیت ہے اور بڑے بڑے فسادات اور لڑائیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے- اس موضوع پر ہم ان شاء اللہ تفصیل سے بحث کریں گے اور ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے آمین-

۹- بچے کی نظر میں آپ کی حیثیت ایک ایسے شخص کی ہوتی ہے جو قابل اتباع ہے اور یقین کریں کہ بچہ لاشعوری طور پر ہر بات میں والد کی اتباع کرتا ہے چاہے وہ چیز بالکل غلط کیوں نہ ہو- ایک صاحب نے اپنے بچپن کا واقعہ بتایا کہ ایک مرتبہ انہوں نے نوکرانی سے پانی مانگا وہ پانی لائی تو بجائے ہاتھ میں گلاس دینے کے چوکی پر رکھ کر چلی گئی' بس انہوں نے گلاس اٹھا کر دیوار پر مارا اور لاشعوری طور پر بڑی فحش گالیاں اس کو دینے لگے لیکن چند منٹوں بعد اندر کمرے میں سے ان کے والد صاحب نے بلند آواز سے گالیاں دینی شروع کیں کہ کمبخت گالی بکتا ہے نوکرانی کو' شرم نہیں آتی' باپ کے سامنے بکتا ہے' ڈوب مر وغیرہ-

Marfat.com

آپ خود سوچیں اس واقعہ میں قصور کس کا ہے یقیناً بچے نے بارہا اپنے باپ کو نوکرانی وغیرہ کو گالیاں دیتے سنا ہوگا اور بغیر سیکھے اس وقت وہی گالیاں اس کی زبان سے جاری ہوگئیں۔ اس پر مزید ستم ظریفی کہ گالیاں بند کروانے کے لئے گالیاں دی جارہی ہیں۔ یعنی زہر کے اثر کو ختم کرنے کے لئے زہر کا استعمال کیا جارہا ہے۔ لہٰذا کبھی بھی بچے کے سامنے اپنے ملازموں ماتحتوں اہلیہ وغیرہ کو نہ ڈانٹیں نہ جھڑکیں نہ برا بھلا کہیں اگر واقعی اصلاح مقصود ہو تو علیحدگی میں سمجھائیں۔ یاد رکھئے اولاد کی تربیت غصے کے ذریعے نہیں کی جاسکتی بلکہ غصہ کے وقت صبر کا دامن مضبوطی سے تھام کر اولاد کو عملی نمونہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ بیٹا تم بھی عملی زندگی میں غصہ میں ہرگز کوئی قدم نہ اٹھانا۔

اور تاکہ اولاد یہ سوچ سکے کہ میں ایسے نیک والد کی اولاد ہوں کہ ان کو جس وقت شدید غصہ آتا پھر بھی مسکراہٹ ان کے چہرے سے غائب نہ ہوتی نرم لہجہ ان کا ساتھ نہ چھوڑتا' اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھانے کا ڈھنگ نصیب فرمائے۔

دوسری خطرناک غلطی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنے وعظ ''اولاد کے حقوق'' میں فرماتے ہیں یاد رکھئے! اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک سنت ہے' جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ جل جلالہ کو ناراض کرے تو اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو اس پر مسلط فرمادیتے ہیں' مثلاً ایک شخص نے کسی آدمی کو راضی کرنے کے لئے گناہ کیا اور گناہ کرکے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو بالآخر اللہ تعالیٰ اسی کو اس شخص پر مسلط فرمادیتے ہیں۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ اپنی اولاد اور بچوں کو راضی کرنے کی خاطر یہ سوچتے ہیں کہ ان کا مستقبل اچھا ہو جائے' ان کی آمدنی اچھی ہو جائے۔ اور معاشرے میں ان کا ایک مقا

Marfat.com

بن جائے' ان تمام کاموں کی وجہ سے ان کو دین نہ سکھایا' اور دین نہ سکھا کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی اولاد جس کو راضی کرنے کی فکر تھی' ماں باپ کے سر پر مسلط ہو جاتی ہے۔ آج آپ خود معاشرے کے اندر دیکھ لیں کہ کس طرح اولاد اپنے ماں باپ کی نافرمانی کر رہی ہے اور ماں باپ کے لئے عذاب بنی ہوئی ہے' وجہ اس کی یہ ہے کہ ماں باپ نے ان کو صرف اس لئے بے دینی کے ماحول میں بھیج دیا' تاکہ ان کو اچھا کھانا پینا میسر آ جائے' اور اچھی ملازمت مل جائے' اور ان کو ایسے بے دینی کے ماحول میں آزاد چھوڑ دیا جس میں ماں باپ کی عزت اور عظمت کا کوئی خانہ نہیں ہے' جس میں ماں باپ کے حکم کی اطاعت کا بھی کوئی خانہ نہیں ہے' وہ اگر کل کو اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق فیصلے کرتا ہے' تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں' کہ ہم نے اس مقصد کے لئے تعلیم دلائی تھی' مگر اس نے یہ کر لیا۔ ارے بات اصل میں یہ ہے کہ تم نے اس کو ایسے راستے پر چلایا' جس کے نتیجے میں وہ تمہارے سروں پر مسلط ہو گیا' تم ان کو جس قسم کی تعلیم دلوا رہے ہو اور جس راستے پر لے جا رہے ہو' اس تعلیم کی تہذیب تو یہ ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو اب وہ گھر میں رکھنے کے لائق نہیں' ان کو نرسنگ ہوم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور پھر صاحبزادے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے کہ وہاں ماں باپ کس حال میں ہیں' اور کس چیز کی ان کو ضرورت ہے۔

باپ ''نرسنگ ہوم'' میں

مغربی ممالک کے بارے میں تو ایسے واقعات بہت سنتے تھے کہ بوڑھا باپ ''نرسنگ ہوم'' میں پڑا ہوا ہے' وہاں اس باپ کا انتقال ہو گیا' وہاں کے مینیجر نے صاحبزادے کو فون کیا کہ جناب' آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ہے' تو جواب میں صاحبزادے نے کہا کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اب آپ براہ کرم ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام

Marfat.com

کر دیں، اور براہ کرم بل مجھے بھیج دیجئے میں بل کی ادائیگی کر دوں گا۔ وہاں کے بارے میں تو یہ بات سنی تھی۔ لیکن ابھی چند روز پہلے مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ یہاں کراچی میں بھی ایک "نرسنگ ہوم" قائم ہو گیا ہے جہاں بوڑھوں کی رہائش کا انتظام ہے، اس میں بھی یہی واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کا وہاں انتقال ہو گیا۔ اس کے بیٹے کو اطلاع دی گئی، بیٹے نے پہلے تو آنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن بعد میں معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو اس وقت فلاں میٹنگ میں جانا ہے اس لئے آپ کفن دفن کا بندوبست کر دیں، میں نہیں آ سکوں گا۔ یہ وہ اولاد ہے جس کو راضی کرنے کی خاطر تم نے اللہ کو ناراض کیا، اس لئے وہ اب تمہارے اوپر مسلط کر دی گئی۔ جیسا کہ حدیث میں صراحت موجود ہے کہ جس مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کرو گے اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو تمہارے اوپر مسلط کر دیں گے۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

جب وہ اولاد سر پر مسلط ہو گئی تو اب ماں باپ بیٹھے رو رہے ہیں کہ اولاد دوسرے راستے پر جا رہی ہے، ارے جب تم نے شروع ہی سے اس کو ایسے راستے پر ڈالا، جس کے ذریعہ اس کا ذہن بدل جائے، اس کا خیال بدل جائے، اس کی سوچ بدل جائے تو اس کا انجام یہی ہونا تھا۔

اندرون قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

پہلے میرے ہاتھ پیر باندھ کر مجھے سمندر کے اندر ڈبو دیا، اس کے بعد کہتے ہو کہ ہوشیار! دامن تر مت کرنا، بھائی: اگر تم نے پہلے اس کو کچھ قرآن شریف پڑھایا ہوتا، اس کو کچھ حدیث نبوی سکھائی ہوتی، دینی ماحول میں بٹھایا ہوتا، وہ حدیث سکھائی ہوتی جو مشکوٰۃ کتاب العلم جلد ا صفحہ ۳۲ میں مذکور ہے، جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جب دنیا

سے چلا جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے لئے کارآمد ہوتی ہیں' ایک علم ہے جسے وہ چھوڑ گیا' جس سے لوگ نفع اٹھا رہے ہیں' مثلاً کوئی آدمی کوئی کتاب تصنیف کر گیا۔ اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں' یا کوئی آدمی علم دین پڑھاتا تھا' اب اس کے شاگرد آگے علم پڑھا رہے ہیں' اس سے اس مرنے والے شخص کو بھی فائدہ پہنچتا رہتا ہے' یا کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ گیا' مثلاً کوئی مسجد بنا دی' کوئی مدرسہ بنا دیا' کوئی شفاخانہ بنا دیا' کوئی کنواں بنا دیا' اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں' ایسے عمل کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ اور تیسری چیز نیک اولاد ہے' جو وہ چھوڑ گیا۔ وہ اس کے حق میں دعائیں کریں' تو اس کا عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے' کیونکہ ماں باپ کی تربیت کے نتیجے میں اولاد جو کچھ کر رہی ہے' وہ سب باپ کے نامہ اعمال میں لکھا جا رہا ہے۔ اگر یہ حدیث پڑھائی ہوتی تو آج باپ کا یہ انجام نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ اس راستے پر چلایا ہی نہیں اس لئے اس کا انجام بد آنکھوں کے سامنے ہے۔

حضرت انبیا علیہم السلام اور اولاد کی فکر

بھائی اولاد کو دین کی طرف لانے کی فکر اتنی ہی ضروری ہے جتنی اپنی اصلاح کی فکر' اولاد کو صرف زبانی سمجھانا کافی نہیں' جب تک اس کی فکر اور تڑپ ایسی نہ ہو جیسے دہکتی ہوئی آگ کی طرف بچہ بڑھ رہا ہو اور آپ اس کو لپک کر جب تک اٹھا نہیں لیں گے' اس وقت تک آپ کو چین نہیں آئے گا' ایسی ہی تڑپ یہاں بھی ہونی ضروری ہے۔ پورا قرآن کریم اس حکم کی تاکید سے بھرا ہوا ہے' چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وکان یامر اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ (سورۃ مریم: ۵۵)

"(یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام) اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکوۃ کا (خصوصاً اور

بھی احکام کا عموماً) حکم کرتے رہتے تھے"۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۱۳۸)

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

وامر اھلک بالصلوۃ و اصطبر علیھا (طہ: ۱۳۲)

"اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے (یعنی زیادہ تو بہ کے قابل یہ امور ہیں)" (معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۱۶۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عجیب ترتیب رکھی ہے۔ بظاہر یہ ہونا چاہئے تھا کہ پہلے خود نماز قائم کریں اور پھر اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں لیکن یہاں ترتیب الٹ دی ہے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور پھر خود بھی اس کی پابندی کریں اس ترتیب میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ آپ کا اپنے گھر والوں کو یا اولاد کو نماز کا حکم دینا اس وقت تک موثر اور فائدہ مند نہیں ہوگا جب تک آپ ان سے زیادہ اس کی پابندی نہیں کریں گے۔ اب زبان سے آپ نے ان کو کہہ دیا کہ نماز پڑھو لیکن خود اپنے اندر نماز کا اہتمام نہیں ہے تو اس صورت میں ان کو نماز کے لئے کہنا بالکل بے کار جائے گا لہٰذا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دینے کا ایک لازمی حصہ یہ ہے کہ ان سے زیادہ پابندی خود کریں اور ان کے لئے ایک مثال اور نمونہ بنیں۔

تیسری خطرناک غلطی

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک خاتون نے اپنے بچے کو گود میں لینے کے لئے بلایا، بچہ آنے میں تردد کر رہا تھا تو اس خاتون نے کہا کہ تم ہمارے پاس آؤ، ہم تمہیں کچھ چیز دیں گے، اب وہ بچہ آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے پوچھا کہ تم نے بچے کو یہ جو کہا کہ ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں کچھ چیز دیں گے، تو کیا تمہاری واقعی کچھ دینے کی نیت تھی؟ اس خاتون نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! میرے

پاس ایک کھجور تھی اور یہ کھجور اس کو دینے کی نیت تھی آپ نے فرمایا کہ اگر دینے کی نیت نہ ہوتی تو یہ تمہاری طرف سے بہت بڑا جھوٹ ہوتا اور گناہ ہوتا اس لئے کہ تم بچے سے جھوٹا وعدہ کر رہی ہو گویا اس کے دل میں بچپن سے یہ بات ڈال رہی ہو کہ جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا کوئی ایسی بری بات نہیں ہوتی لہٰذا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ بیوی بچوں کو جو بھی حکم دیں پہلے خود اس پر عمل کریں اور اس کی پابندی دوسروں سے زیادہ کریں۔

بچوں کو تربیت دینے کا انداز

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب کہ ابھی بچے ہی تھے ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فوراً فرمایا ''کخ کخ''۔ (عربی میں یہ لفظ ایسا ہے جیسے ہماری زبان میں ''تھوتھو'' کہتے ہیں یعنی اگر بچہ کوئی چیز منہ میں ڈال دے اور اس کی شناعت کے اظہار کے ساتھ وہ چیز اس کے منہ سے نکلوانا مقصود ہو تو یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے بہرحال! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کخ کخ'' یعنی اس کو منہ سے نکال کر پھینک دو) ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم یعنی بنو ہاشم صدقے کا مال نہیں کھاتے''۔ (جامع الاصول: ۴-۶۷۵ رقم الحدیث ۲۷۴۸)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور اپنے محبوب

Marfat.com

نواسے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے' اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہو گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آگے بڑھ کر ان کو گود میں اٹھالیا۔ (مشکوۃ جلد۲ صفحہ ۵۷۱)

بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے کندھے پر سوار ہو گئے اور جب آپ سجدے میں جانے لگے تو آپ نے ان کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر نیچے اتار دیا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ان کو گود میں لیتے اور فرماتے۔

﴿مبخلة و مجبنة﴾

یعنی''یہ اولاد ایسی ہے کہ انسان کو بخیل بھی بنا دیتی ہے اور بزدل بھی بنا دیتی ہے۔''
(ابن ماجہ صفحہ ۲۶۹)

ایک طرف تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اتنی محبت ہے' دوسری طرف جب انہوں نے نادانی میں ایک کھجور بھی منہ میں رکھ لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ وہ اس کھجور کو کھا جائیں۔ مگر چونکہ ان کو پہلے سے اس چیز کی تربیت دینی تھی' اس لئے فوراً وہ کھجور منہ سے نکلوائی اور فرمایا کہ یہ ہمارے کھانے کی چیز نہیں ہے۔

بچوں سے محبت کی حد

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بچے کی تربیت چھوٹی چیزوں سے شروع ہوتی ہے۔ اسی سے اس کا ذہن بنتا ہے اور اسی سے اس کی زندگی بنتی ہے' یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے آج کل یہ عجیب منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ ماں باپ کے اندر بچوں کو غلط باتوں پر ٹوکنے کا رواج ہی ختم ہو گیا ہے' آج سے پہلے بھی ماں باپ بچوں سے محبت کرتے تھے' لیکن وہ عقل اور تدبیر کے ساتھ محبت کرتے تھے۔ آج کل یہ محبت اور لاڈ اس

Marfat.com

درجے تک پہنچ چکا ہے کہ بچے کتنے ہی غلط کام کرتے رہیں غلط حرکتیں کرتے رہیں لیکن ماں باپ ان غلطیوں پر ٹوکتے ہی نہیں' ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نادان بچے ہیں' ان کو ہر قسم کی چھوٹ ہے' ان کی روک ٹوک کرنے کی ضرورت نہیں۔ ارے بھائی! یہ سوچوں کہ اگر وہ بچے نادان ہیں مگر ہم (ماں باپ) تو نادان نہیں ہیں' ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی تربیت کریں' اگر کوئی بچہ ادب کے خلاف' تمیز کے خلاف یا شریعت کے خلاف کوئی غلط کام کر رہا ہے' تو اس کو بتانا ماں باپ کے ذمے فرض ہے' اس لئے کہ وہ بچہ اسی طرح بدتہذیب بن کر بڑا ہو گیا تو اس کا وبال والدین پر ہے کہ انہوں نے اس کو ابتداء سے اس کی عادت نہیں ڈالی۔ بہر حال! اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کی چھوٹی چھوٹی حرکتوں کو بھی نگاہ میں رکھیں۔

کھانا کھانے کا ایک ادب

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ام المومنین ہیں' ان کے پہلے شوہر سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو یہ ان کے ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اس لئے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب یعنی سوتیلے بیٹے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت وشفقت فرمایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں چھوٹا بچہ تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر پرورش تھا' ایک روز کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ پیالے میں ادھر سے ادھر حرکت کر رہا تھا یعنی کبھی ایک طرف سے لقمہ اٹھایا کبھی دوسری طرف سے اور کبھی تیسری طرف سے لقمہ اٹھالیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا

Marfat.com

اے لڑکے! کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کا جو حصہ تمہارے سامنے ہے وہاں سے کھاؤ ادھر ادھر سے ہاتھ بڑھا کر کھانا ٹھیک نہیں ہے۔

(جامع الاصول: ۷-۳۸۸، رقم الحدیث ۵۴۴۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر اس پر تنبیہ فرماتے اور صحیح ادب سکھاتے۔

ایک اور صحابی حضرت عکراش بن زویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کھانا سامنے آیا تو میں نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک نوالہ ادھر سے لیا اور دوسرا نوالہ ادھر سے لے لیا اور اس طرح برتن کے مختلف حصوں سے کھانا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ، اس لئے کہ کھانا ایک جیسا ہے، ادھر ادھر سے کھانے سے بدتہذیبی بھی معلوم ہوتی ہے اور بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، اس لئے ایک جگہ سے کھاؤ۔ حضرت عکراش فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ سے کھانا شروع کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک بڑا تھال لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریں بکھری ہوئی تھیں۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا ہوا چھاچھ کو بھی پھونک کر پیتا ہے۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما چکے تھے کہ ایک جگہ سے کھاؤ اس لئے میں نے وہ کھجوریں ایک جگہ سے کھانی شروع کر دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک طرف سے کھجور اٹھاتے، کبھی دوسری طرف سے اٹھاتے اور مجھے جب ایک طرف سے کھاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے پھر فرمایا کہ اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھاؤ، اس لئے کہ یہ مختلف قسم کی کھجوریں ہیں۔ اب اگر ایک طرف سے کھاتے رہے پھر دل تمہارا دوسری قسم کی کھجور کھانے کو چاہ رہا ہے تو ہاتھ بڑھا کر وہاں سے کھجور اٹھا کر کھالو۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۶۷)

Marfat.com

گویا کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھایا کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز ہے تو پھر صرف اپنی طرف سے کھاؤ اور اگر مختلف قسم کی چیزیں ہیں تو دوسری اطراف سے بھی کھا سکتے ہو۔ اپنی اولاد اور اپنے صحابہ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تھی۔ یہ سارے آداب خود بھی سیکھنے کے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی سکھانے کے ہیں' یہ اسلامی آداب ہیں جن سے اسلامی معاشرہ ممتاز ہوتا ہے۔

سات سال سے پہلے تعلیم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں یعنی سات سال کے بچے کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنا شروع کرو' اگرچہ اس کے ذمے نماز فرض نہیں ہوئی لیکن اس کو عادی بنانے کے لئے سات سال کی عمر سے تاکید کرنا شروع کر دو اور جب دس سال کی عمر ہو جائے اور پھر بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو نماز نہ پڑھنے پر مارو اور دس سال کی عمر میں بچوں کے بستر الگ الگ کر دو' ایک بستر میں دو بچوں کو نہ سلاؤ۔

(جامع الاصول ۵/۸۷ رقم الحدیث ۳۲۴۳)

اس حدیث میں پہلا حکم یہ دیا کہ سات سال کی عمر سے نماز کی تاکید شروع کر دو' اس سے معلوم ہوا کہ سات سال سے پہلے اس کو کسی چیز کا مکلف کرنا مناسب نہیں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب تک بچے کی عمر سات سال تک نہ پہنچ جائے' اس پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے' جیسے کہ بعض لوگ سات سال سے پہلے روزہ رکھوانے کی فکر شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مخالف تھے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں تو سات سال سے پہلے نماز پڑھانے

Marfat.com

وہ نہیں کہہ رہے ہیں۔ مگر تم سات سال سے پہلے اس کو روزہ رکھوانے کی فکر میں ہو، یہ ٹھیک نہیں۔ اسی طرح سات سال سے پہلے نماز کی تاکید کی کوشش بھی درست نہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ سات سال سے کم عمر کے بچے کو مسجد میں لانا ٹھیک نہیں۔ البتہ کبھی کبھار بچے کو تھوڑا تھوڑا مانوس کرنے کے لئے مسجد میں لا سکتے ہیں لیکن اسی شرط پر کہ مسجد کو گندگی وغیرہ سے ملوث نہیں کرے گا لیکن سات سال سے پہلے اس پر باقاعدہ بوجھ ڈالنا درست نہیں۔

بلکہ ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ سات سال سے پہلے تعلیم کا بوجھ ڈالنا بھی مناسب نہیں۔ سات سال سے پہلے کھیل کود کے اندر اس کو پڑھا دو لیکن باقاعدہ اس پر تعلیم کا بوجھ ڈالنا اور باقاعدہ اس کو طالب علم بنا دینا ٹھیک نہیں۔ آج کل ہمارے یہاں یہ وبا ہے کہ بس بچہ تین سال کا ہوا تو اس کو پڑھانے کی فکر شروع ہو گئی، یہ غلط ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب وہ تین سال کا ہو جائے تو اس کو گھر پر تعلیم دے دو۔ اس کو اللہ و رسول کا کلمہ سکھا دو، اس کو کچھ دین کی باتیں سمجھا دو اور یہ کام گھر میں رکھ کر جتنا کر سکتے ہو کر لو باقی اس کو مکلف کر کے باقاعدہ نرسری میں بھیجنا اور ضابطے کا طالب علم بنا دینا اچھا نہیں۔

بچوں کو مارنے کی حد

یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ استاد کے لئے یا ماں باپ کے لئے بچے کو اس حد تک مارنا جائز ہے جس سے بچے کے جسم پر مار کا نشان نہ پڑے۔ آج کل یہ جو بے تحاشہ مارنے کا رواج ہے یہ کسی طرح بھی جائز نہیں اور بعض اوقات اس مار پٹائی میں خون نکل آتا ہے، زخم ہو جاتا ہے یا نشان پڑ جاتا ہے، یہ عمل اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گناہ کی معافی کی کیا شکل ہوگی؟ اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگے؟ اگر بچے سے مانگے تو وہ نابالغ بچہ معاف کرنے

اہل نہیں ہے' اس لئے کہ اگر نابالغ بچہ معاف بھی کر دے تو شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں اس لئے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اس کی معافی کا کوئی راستہ سمجھ میں نہیں آتا' یہ اتنا خطرناک گناہ ہے۔ اس لئے استاد اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچے کو اس طرح نہ ماریں کہ اس سے زخم ہو جائے یا نشان پڑ جائے' البتہ ضرورت کے تحت جہاں مارنا ناگزیر ہو جائے' صرف اس وقت مارنے کی اجازت دی گئی ہے۔

اس کے لئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب نسخہ بتایا ہے اور ایسا نسخہ وہی بتا سکتے تھے' یاد رکھنے کا ہے' فرماتے تھے کہ جب کبھی اولاد کو مارنے کی ضرورت محسوس ہو یا اس پر غصہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو جس وقت غصہ آ رہا ہو اس وقت نہ مارو' بلکہ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس وقت مصنوعی غصہ پیدا کر کے مارلو' اس لئے کہ اگر طبعی غصہ کے وقت مارو گے تو پھر حد پر قائم نہیں رہو گے' بلکہ حد سے تجاوز کر جاؤ گے' اور چونکہ ضرورۃً مارنا ہے' اس لئے مصنوعی غصہ پیدا کر کے پھر مارو تا کہ اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے اور حد سے گزرنا بھی نہ پڑے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ساری عمر اس پر عمل کیا کہ طبعی غصے کے وقت نہ کسی کو مارا اور نہ ڈانٹا' پھر جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا تو اس کو بلا کر مصنوعی قسم کا غصہ پیدا کر کے وہ مقصد حاصل کر لیتا تا کہ حدود سے تجاوز نہ ہو جائے کیونکہ غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اکثر و بیشتر حد پر قائم نہیں رہتا۔

بچوں کو تربیت دینے کا طریقہ

اسی لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اصول بیان کرتے تھے جو اگرچہ کلی اصول تو نہیں ہے' اس لئے کہ حالات مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر اس اصول پر عمل کیا

Marfat.com

جا سکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص غلط کام کر رہا ہو، ٹھیک اس وقت میں اس کو سزا دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ وقت پر ٹوکنے سے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے اس لئے بعد میں اس کو سمجھا دو یا سزا دینی ہو تو سزا دے دو، دوسرے یہ کہ ہر ہر کام پر بار بار ٹوکتے رہنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ بٹھا کر سمجھا دو کہ فلاں وقت تم نے یہ غلط کام کیا، فلاں وقت یہ غلط کیا اور پھر ایک مرتبہ جو سزا دینی ہے دے دو۔ واقعہ یہ ہے کہ غصہ ہر انسان کی جبلت میں داخل ہے اور یہ ایسا جذبہ ہے کہ جب ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو بعض اوقات انسان اس میں بے قابو ہو جاتا ہے اور پھر حدود پر قائم رہنا ممکن نہیں رہتا، اس لئے کہ اس کا بہترین علاج وہی ہے جو ہمارے حضرت تھانوی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) نے فرمایا تھا۔

(ماخوذ از اصلاح خطبات جلد ۴ صفحہ ۱۸)

بچے کو کیا کہہ کر پکارا جائے؟

بچوں کو یا تو ان کے پورے نام سے یا پھر بیٹا کہہ کر پیار و محبت سے پکارنا چاہئے یا ان جیسے اور پیارے انداز سے پکاریں کہ بچہ اس پکار کے لئے بے تاب رہے اور یہ پکار سنتے ہی وہ آپ کا ہر حکم بجالانے کے لئے تیار ہو۔ مثلاً کبھی پیارے بیٹے کہہ کر خطاب کیا تو کبھی جانِ پدر کہہ کر کبھی نورِ چشم کہہ کر تو کبھی فرزند کہہ کر۔

اس طرح پکارنے میں جو محبت و شفقت ہے اور اس کے سننے میں جو لطف ہے وہ دنیا کے کسی اور لفظ میں حتیٰ کہ اصلی نام پکارنے میں بھی نہیں۔

اگر اولاد نہ مانے تو!

اس آیت میں قرآن کریم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، درحقیقت اس میں ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جو شبہ عام طور پر ہمارے

دلوں میں پیدا ہوتا ہے وہ شبہ یہ ہے کہ آج جب لوگوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی اولاد کو بھی دین کی تعلیم دو حافظ قرآن بناؤ عالم دین بناؤ' کچھ دین کی باتیں ان کو بھی سکھاؤ' ان کو دین کی طرف لاؤ' گناہوں سے بچانے کی فکر کرو تو اس کے جواب میں عام طور پر بکثرت لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولاد کو دین کی طرف لانے کی بڑی کوشش کی' مگر کیا کریں کہ ماحول اور معاشرہ اتنا خراب ہے کہ بیوی بچوں کو بہت سمجھایا' مگر وہ مانتے نہیں ہیں اور زمانے کی خرابی سے متاثر ہو کر انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کر لیا ہے' اور اس راستے پر جا رہے ہیں اور راستہ بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں' اب ان کا عمل ان کے ساتھ ہے' ہمارا عمل ہمارے ساتھ ہے' اب ہم کیا کریں۔

دنیاوی آگ سے کس طرح بچاتے ہو؟

چنانچہ قرآن کریم نے اس آیت میں ''آگ'' کا لفظ استعمال کر کے اس اشکال اور شبہ کا جواب دیا ہے وہ یہ کہ یہ بات ویسے اصولی طور پر تو ٹھیک ہے کہ اگر ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کر لی ہے تو ان شاء اللہ ماں باپ بری الذمہ ہو جائیں گے اور اولاد کے کئے کا وبال اولاد ہی پر پڑے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ماں باپ نے اولاد کو بے دینی سے بچانے کی کوشش کس حد تک کی ہے؟ اور کس درجے تک کی ہے؟ قرآن کریم نے ''آگ'' کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ماں باپ کو اپنی اولاد کو گناہوں سے اس طرح بچانا چاہئے جس طرح ان کو آگ سے بچاتے ہیں

فرض کریں کہ ایک بہت بڑی خطرناک آگ سلگ رہی ہے' جس آگ کے بارے میں یقین ہے کہ اگر کوئی شخص اس آگ کے اندر داخل ہو گیا تو زندہ نہیں بچے گا' اب آپ کا نادان بچہ اس آگ کو خوش منظر اور خوبصورت سمجھ کر اس کی طرف بڑھ رہا ہے' اب بتاؤ تم اس

Marfat.com

وقت کیا کرو گے؟ کیا تم اس پر اکتفاء کرو گے کہ دور سے بیٹھ کر بچے کو نصیحت کرنا شروع کر دو کہ بیٹا! اس آگ میں مت جانا۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہوتی ہے۔ اگر جاؤ گے تو جل جاؤ گے اور مر جاؤ گے۔ کیا کوئی ماں باپ صرف زبانی نصیحت پر اکتفاء کریں گے؟ اور اس نصیحت کے باوجود اگر بچہ اس آگ میں چلا جائے تو کیا وہ ماں باپ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جائیں گے کہ ہم نے تو اس کو سمجھا دیا تھا' اپنا فرض ادا کر دیا تھا' اس نے نہیں مانا اور خود ہی اپنی مرضی سے آگ میں کود گیا تو میں کیا کروں؟ دنیا میں کوئی ماں باپ ایسا نہیں کریں گے' اگر وہ اس بچے کے حقیقی ماں باپ ہیں تو اس بچے کو آگ کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر ان کی نیند حرام ہو جائے گی۔ ان کی زندگی بے مزہ ہو جائے گی' اور جب تک اس بچے کو گود میں اٹھا کر اس آگ سے دور نہیں لے جائیں گے اس وقت تک ان کو چین نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ جب تم اپنے بچے کو دنیا کی معمولی سی آگ سے بچانے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا نہیں کرتے تو جہنم کی وہ آگ جس کی کوئی حد و نہایت نہیں اور جس کا دنیا میں تصور نہیں کیا جا سکتا' اس آگ سے بچے کو بچانے کے لئے زبانی جمع خرچ کو کافی کیوں سمجھتے ہو؟ لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہم نے انہیں سمجھا کر اپنا فرض ادا کر لیا' یہ بات آسانی سے کہنے کی نہیں ہے۔

اللہ کے واسطے جابر و حاکم باپ نہ بنئے

باپ کی مثال بچے کے لئے ٹھنڈی چھاؤں کی ہے۔ اولاد کو اگر کسی پر مکمل اعتماد ہے تو باپ ہی ہے۔ اولاد اگر مخلوق میں کسی کو قوی اور طاقتور سمجھتی ہے تو وہ باپ کی ذات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور آدمی کا بچہ بھی جب کسی بچے سے لڑتا ہے اور خود کو کمزور محسوس کرتا ہے یا کسی کو اپنے اوپر ظلم کرتا ہوا دیکھتا ہے تو کہتا ہے "میں اپنے ابو

کہہ دوں گا'' اسی طرح بچہ سب سے مالدار اپنے ہی باپ کو سمجھتا ہے' یہی وجہ ہے کہ ہر پسندیدہ چیز کے لیے ضد کرتا ہے' وہ باپ کی مجبوریوں کو نہیں جانتا۔

برائے مہربانی ان پھول جیسے بچوں کی معصوم خواہشات کو اپنی سخت مزاجی اور بداخلاق سے پامال نہ کیجئے کہ گھر میں داخل ہوتے ہی چیخنا چلانا شروع کر دیں اور جو معصوم بچے آس لگائے بیٹھے تھے کہ ابو آئیں گے تو ہمارے لئے کوئی کھانے کی چیز لائیں گے ہمیں کہیں گھمانے لے کر جائیں گے وغیرہ کی امیدوں پر آپ پانی پھیر دیں اور وہ بیچارے خوف کے مارے ناموشی سے ایک کونے میں جا چھپیں۔ اسی طرح اگر بچے کی کسی غلطی پر آپ یوں کہیں کہ اگر اب سے تم نے یوں کیا تو؟ یا کتنی بار سمجھایا ہے تجھے مگر تو ؟

تو یہ بچہ آپ کو بجائے مصلح اور مشفق سمجھنے کے ظالم سمجھے گا اور اگر آپ کا رویہ مستقل اسی طرح رہا تو آئندہ اس کے بہت ہی بھیانک نتائج برآمد ہوں گے۔ کئی ایسے واقعات ہمارے مشاہدے میں آئے ہیں کہ اولاد اس ظالمانہ رویہ کی وجہ سے باپ سے باغی ہو گئی اور دل میں باپ کے لئے اس قدر نفرت رکھتی ہے کہ ان کا بس چلے تو باپ کو قاضی کے سامنے عدالت میں پیش کریں۔

نواز پانچ سال کا ایک بہت ہی پیارا بچہ تھا۔ اس کی بھی خواہش تھی کہ اس کا باپ اسے پیار کرے' اس سے محبت اور شفقت سے بات کرے' اسے اپنے ساتھ گھمانے لے جائے' اسے اس کی پسند کی چیزیں دلائے جس طرح دوسرے بچوں کو ان کے ابو دلاتے ہیں مگر بدقسمتی سے اس کا باپ بہت ہی سخت گیر اور بداخلاق واقع ہوا تھا۔ کام سے واپس گھر آتے ہی اگر نواز ابو ابو کہہ کر قریب جاتا تو باپ فوراً جھنک دیتا۔ دور رہو' کیا چپکے چلے جا رہے ہو' ایک تو کام کی تھکن اوپر سے تم ہو کے چپکے چلے جا رہے ہو۔ نواز بیچارہ چپکے سے دور ہٹ جاتا' کبھی وہ قریب چلا گیا تو فوراً جھڑکی سنائی' ہاتھ دور رکھو میرے کپڑے خراب کر دو گے۔ اس

Marfat.com

معصوم بچے کو کسی کام کا کہہ دیا' اس میں معمولی کوتاہی پر اس قدر چیخنا کہ پورے گھر میں ایک ہنگامہ بچ جاتا اور پر سے ظلم یہ کہ اس کے کان اس قدر کھینچتا کہ سرخ ہو جاتے۔

زندگی کے دن گزرتے گئے' نواز بڑا ہوتا گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ نواز کے دل میں باپ کی نفرت بھی بڑھتی گئی۔ آج نواز چھبیس سال کا نوجوان ہے لیکن باپ کے لئے اس کے دل میں محبت کی کوئی رمق نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر اللہ رب العزت کا خوف اور دنیا کی رسوائی کا ڈر نہ ہوتا تو میں وہ کچھ کر لیتا جو انسانی وہم وگمان میں بھی نہیں آتا۔ اس لئے اللہ کے واسطے بچوں کے ساتھ نرمی وشفقت کا مظاہرہ کیجئے۔

اگر آپ گھر میں داخل ہوں اور بچوں یا اہلیہ کی کسی بات پر غصہ آئے تو صبر کیجئے اور غصہ ختم ہونے کے بعد نرمی سے سمجھائیے' آپ کا یہ تھوڑا سا صبر آپ کے بچوں کو کئی گنا شاکر بنا دے گا۔

جب بھی دفتر یا دکان سے گھر آئیں تو بچوں کے لئے ضرور کوئی چیز لائیں اور پیار و محبت سے انہیں کھلائیں یا تقسیم کریں' ان سے خوب پیار و محبت کا اظہار کریں کہ بچے آپ کے آنے کا انتظار کریں اور آپ کے لئے دعائیں کریں' یہ نہ ہو کہ آپ کی موت کی دعائیں کریں۔ اگر بچے کے کپڑے یا ہاتھ منہ وغیرہ گندے ہیں اور ان کی والدہ کسی کام میں مشغول ہے تو آپ ہی انہیں صاف کر دیجئے۔ اسی سلسلے میں ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے' فرماتی ہیں:

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اسامہ بن زید کی ناک (کی رینٹھ) صاف کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' میں نے کہا (یا رسول اللہ) مجھے اجازت دیں کہ میں صاف کر لوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اے عائشہ! اس سے محبت کرو

کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں''۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ بچہ اگر کسی گندی حالت میں ہے تو خود ہی اٹھ کر اس کا منہ دھلا دے' اس کو اچھے صاف کپڑے پہنا دے' اور اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کرنے کی نیت کر لے تو سونے پر سہاگہ ہے کہ بچہ کی صفائی بھی ہو گئی اور اہلیہ بھی خوش ہو گئی کہ میرا شوہر کتنے اچھے اخلاق کا حامل ہے کہ جہاں اس بچے کو وہ میرا بچہ سمجھ رہا ہے وہاں دوسری ذمہ داریوں کے اعتبار سے خود اپنے آپ کو بھی میرا شریک سمجھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو گئے کہ اس بندہ میں تواضع بھی ہے اور مسلمان معصوم بچے سے محبت بھی ہے کہ جب سردار دو جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بچے کے ناک کی رینٹھ صاف کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو پھر میں کیا ہوں؟

اس سنت مبارکہ پر مسلمان شوہر عمل کرے تو گھر کے بہت سے جھگڑے ختم ہو جائیں' اس لئے کہ میاں بیوی میں بہت سے جھگڑوں کا سبب یہ بنتا ہے کہ شوہر یہ کہتا ہے تم بچوں کا خیال نہیں رکھتیں۔ تم خود بھی گندی رہتی ہو اور اپنے بچوں کو بھی ایسا ہی گندہ رکھتی ہو۔ تم بچوں کو پڑھاتی نہیں ہو تم خود بھی ان پڑھ ہو اور بچوں کو بھی ان پڑھ بنا رہی ہو' وغیرہ وغیرہ ان تمام حالتوں میں شوہر یہ سوچ لے کہ یہ سب کام جس طرح بیوی کی ذمہ داری ہے' اسی طرح شوہر یعنی بچے کے والد کی بھی ذمہ داری ہے' معاشرے نے یا رواج نے فرق کر دیا ہے کہ بعض ذمہ داریاں ماں کی سمجھی جاتی ہیں حالانکہ شرعاً اور اخلاقاً وہ والد کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رات میں اپنی کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (گھر کے اندر سے) اس حال میں تشریف لائے کہ کسی چیز کو اپنے ساتھ لپیٹے ہوئے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا چیز تھی پھر جب میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا تو پوچھا کہ یہ کیا چیز

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لپیٹ رکھی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں کوکھوں پر تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو گود میں لے کر چادر سے لپیٹ رکھا تھا) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں' تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ہر اس شخص کو محبوب رکھ جو ان دونوں کو محبوب رکھے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۷'۲۱۸)

اسی طرح حضرت ابی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سرخ رنگ کی قمیصیں پہنے ہوئے چلتے ہوئے آئے (چونکہ بچے تھے اور صحیح طریقے سے چل نہیں سکتے تھے اس لئے کبھی) گرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا تو منبر سے اترے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا (ترمذی جلد۲ صفحہ ۲۱۸)

دونوں جہانوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ کیسا مشفقانہ رویہ تھا۔ ہم اور آپ اسی مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ان واقعات کو سامنے رکھ کر بچوں کے ساتھ شفقت و نرمی کا معاملہ کریں۔ بچے آپ سے ہر وقت ڈریں نہیں' گھر میں آپ کے داخل ہوتے ہی ادھر ادھر چھپ نہ جائیں' جیسے شیر اور سانپ سے ڈرا جاتا ہے' کہیں بچے باپ سے اس طرح نہ ڈریں۔

اولاد پر جبر

اولاد جب بالغ ہو جائے تو کوشش کیجئے کہ ان پر کسی بھی معاملے میں جبر اور زبردستی کی نوبت نہ آئے۔ بلوغ سے پہلے جس حد تک ممکن ہو انہیں اپنی مرضی اور اسلامی سانچے میں

ڈھالنے کی کوشش کیجئے' کبھی نرمی سے اور اگر ضرورت پڑے تو کبھی سختی سے اسے اسلامی رنگ میں رنگئے اور اپنے مزاج کے موافق ان کو بنایئے لیکن بلوغ کے بعد جو بھی بات کہنی ہو یا ان سے جو بھی کام کرانا ہو تو نرمی سے کہیے اور ترغیبی انداز میں کہیئے نہ کہ حکماً - اس میں کئی فوائد ہیں مثلاً ان کو آپ کی بات بری بھی محسوس نہیں ہوگی اور چونکہ نرمی سے کہی ہوئی بات زیادہ اثر رکھتی ہے لہٰذا عمل بھی کرلیں گے اور اگر خدانخواستہ عمل نہ کریں تو باپ کی نافرمانی کا گناہ نہ ہوگا جس کا انجام برا ہے- اسی لئے علماء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ باپ جب بالغ یا شادی شدہ اولاد کو کسی بات کے کرنے کا کہتا ہے تو اسے چاہئے کہ یوں نہ کہے کہ بیٹا یہ کام کر ... کہ اس طرح کہنے میں اگر اس نے انکار کردیا یا وہ کام نہ کیا تو گناہ گار ہوگا جس کا سبب باپ کا یہ کہنا ہوا' بلکہ یوں کہے کہ بیٹا اگر یوں کردو تو مناسب ہے یا یہ کام اس طرح کرنا چاہئے' یا بیٹا! اگر تم فلاں کام کرلو تو اچھا ہے' اس صورت میں نہ کرنے پر بیٹا نافرمانی کا مرتکب نہ ہوگا-

(خلاصۃ الفتاوی جلد ۴ صفحہ ۳۴۰)

اسی طرح بلوغ کے بعد اگر وہ کوئی کام اور پیشہ اپنی مرضی سے اپنے لئے پسند کرے اور اسے اختیار کرنا چاہے اور وہ پیشہ اور کاروبار شرعاً ناجائز نہ ہو تو آپ اس پر اپنی مرضی مسلط نہ کریں بلکہ اس میں اس کی مدد کریں' اسے مشورہ دیں' ہاں اگر وہ کام شرعاً ناجائز اور حرام ہے تو کسی بھی طرح اس کے کرنے کی اجازت نہ دیں' خود اور اس کے دوستوں کے ذریعے اسے سمجھائیں اس پر اس کام کے دنیوی واخروی نقصانات واضح کریں اور ہر ممکن کوشش کر کے اسے اس کام سے روکیں اگرچہ اس میں تنخواہ یا پیسہ زیادہ ہو' مثلاً وہ بینک یا اسٹیٹ لائف میں ملازمت کرنا چاہتا ہے یا ویڈیو کی دکان کھولنا چاہتا ہے وغیرہ تو ہرگز اس کی کسی بھی طرح مدد نہ کیجئے' نہ مالی اعتبار سے نہ مشورہ دیکر' بلکہ اسے کسی اور جائز کام کی ترغیب دیں-

اسی طرح آپ کو بیٹے کی کوئی بات یا حرکت ناگوار گزری تو فوراً ہی اسے ڈانٹنا نہ شروع

Marfat.com

کر دیں بلکہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں اور تجربہ کار بزرگوں سے اس بارے میں مشورہ کریں کہ اس کا حل کیا ہونا چاہئے' پھر کوئی قدم اٹھایئے یہ نہ ہو کہ آپ نے فوراً ڈانٹ دیا یا سختی کی اس سے اگرچہ وقتی طور پر مسئلہ ٹھنڈا پڑ جائے گا مگر یہ کوئی مستقل حل نہیں بلکہ خدانخواستہ اگر بیٹا بھی بدتمیزی پر اتر آیا تو یہ بہت ہی برا ہوگا اور یہ بھی یاد رکھئے! کہ کسی سے مشورہ کرتے ہوئے کبھی بھی اولاد کی شکایت والا انداز اختیار نہ کیجئے۔ خصوصاً شادی کے بعد اگر آپ کو بیٹے یا بہو کی کوئی بات بری لگے یا آپ محسوس کریں کہ بیٹا ماں کے مقابلے میں بیوی کو زیادہ اہمیت دے رہا ہے اور اس کی ناجائز طرف داری کر رہا ہے یا کوئی اور غلطی کرے' تو اس کی بیوی کے سامنے اسے ذلیل نہ کریں نہ ہی اس پر جبر کریں بلکہ اس وقت صبر کریں' آپ کے اس وقت کا تھوڑا سا صبر آپ کے جگر گوشے کو کئی گنا شاکر بننے پر مجبور کر دے گا' پھر غور کے بعد اسے سمجھایئے تو اس طرح آپ کی عزت بھی برقرار رہے گی اور آپ کو یہ شکایت بھی نہیں رہے گی کہ بیٹا مانتا نہیں' ہاتھ سے نکل گیا' بیوی نے جادو کر دیا ہے وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہر عمل ہمارے لئے نمونہ ہے۔ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک عورت سے نکاح کیا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پسند نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹے سے کہا کہ اسے طلاق دے دو' لیکن چونکہ اس عورت میں ظاہری کوئی عیب نہیں تھا اس لئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس میں ذرا تردد ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان پر کوئی زور نہیں دیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بات بتا دی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو طلب کر کے ان سے پوچھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے وہ پسند ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی باپ کی اطاعت کا حکم دیا تو فوراً طلاق دے دی۔ (ترمذی صفحہ ۲۲۶' کتاب الطلاق باب ماجاء فی الرجل یسالہ ابوہ الخ)

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کام کے کرنے میں بیٹے کو تردد ہو اور وہ آپ کی بات قبول نہیں کر رہا تو کسی اور بڑے عالم کے ذریعے یا اس کے کسی دوست کے ذریعے یا چچا' ماموں کے ذریعے اسے سمجھائیے مگر اس پر جبر ہرگز نہ کریں۔

مار پیٹ سے کبھی بچے مجرم بھی بن جاتے ہیں

کمسن طالب علم نے والد نے ڈانٹنے پر خودکشی کر لی۔ طالب علم کو ٹیوشن نہ پڑھنے پر والد نے سرزنش کی تو اس نے چوہے مار گولیاں کھالیں۔ باپ کے ڈانٹنے پر نوجوان نے خودکشی کر لی۔

اس قسم کی بے شمار خبریں آئے دن اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ یہ واقعات دراصل ہمارے معاشرے کے ان فرسودہ رسم و رواج کی عکاسی کرتے ہیں جن میں بعض والدین اور اساتذہ بچوں پر ظلم و ستم کرنا اپنا حق تصور کرتے ہیں' لیکن وہ اس سے بے بہرہ ہوتے ہیں کہ بچوں کی اصلاح کے لئے استعمال کیا جانے والا تشدد پر مبنی طریقہ کار کس طرح سے ان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں میں زنگ لگاتا ہے۔ خاص طور والدین اپنی پریشانی اور معاشی تنگدستی کا غصہ بعض اوقات اپنے بچوں پر نکالتے ہیں جس سے بچے کی ذہنی صلاحیت بالکل تباہ ہو جاتی ہے۔ بچہ چاہے امیر گھر کا ہو یا غریب گھر کا اس کی خواہشات اور سوچ عموماً ایک ہی جیسی ہوتی ہیں' لیکن جو والدین بچوں کی خواہشات پوری کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ بجائے بچوں کو سمجھانے اور مطمئن کرنے کے مار پیٹ کے ذریعے بچوں کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے بچوں میں احساس محرومی پیدا ہو جاتی ہے اور ایسے بچے یا تو اپنے گھروں سے بھاگ جاتے ہیں یا غلط سوسائٹی میں پناہ ڈھونڈتے ہیں اور مجرم بن جاتے ہیں۔

ماں باپ کی جانب سے کئے جانے والے بے جا تشدد اور اس کے اثرات کے حوالے سے ہم نے والدین' اساتذہ' ماہر نفسیات اور دوسرے ماہرین کی رائے پر مبنی ایک سروے کیا ہے' تاکہ بچوں پر تشدد کے منفی رجحانات کو سامنے لا کر اس میں ملوث لوگوں کو اس عمل سے روکا جائے جو ان بچوں کی شخصیت کو سنوارنے کے بجائے بگاڑنے کا کام کر رہے ہیں۔

ساتویں کلاس کے طالبعلم ''خرم'' نے اپنے اسکول کی ٹیچر کی جانب سے سختی اور مار پیٹ کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر کبھی ہوم ورک کر کے نہیں لاؤں تو میری ٹیچر وجہ جانے بغیر فوراً ایک تھپڑ لگا دیتی ہیں۔ ان کے خیال میں اس تھپڑ کو یاد رکھتے ہوئے ہم آئندہ وقت پر ہوم ورک کر کے لائیں گے۔'' خرم نے بتایا کہ ''میری والدہ تو ہمارے ساتھ بہت نرمی اور محبت سے پیش آتی ہیں لیکن میرے والد جب آفس سے بہت تھکے ہوئے آتے ہیں تو پھر میری چھوٹی سی غلطی پر فوراً گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں' اگر ضد کرو تو مارتے ہیں۔ اس لئے امی ہم لوگوں کو ابو کے آنے سے پہلے ہی سلا دیتی ہیں''۔ خرم کے والد علی رحمان صدیقی سے جب بچے کو مارنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے نہایت سختی سے جواب دیا کہ ''یہ ہمارے بچے ہیں' ہم ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں' آپ سوال کرنے والے کون ہیں؟''

بچوں پر مار پیٹ کے منفی اثرات کے حوالے سے ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ''جزا اور سزا دونوں بچوں کے لئے ضروری ہیں لیکن سزا میں جسمانی مار پیٹ کا تصور کم اور بقدر ضرورت ہونا چاہئے' اس سے بچے کی شخصیت تباہ ہو جاتی ہے۔ بچوں کی غلطی پر ان کی اصلاح کے لئے سزا دینے کے دوسرے طریقہ کار بھی موجود ہیں' جس میں ناراض ہونا یا ان کو بظاہر نظر انداز کر دینا' صلوٰۃ التوبہ پڑھوانا' لکھنے کے لئے چند صفحات دے دینا' ڈکشنری سے مشکل الفاظ تلاش کروانا وغیرہ وغیرہ ہیں' جس سے بچے کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کے برعکس تشدد سے بچوں میں احساس کمتری پیدا ہو جاتی ہے' جس سے ان میں منفی رجحانات نمایاں ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں یا چیزیں چھپا دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اپنے غصے کے اظہار کے لئے چھوٹے بہن بھائیوں کو تنگ کرتے ہیں یا پڑھائی پر توجہ نہیں دیتے۔ بعض اوقات اس کے سنگین نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں' بچے اپنے والدین یا ٹیچر کے خوف سے گھر سے بھاگ جاتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں۔ لہٰذا اس قسم کی صورت حال سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ بچے کی دوستانہ ماحول میں پرورش کی جائے' اسی دوستی میں اس کی خامیوں کی باآسانی اصلاح کی جاسکتی ہے جو اس کی شخصیت کو مضبوط بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اکثر والدین اپنے بچوں کی جانب سے لاپرواہی اور غلط رویئے کی شکایت کرتے ہیں' وجہ عموماً یہی ہوتی ہے کہ والدین کی مار پیٹ کی وجہ سے بچے بے جا ضد کرتے ہیں' اس لئے سب سے پہلے ہم والدین کو یہی علاج بتاتے ہیں کہ وہ بچوں سے پیار ومحبت سے پیش آئیں' اگر کبھی ڈانٹنے کی ضرورت پیش بھی آئے تو علیحدگی میں لے جا کر سمجھائیں۔ ایک ٹرسٹ سے وابستہ ایک صاحب نے بتایا کہ ''ہمارے ٹرسٹ میں آنے والے بچے عموماً ہمیں پولیس کی جانب سے ملتے ہیں جو کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں۔ جب ان بچوں کے گھریلو حالات کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ ان کے گھروں میں والدین کی جانب سے صحیح سلوک روا نہ رکھے جانے کے سبب یہ بچے باہر پناہ ڈھونڈتے ہیں' جس سے غلط سوسائٹی کا شکار ہو کر جرائم کرنے لگتے ہیں۔ والدین بچے کی ابتدائی درسگاہ ہوتے ہیں' ان کو مار پیٹ کے بجائے اصلاح کے لئے کوئی دوسرا طریقہ کار استعمال کرنا چاہئے''۔

ٹرسٹ کے چائلڈ ہوم میں بھی ایسے بچوں کی کثیر تعداد موجود ہے جو اپنے استاد اور والدین کی جانب سے بے جاسختی کی وجہ سے گھر سے بھاگ آئی ہے۔ اسی ٹرسٹ کی انتظامیہ کے شعبے سے وابستہ فہیم نے بتایا کہ یہاں عموماً وہ بچے آتے ہیں جو سوتیلے والد یا والدہ کی سختیوں سے گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔ ان میں دین سے دور گھرانوں کے بچوں کی تعداد

Marfat.com

زیادہ ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ہمارے پاس آ کر تو وہ محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن جو غلط ہاتھوں میں پڑ جاتے ہیں ان کے مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ اس لئے والدین کو بچوں کے ساتھ محبت بھرا سلوک روا رکھنا چاہئے اور ایسا ماحول پیدا کرنا چاہئے کہ وہ گھر کو سب سے محفوظ جگہ تصور کریں۔ ایک سماجی کارکن نے بچوں پر بے جا تشدد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ''بچوں کا کام شرارت کرنا ہوتا ہے لیکن اس پر ان کو مارنا والدین کی بہت بڑی غلطی ہے۔ بچوں کو مار کر ہم ان کی تضحیک کر رہے ہوتے ہیں' اس سے ان کی انا مجروح ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ زیادہ مار کھانے والے بچے عموماً ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ مارنے کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے طریقے ہیں جن سے بچوں کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میرے بچے کوئی غلط کام کرتے ہیں تو میں ان سے کہتی ہوں کہ ''اگر میری بات نہیں مانی تو آج آئس کریم نہیں ملے گی یا آج کلفٹن نہیں لے جائیں گے''۔ انہوں نے کہا کہ '' مجھے بھی بچپن میں میرے والدین نے کبھی نہیں مارا البتہ ڈانٹ تو بہت پڑی ہے۔ اپنے تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں مجھے اپنے والدین کی جانب سے ناجائز ڈانٹ پڑی تو اب میں یہ کوشش کرتی ہوں کہ اپنے بچوں کو اس بات کا موقع نہ دوں اور وہ نہ کروں جس ضمن میں مجھے اپنے والدین سے شکایت رہتی تھی''۔

غرض کہ بچوں کی تربیت کرنے میں اگر پرتشدد رویہ اختیار کیا جائے گا تو یہ بچہ باہر جا کر دوسروں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گا' کیوں کہ جس کو جو ملتا ہے وہ وہی دوسروں کو دیتا ہے۔ اس سے بعض اوقات والدین کی اپنی عزت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ لہٰذا اگر بچے کی اصلاح کے لئے تھوڑی بہت ڈانٹ ضروری ہو تو وہ بھی تنہائی میں لے جا کر ڈانٹنا چاہئے۔ اسلام میں بھی بچوں پر بے جا سختی کے سلسلے میں ممانعت کی گئی ہے اس سلسلے میں علماء کا کہنا ہے کہ ''باپ اور اساتذہ کی جانب سے منہ پر تھپڑ مارنے اور گالیاں دینے کا طریقہ اسلامی

Marfat.com

تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔'' (ماخوذ از روزنامہ جنگ کراچی ملخصاً)

یاد رکھئے! بچوں پر والد کا رعب تو ہونا بہت ضروری ہے' لیکن حد میں رہتے ہوئے یہ رعب ہو' ایسا مرعوب نہ کیجئے کہ وہ والد کے پاس آنے سے ڈریں' والد سے مشورہ لیتے ہوئے ڈریں' والد سے کسی بات کی اجازت لیتے ہوئے گھبرائیں' ایسے کم قسمت بچے جو والدین سے حد سے زیادہ ڈرتے رہتے ہیں بڑے ہو کر دنیا کے بزدل ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے' قوت مدافعت ان کی کمزور ہو جاتی ہے' بلڈ پریشر' ٹینشن' ڈپریشن کے امراض کو ایسے نوجوان بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔

لہٰذا جوں جوں بچہ بلوغ کے قریب ہوتا جائے' اپنا رعب کم کرتے جائیے یہاں تک کہ بالغ ہونے کے بعد دوستانہ رویہ اختیار کیجئے' اور جو کچھ تربیت میں کمی رہ گئی ہے دوستی کے اندر مکمل کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزدلی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

﴿فالجبان يفر عن ابيه و امه﴾

(موطا امام مالک کتاب الجہاد صفحہ ۵۷)

''بزدل آدمی اپنے ماں باپ سے بھی ڈر کر بھاگتا ہے''۔

یعنی بزدلی کی وجہ سے ان کو بھی بات نہیں کہہ سکتا تو دوسروں سے کیا مقابلہ کرے گا۔

لہٰذا والدین کو خصوصاً والد کو چاہئے کہ اتنا جابر و حاکم نہ بنے کہ اولاد بزدل ہو جائے' اپنی طرف سے اولاد کو بہادر بنانے کی پوری کوشش کرے ان کی بات پوری سنے' کسی غلطی پر ان کو اپنی مدافعت کرنے دے' حد سے زیادہ اپنا رعب ان پر نہ جمائے۔

Marfat.com

مارنے کی شرائط

۱- دس سال کی عمر سے پہلے مارنا صحیح نہیں، اس لئے کہ باوجود اس کے کہ نماز دین کا ستون ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوتاہی کرنے پر دس سال کی عمر سے پہلے بچے کو مارنے کی اجازت نہیں دی۔ کوشش کرے گھر میں عصا لٹکائے رکھے، اور اس کے استعمال کی نوبت نہ آئے صرف بچوں پر رعب کے لئے لٹکا رہے۔

۲- اگر مارنا ہو تو دس چھڑیوں سے زیادہ نہ مارے اس لئے کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے دس کوڑوں سے زیادہ صرف حدود میں ہی مارے جائیں'' (فتح الباری صفحہ ۱۹۱ جلد ۱۵)

۳- ایسی چھڑی سے مارے جو مرطوب ہو نہ بہت موٹی ہو نہ باریک۔

۴- مارنے کی مدت میں وقفہ رکھے، روزانہ نہ مارے اور نہ ہی ہر بار ایک جگہ پر مارے

۵- سر، چہرے اور شرمگاہ پر نہ مارے۔

۶- غصہ کی حالت میں کبھی نہ مارے کیونکہ مارنا تادیب اور تربیت کے لئے ہوتا ہے، لہٰذا مربی کے لئے ہوش وحواس میں ہونا ضروری ہے جب کہ حالت غصہ میں انسان اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

۷- جب بچہ اللہ کا واسطہ دے تو اس وقت ہاتھ اٹھالو کہ وہ اللہ کے ذریعہ پناہ طلب کر رہا ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی اپنے خادم (غلام) کو مارے اور وہ اللہ کا نام لے تو اپنے ہاتھ کو اٹھالو (یعنی مارنا ترک کردو)''۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۶ مطبع ایچ ایم سعید کمپنی)

۸- بچے کو اس کے مارنے کی وجہ تفصیل سے بتادے تاکہ آئندہ وہ اس غلطی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور ساتھ اس کا متبادل بھی بتادے کہ اس طرح کرنے سے اس کو مار نہیں

پڑے گی۔

اوپر جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں بچوں کو مارنے کے ذریعہ تنبیہ کے طریقے تو بتائے گئے ہیں مگر یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ قبل اس کے کہ بچے کو مارنے کی عمر شروع ہو پیار اور محبت سے بچے کو اس طرح نماز پر لگا دیں کہ اسے مارنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ بچوں کو نمازی بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اور آپ کی اہلیہ نماز کی خوب پابندی کریں جو حقیقت میں ذریعہ بنے گی آپ کے بچے کے نماز و احکام کے پابند ہونے' کا اور بچپن ہی سے جب وہ والدین کو نماز پڑھتا دیکھے گا تو وہ خود بخود ان کی نقل کرے گا۔ اسی طرح اس کے دوست اور سہیلیاں وہ منتخب کروائیں جو نمازی ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بیٹے کی تربیت

ہم سب کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ہم ملازم ہوں یا تاجر' جس شعبہ میں بھی ہوں' اگر وہاں حلال کمائی کا اہتمام نہ کیا تو اس حرام لقمہ کا اثر اولاد پر ضرور بالضرور پڑے گا۔ تاجر ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق تجارت کرنا' جھوٹ سے بچنے کا اہتمام کرنا' نمازوں کے اوقات میں جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنا' ادھار پر جو مال لیا ہے' پیسہ آنے کے بعد فوراً ادھار واپس کرنا' غریبوں بیواؤں وغیرہ کو بہت ہی رعایت پر مال دینا' کمانے کے بعد اس کے خرچ کرنے میں صحیح جگہ پر خرچ کرنے کا اہتمام کرنا' زکوٰۃ کی ادائیگی وقت پر کرنا اور صحیح مصرف ڈھونڈ کر زکوٰۃ ادا کرنا' زکوٰۃ کے علاوہ سورہ بقرہ میں جو چھ مصارف بیان کئے گئے ہیں ان میں بھی خرچ کرنا۔ (تفصیل کے لئے کتاب ''طریقہ وصیت'' مرتبہ اساتذہ مدرسہ بیت العلم ملاحظہ کیجئے)

اسی طرح ملازم ہوتے ہوئے پورا وقت دینا' کام میں کوتاہی نہ کرنا' جو وقت ڈیوٹی کا

Marfat.com

ہے اس میں پوری دیانتداری سے ڈیوٹی ادا کرنا' کسی قسم کی خیانت سے بچتے رہنا وغیرہ امور کا لحاظ ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو دنیا و آخرت میں اپنے بیٹے کو قائد' عالم باعمل' داعی' مجاہد بنانا چاہتے ہیں۔

تربیت کے سلسلے میں اس واقعہ کو ہمیشہ مدنظر رکھئے۔

اس واقعہ سے ہر والد اندازہ لگا سکتا ہے کہ بزرگوں کو اپنے بچوں کی تربیت کی فکر کیسی رہتی تھی' خاص طور پر حرام غذا سے بچنے اور بچانے کی فکر ان حضرات پر بہت ہی غالب رہتی تھی' اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال لقمہ کی فکر اور حرام سے بچنے اور بچانے کا اہتمام نصیب فرمائے۔

ایک روز بیت المال کے میوہ جات میں سے سیب' عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو تقسیم کئے جارہے تھے اچانک خلیفہ کے ولی عہد خرد سال نے ہاتھ لمبا کر کے ایک سیب ان میں سے اٹھالیا اور کھانے لگا۔ امیر المومنین نے وہ سیب اس کے منہ میں سے ایسے غصے کے ساتھ جھٹکا دے کر چھڑا لیا کہ اس کا منہ زخمی ہوگیا۔ بچہ روتا روتا اپنی ماں کے پاس آیا' ماں نے بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دے دیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ حرم میں آئے بچے کے ہاتھ میں سیب دیکھا اور کہا ''یہ کہاں سے آیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے لایا گیا ہو' اہلیہ نے اظہار رنج کیا کہ ایک ناچیز سیب کی خاطر میرے بچے کا منہ زخمی کردیا تو خلیفہ نے فرمایا ''تو سچ کہتی ہے لیکن میرے لئے یہ حرکت دشوار ہوگئی' بہتر نہ سمجھا کہ ایک سیب کی خاطر ثواب عدل سے محروم ہو جاؤں اور میرا نام نیکوکاروں کی فہرست سے قلم زد کردیا جائے۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۴۴۰)

غور کیجئے! امیر المومنین کے اس حکیمانہ عمل پر کہ بیوی صاحبہ جب ناراض ہوئیں تو کس طرح حکمت اور بہترین تدبیر کے ذریعہ بیوی صاحبہ کو سمجھایا' ایسا نہیں کہ بچے کی تربیت کی خاطر بیوی سے جھگڑ پڑے یا بچہ پر رحم کھاتے ہوئے بیوی پر ظلم کردیا۔ یاد رکھئے! اولاد کی

Marfat.com

تربیت کے لئے بیوی کو بھی اعتماد میں لینا پڑتا ہے اور بیوی سے بحث و مباحثہ' مناظرہ و مجادلہ' توتو میں میں کے بجائے افہام و تفہیم' محبت و حکمت' صبر و تدبیر کے ذریعہ بیوی کو سمجھانا پڑتا ہے' اس کے لئے کبھی بیوی کی کڑوی کسیلی پر صبر بھی کرنا پڑتا ہے' کبھی اکیلے میں سمجھانا پڑتا ہے' کبھی رات کو اٹھ کر دعائیں کرنی پڑتی ہیں کبھی اس کے ناز نخرے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

بچوں کی اصلاح سے مایوس نہ ہوں

بچے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہیں۔ چونکہ بچے فطرتاً شوخ اور چلبلے ہوتے ہیں لہٰذا اپنی اسی فطری کمزوری کے بناء پر شرارت بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو ان کی یہ شرارت اکتانے کی حد تک پہنچا دیتی ہے اور اچھے خاصے متحمل مزاج والد صاحب بھی جھنجھلا جاتے ہیں اور بچوں سے زیادہ شور مچانے لگتے ہیں۔ اس طرح ہرگز نہ کریں بلکہ یہ سوچیں کہ جب آپ اس عمر میں تھے تو آپ بھی تو اس طرح کی شرارتیں کیا کرتے تھے۔

لیکن کبھی کبھی بچوں کی یہ شرارت کسی ایسی عادت میں تبدیل ہونے لگتی ہے جو مناسب نہیں' تو ایسی حالت میں بچوں کو نرمی سے سمجھائیے کہ "بیٹا یہ حرکت مناسب نہیں آئندہ آپ اپنے آپ کو اس گندی حرکت سے بچائیے۔"

مثلاً آپ نے دیکھا کہ کھیل کے دوران آپ کے بچے نے دوسرے بچے کو گالی دی تو فوراً اسے سمجھائیے کہ بیٹا گالی نہیں دیتے اس سے زبان گندی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے لہٰذا آئندہ اس طرح کی بات منہ سے نہ نکالئے۔

اسی طرح اگر بچے میں جھوٹ بولنے کی یا اللہ نہ کرے چوری کرنے کی یا دوسرے بچوں

Marfat.com

سے لڑنے جھگڑنے کی عادت ہے تو اسے نرمی سے سمجھایئے اور ایک بار نہیں بار بار سمجھایئے کہ کسی طرح وہ ان بری حرکات کو چھوڑ دے، یہ نہیں کہ آپ نے ایک بار یا دو تین بار بول کر سمجھ لیا کہ میں نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر لی اب وہ مان کر نہیں دیتا تو میں کیا کروں' یہ سوچ کر اس کی اصلاح سے ناامید ہو جانا بہت ہی غلط بات ہے- ذرا بتایئے! کہ بچے کے ہاتھ میں تیز دھار چھری ہو اور والد کو خطرہ ہو کہ بچہ کہیں اس سے اپنے آپ کو زخمی نہ کر لے تو کیا والد ایک آدھ بار کہہ کر یہ سمجھ کر خاموش ہو جائیں گے کہ وہ نہیں دے رہا تو میں کیا کروں بلکہ والد صاحب ہر طرح سے کوشش کریں گے کہ یہ چھری اس کے ہاتھ سے لے لیں تاکہ وہ زخمی ہونے سے بچ جائے اسی طرح اس معاملے میں بھی کیجئے' بلکہ اگر آپ محسوس کریں کہ بچے پر میری بات کا اثر نہیں ہوا تو اور سوچیں اور اس بارے میں غور کریں' اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور دوسرے طریقوں اور مثالوں سے بچے کو سمجھائیں' مایوس ہونا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے ہم جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں وہ کبھی کفار سے باوجود ان کفار کی سخت دشمنی کے مایوس نہیں ہوئے تو ہم اولاد سے مایوس کیوں ہوں- جب طائف کے رہنے والوں نے اسلام کو اور آپ کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا' نہ صرف انکار بلکہ شہر کے منچلے نوجوانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر ماریں' اور ان ظالموں نے آپ کو پتھر مار مار کر سارا جسم لہولہان کر دیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی حدود سے باہر نکلے اور اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آپ کے پاس آیا کہ اللہ کے رسول اگر اجازت ہو تو ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا کر رگڑ دوں اور جو لوگ ان کے درمیان ہیں ان کو ہلاک کر دوں' قربان جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا پیارا اور شفقت بھرا جواب عطا فرمایا-

''میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا

کرے گا جو صرف اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں گے اور اس
کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے"۔

(سیرۃ النبی از علامہ شبلی نعمانی جلد ا صفحہ ا۱ بحوالہ طبری و ابن ہشام)

اور واقعی بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دین کا خوب کام لیا۔ یہ قبیلہ ہجرت کے چند سال بعد مشرف بہ اسلام ہوا' اسی قبیلہ والوں کی اولادوں میں سے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے سندھ میں سب سے پہلے اسلام کے جھنڈے گاڑے۔ اس لئے اولاد کی اصلاح سے کبھی بھی مایوس نہ ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مکہ کے ان لوگوں کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے اور ہر لمحہ دین کے مٹانے کی فکر میں تھے دین کا محافظ اور دین کا داعی بنا سکتا ہے تو اس نافرمان اور برائیوں میں مبتلا اولاد کو بھی زمانے کا ولی اور دین کا داعی بنا سکتا ہے لیکن اس کے لئے آپ کو تھوڑی سی محنت اور صبر کی ضرورت ہوگی' آپ کی نیم شب کی دعائیں درکار ہوں گی' کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ "تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی ایک والد کی دعا بیٹے کے لئے اور مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا" (مشکوۃ جلد ا صفحہ ۱۹۵ کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اولاد کی اصلاح کے لئے سو نسخوں کا ایک نسخہ اکسیر والدین کا گڑ گڑا کر اور رو رو کر دعائیں مانگنا ہے۔

اولاد کو سمجھانے سے تھکیں نہیں' اور سمجھاتے ہوئے ان تین باتوں کا خیال رکھیں۔

۱۔ کسی اہم بات کو سمجھانے کے لئے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں' اے اللہ! میں آج یہ بات اپنے بیٹے کو سمجھانا چاہتا ہوں آپ ہی اس کے دل میں اتار دیجئے' اے اللہ! دلوں کے آپ ہی مالک ہیں آپ میرے بیٹے ...... کو ہدایت دے دیجئے۔ اہلیہ کو بھی کہیں کہ وہ بھی دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگیں۔

۲۔ اس کے بعد جو چیز سمجھانا چاہتے ہیں اس کے فوائد شمار کر کے اس کو بتلائیں اور

Marfat.com

جس چیز سے بچانا چاہتے ہیں اس کے دنیا و آخرت کے نقصانات بتلائیں۔

۳۔ سمجھاتے ہوئے لہجہ نرم رکھیں خاص طور پر بالغ بچہ ہو تو اس کا زیادہ خیال رکھیں ایسا نہ ہو کہ ہزار مرتبہ تو سمجھا چکا ہوں' اب لکھ کر دوں؟ اردو میں تو بول چکا' اب نیوٹاؤن سے کوئی عربی کا پروفیسر بلاؤں جو عربی میں سمجھائے یا انگریزی میں سمجھائے' تم نے سمجھ کیا رکھا ہے؟ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ' ایسے کلمات جن سے صرف باپ کا غصہ ہی ختم ہو اور بچے کے لئے مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ہوں ایسے' الفاظ سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھانے کا ڈھنگ نصیب فرمائے۔

بعض اوقات والد کی کوششیں اور دعائیں والد کی موت کے بعد رنگ لاتی ہیں' والد کی کوششوں اور دعاؤں سے یا تو والد کی زندگی میں یا موت کے بعد راہ راست پر آ جاتی ہے' اس لئے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

بچوں کو احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچایئے

بعض بچوں کو دیکھا گیا ہے کہ انتہائی خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں۔ بچپن کا چلبلا پن جو بچوں کی فطرت ہے اور جو بچوں کو چین و سکون سے بیٹھنے نہیں دیتا وہ ان میں مفقود ہوتا ہے۔ کسی کے سامنے بولنے سے گھبراتے ہیں اور اپنے ہم عمر بچوں سے بھی صحیح طرح سے بات نہیں کر پاتے' یہ درحقیقت اس بات کی علامت ہے کہ بچہ احساس کمتری میں مبتلا ہے۔ عموماً بچوں میں یہ احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس ان کے بڑے اپنی مرضی سے چلتے پھرتے ہیں' کھاتے پیتے ہیں اور جو دل میں آئے کرتے ہیں اور اسے ہر شخص معمولی معمولی باتوں پر ڈانٹتا ہے اور ہر معاملے میں اسے کم سمجھ کر یا بیوقوف کہہ کر نظر انداز کر کے کمتری کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ساتھ بعض گھروں میں بچوں کی خوبصورتی کا دوسرے بچوں سے موازنہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے ایک بچے کو دوسرے بچے پر ترجیح دی جاتی ہے یا کسی دوسرے بچے کی طاقت اور ذہانت سے اس کا موازنہ کیا جاتا ہے اور پھر اس کی کمزوری کا اس کے سامنے اظہار کیا جاتا ہے۔ گویا بار بار اس بچے کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ فلاں بچہ خوبصورتی میں، قوت میں، ذہانت میں، تم سے بہتر ہے، اس سے بچوں میں کمتری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو کمزور اور کمتر سمجھنے لگتے ہیں۔

حالانکہ مشاہدہ ہے کہ بچپن میں کسی بچے کا ذہنی یا دماغی طور پر کمزور ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔ بیشمار واقعات ہمارے سامنے ہیں کہ ایک بچہ بچپن میں انتہائی کمزور اور کند ذہن تھا لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا ذہین بنایا اور اس سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے ذہین لوگ نہ کر سکے۔ اس لئے خدارا! اپنے بچوں کا کسی بھی طرح دوسروں سے موازنہ نہ کیجئے۔ اگر اس میں جسمانی طور پر کوئی کمی ہے یا بدصورت ہے تو یہ اس کا قصور نہیں اس لئے کہ شکل وصورت اللہ تعالیٰ کی دین ہے، جسے چاہے خوبصورت بنائے جسے چاہے عام صورت بنائے، درحقیقت سب خوبصورت ہیں کہ اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

''ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔''

لہٰذا کوئی برا نہیں بقول شاعر۔

کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

اس لئے بجائے بچوں کو یہ احساس دلانے کے کہ وہ بدصورت ہیں، ذہنی طور پر کمزور ہیں، بھولا ہے، بیوقوف ہے، ان کا حوصلہ بڑھائیں، ان کو ایسے لوگوں کے واقعات سنائیں

Marfat.com

جنہوں نے باوجود معذوری اور کمزوری کے دنیائے علم میں نام پیدا کیا مثلاً ''مقامات'' عربی ادب کی ایک بیمثال کتاب ہے۔ ان کے مصنف کے بارے میں تاریخ گواہ ہے کہ حد درجے بدصورت تھے لیکن اپنے اس علمی کارنامے کی وجہ سے ان کا یہ عیب کسی کو نظر نہیں آیا اور آج تک ان کا نام عربی ادب میں انتہائی احترام سے لیا جاتا ہے۔ مصر کے مشہور عالم' مصنف اور وزیر طہٰ حسین نابینا تھے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز نابینا ہیں۔ مشہور موجد ایڈیسن جس نے بلب ایجاد کیا بہرا تھا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں کہ جسمانی طور پر معذور یا بدصورت یا کم سمجھ بھولے لوگوں نے دنیائے علم میں وہ مقام پیدا کیا جو کوئی صحیح اور ذہین شخص بھی نہ کر سکا۔

اسی طرح کبھی بچوں میں یہ احساس کمتری اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ والدین حد سے زیادہ ان کے کاموں میں ان کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور انہیں پورے طریقے سے آزادی کے ساتھ کام کرنے نہیں دیتے۔ آہستہ آہستہ بچوں کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی کام تنہا نہیں کر سکتے اور جب وہ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے پاس اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا حوصلہ نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اس لئے بچوں کو اپنا کام خود آزادی سے کرنے دیں' اس کی نگرانی ضرور کریں لیکن ان کے کام میں جہاں تک ممکن ہو ہاتھ نہ ڈالیں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ ہمت کر کے اپنا کام خود پورا کریں۔ اس طرح ان میں اعتماد پیدا ہوگا اور کوئی بھی کام کرتے وقت انہیں کمتری کا احساس نہیں ہوگا۔

اسی طرح احساس کمتری کا ایک اہم سبب حسد ہے۔

بچہ جب کسی کو طاقتور دیکھتا ہے اور خود باوجود کوشش کے اتنی طاقت کا اظہار نہیں کر سکتا تو اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور یہیں سے اس کے اندر احساس کمتری کا مرض شروع ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ اسی طرح کسی کو زیادہ ذہین یا مالدار دیکھتا ہے یا کسی کے اندر کوئی خوبی اپنے سے بڑھ کر دیکھتا ہے' تو اس سے حسد کرنے لگتا ہے اور یہیں سے اس کے احساس کمتری کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس لئے بچے کو اس مرض سے بھی بچایئے اور وہ آیات اور احادیث اسے سنایئے اور یاد کرایئے جس میں حسد کی برائی کو بیان کیا گیا ہے اور صبر کرنے کا سبق اسے سکھلایئے ایک ضروری بات یہ کہ حسد کی وجہ کو بدلنے کی کوشش کیجئے مثلاً بچوں کو یہ سمجھایئے کہ بیٹا! ایسی چیزیں جن میں آپ محنت کر کے دوسرے بچوں سے آگے بڑھ سکتے ہو ان میں ضرور مقابلہ کرو یعنی آپ کا ہم جماعت روزانہ ایک رکوع حفظ کر لیتا ہے اور بغیر اٹکے قاری صاحب کو سنا دیتا ہے اب آپ ڈیڑھ رکوع روزانہ یاد کرنے کی کوشش کرو' آپ کا ہم کلاس ہر مضمون میں ۱۰۰-۱۰۰ نمبر لیتا ہے آپ بھی خوب محنت کر کے ایسا کر کے دکھاؤ' آپ کی سہیلی کو جماعت میں کبھی مار نہیں پڑتی آپ ایسی کوشش کرو کہ ٹیچر سے کبھی ڈانٹ بھی نہ پڑے وغیرہ۔ اگر آپ نے ان اصولوں پر عمل کر لیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ قوی امید ہے کہ آپ کے بچے احساس کمتری سے محفوظ رہیں گے۔

بچے کو ناجائز دباؤ میں نہ رکھیے

عموماً چار پانچ بچوں والے گھروں میں جو بچہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے' تمام گھر والوں کی تنقید کا نشانہ وہی ہوتا ہے۔ گھر کے تمام بڑے افراد جیسا کہ یہ کبھی بڑا ہوگا ہی نہیں ہر وقت اس کو جھڑکتے رہتے ہیں۔ اس کے نتائج بہت ہی خراب نکلتے ہیں کہ بسا اوقات ان کا بگاڑ صرف گھر کے اندر خرابی کا باعث یا محلہ میں خرابی کا باعث نہیں ہوتا بلکہ پورے معاشرے کے لئے ایک وبال بن جاتا ہے۔ چونکہ چار یا چھ افراد پر مشتمل یہ کنبہ بھی معاشرے کا حصہ ہے اس لئے اس کے اندر ہونے والے معاملات کا معاشرے پر اثر انداز ہونا ضروری ہے۔

Marfat.com

ناجائز دباؤ کے بعض نقصانات یہ ہیں:

۱- ہروقت ڈانٹ ڈپٹ کے درمیان گھرا ہوا بچہ ذہنی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

۲- اس طرح کے بچے عموماً احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔

۳- ناامیدی ان میں رچ بس جاتی ہے۔

۴- کسی کو اپنی بات سمجھانے سے قاصر ہوتے ہیں۔

۵- کسی بھی تعمیری کام میں حصہ لینے سے گھبراتے ہیں۔

۶- صلاحیت ہونے کے باوجود کوئی کام نہیں کر سکتے اور گذرے ہوئے حالات کو جن میں وہ نفرت کا شکار رہے' اس کی وجہ سے اپنے سے بڑی عمر کے تمام لوگوں کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایسے بچے جب اپنے جذبات کو مجروح ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اپنی خواہشات کا گلا گھٹتے ہوئے دیکھتے ہیں' ان کو کوئی صحیح رہنمائی کرنے والا نہیں ملتا' ان کے جذبات واحساسات کی ترجمانی صحیح طور پر نہیں ہوتی تو ایسے بچے بچپن ہی سے غلط احساسات کا شکار ہو جاتے ہیں' احساس کمتری ان میں جنم لیتی ہے' اب ان کی وہ صلاحیتیں جو کہ مثبت طور پر استعمال ہونی تھیں وہ منفی رخ اختیار کر لیتی ہیں اور وہ غلط سوسائٹی میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں جس سے ان کی منفی سوچ کو مزید تقویت ملتی ہے۔ اس سوسائٹی میں ان کی باتوں کو سننے والے بہت ہوتے ہیں کیوں کہ وہ سارے بھی اسی قسم کے حالات کے ستم رسیدہ ہوتے ہیں اور اسی سوسائٹی کے دوست اس کو تباہی کے دہانے پر لے جا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔

اللہ نہ کرے بعض اوقات ایسی صورتحال کے شکار بچے نشے کی طرف بھی راغب ہو سکتے ہیں' اور اس زہر کو اپنے اندر گھولتے رہتے ہیں' تھوڑے سے سکون کو جو کہ گھر کے اندر ان کو نصیب نہیں ہوتا' اس دھوئیں سے حاصل کرتے ہیں اس بات سے بے خبر ہو کر کہ یہ دھوئیں

Marfat.com

کے بادل وقتی طور پر تو ذہن کے لئے سکون کا کام دیتے ہیں لیکن ان سے برسنے والی بارش آب حیات نہیں بلکہ سم قاتل ہے۔

ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کے ساتھ یکساں شفقت کا سلوک رکھے اور اس کا خیال رکھے کہ کسی کی دل آزاری اس طرح نہ ہو کہ بڑی اولاد کی تعریف کی' چھوٹے کو نکما کاہل وست اور برا کہا بلکہ اگر کسی میں اس طرح کی کوئی بات دیکھے تو سمجھا بجھا کر پیار و محبت کے پھولوں کو مساوی طور پر تقسیم کرے۔ اس سے بچوں میں ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ آئے گا اور محبت بڑھے گی۔

بچے کو اپنی عزت کا بہت خیال ہوتا ہے۔ اور جب اس کی بےعزتی کی جاتی ہے تو اس کے نتائج بہت خراب نکلتے ہیں۔

اسی طرح یہ بھی نہ ہو کہ ایک ہی بچے سے زیادہ کام کروایا جائے' اور دوسرے کو اپنے پاس باتوں کے لئے بٹھایا جائے' یا اس لئے دوسرے سے کام نہ کروایا جائے کہ وہ بیوقوف ہے کام خراب کر دے گا' ہرگز ایسا نہ کیجئے' یاد رکھئے بچے میں یہ حس بہت تیز ہوتی ہے وہ اس کو بہت ہی برا محسوس کرتا ہے۔

لہٰذا اس کا ایک حل یہ ہے کہ آپ تمام بچوں کے ساتھ گھر میں کھانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں' اور اچانک فون کی گھنٹی بجتی ہے آپ فوراً کسی کو حکم نہ دیں کہ ''جاؤ زینب فون اٹھاؤ'' یا پانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ''جاؤ ایوب پانی لے آؤ'' کیونکہ اس وقت سب مزہ سے باتیں کر رہے ہیں یا کوئی قصہ سن رہے ہیں' یا بھوک کی شدت کی وجہ سے بہت مزے سے کھانا کھا رہے ہیں اس حالت میں بار بار ایک ہی بڑی بچی کو حکم دینا' یا صرف چھوٹے بچے کو ہی کہنا نامناسب ہوگا' اس صورت میں عمومی حکم دیجئے کہ کون پہل کرتا ہے کہ پانی کا گلاس لے آئے' ماشاء اللہ شاباش' دیکھو بھائی اب کون پہل کرتا ہے کہ فون اٹھائے' ماشاء اللہ ماشاء

Marfat.com

اللہ ایوب — بیٹے آج تو آپ نے تین کام کر لئے دیکھو بات یہ ہے کہ جو اپنے جسم کو خوب استعمال کرے گا دوسروں کے کام آئے گا، امی ابو بھائی بہنوں کے کاموں میں ہاتھ بنائے گا، اس کی صحت بھی اچھی رہے گی، اس کو کام کا ڈھنگ بھی آ جائے گا، سب اس کو دعائیں دیں گے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا کسی طرح بھی اپنے دل ودماغ میں ان خیالات، جذبات کو جگہ نہ دیجئے کہ فلاں بیٹا زیادہ ہوشیار ہے، فلاں بیٹا کاہل وست ہے، فلاں بیٹی بیوقوف ہے بلکہ آپ کے نزدیک تمام بچے بچیاں برابر ہیں، سب کے ساتھ یکساں سلوک کیجئے، آپ کی زبان پر ہرگز یہ بات نہ آئے کہ تم بیوقوف ہو، غافل ہو، کاہل ہو، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، یاد رکھئے! اس طرح کہنے سے شاید والد کا غصہ تو ٹھنڈا ہو سکے گا لیکن بچہ کی بے وقوفی کا علاج نہیں ہو سکے گا، بہت ہی زیادہ ہوشیاری و سمجھداری کے ساتھ بہت ہی زیادہ صبر وتحمل کے ساتھ جو سست ہے اس کو چست بنانے کی، جو بیوقوف ہے اس کو سمجھدار بنانے کی اس طرح کوشش کیجئے کہ وہ یہ سمجھے کہ ابا کی نظر میں میں بھی ہوشیار ہوں ابا مجھے بھی چست سمجھتے ہیں، لیکن مزید ہوشیاری کے لئے سمجھا رہے ہیں، یاد رکھئے! یہ بہت نازک معاملہ ہوتا ہے، اس وقت والد اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کرلے تو ایسے والد کے لئے دنیا بھی جنت ہے۔

ایک بات یہ ہے کہ جب بڑے بھائی چھوٹے بھائی کو ڈانٹیں گے، اس کی تذلیل کریں گے تو یہ بات پکی ہے کہ آپس میں دلوں میں بھی نفاق پیدا ہوگا اور بڑی عمروں تک پہنچنے پر یہی کدورت اور دلوں میں چھپی ہوئی میں چھپی ہوئی خلش، دشمنی کی صورت اختیار کرلے گی۔

اس لئے اللہ نے آپ کو جب باپ کا درجہ دے دیا ہے تو آپ اپنے بچوں کے تمام معاملات اور معمولات خود ہی طے کریں۔ اگر آپ بڑے بیٹے کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے تو اس کو البتہ یہ حق دیا جاسکتا ہے ورنہ ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی کے چار بڑے

Marfat.com

بھائی اور تین بہنیں ہیں تو یہ سات مل کر گویا باپ کا درجہ لے لیتے ہیں۔ اس چھوٹے بھائی کو حکم کرنے میں یا کسی بات سے روکنے میں ''آرڈر'' اس طرح دیتے ہیں جس طرح باپ ہوں۔ آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ جس شخص کا حقیقی باپ تو ایک ہو اور حکم دینے والے اور رعب جمانے والے سات ہوں تو اس کا جو بھی حشر ہو وہ قرین قیاس ہے۔ لہذا اگر چھوٹے بیٹے کی طرف سے بڑے بھائی بہنوں کے متعلق شکایت آئے تو ان کے سامنے تو چھوٹے بیٹے کو سمجھائیں کہ بڑوں کا ادب کرو اور بڑوں کو اکیلے میں سمجھا دیں کہ میں اس کا باپ زندہ ہوں' آپ لوگ اس کو کسی حال میں بھی کچھ نہ کہیں اگر یہ کوئی غلط کام کر رہا ہو تو آپ اس کو سمجھائیں' اگر سمجھتا نہیں تو دعا مانگیں کہ اے اللہ! میرے چھوٹے بھائی کو ہدایت دے پھر دوبارہ سمجھائیں پھر بھی نہیں سمجھتا تو مجھے اکیلے میں بتلائیں میں سمجھاؤں گا مگر ہرگز ہرگز اس پر ہاتھ نہ اٹھائیں اس کو جھڑکیں اور ڈانٹیں نہیں۔ اس طرح کرنے سے ان شاء اللہ الرحمٰن بڑے بیٹوں کا اپنا حق بھی باقی رہے گا اور چھوٹے بیٹے کی اصلاح بھی ہو جائے گی اور چھوٹے' بڑوں کا ادب کرنے لگیں گے۔

بچوں کو غلطی پر ٹوکنے کا انداز

ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں ایسے انداز و طریقے اختیار کرے جو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی تربیت کے لئے اختیار فرمائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تربیتی طریقوں میں دانائی اور حکمت کو پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے اور نہ کوئی ایسی روش اختیار فرماتے جس سے مخاطب کوئی غلط تاثر قبول کرلے اس کے اندر بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو یا وہ کسی غلط عمل کا مرتکب ہو جائے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا بھرپور خیال رکھتے تھے کہ اگر کسی کی کوتاہی علم میں آجائے تو اس کو اس انداز سے نہ ٹوکا جائے کہ اسے برا محسوس ہو یا اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے بلکہ آپ اس کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار فرماتے۔ انفرادی طور پر متنبہ کرنے کے بجائے کسی مجمع کو خطاب کرتے ہوئے آپ اس کوتاہی کی طرف اشارہ فرما دیتے۔ غلطی کرنے والے کو خود احساس ہو جاتا اور وہ اس کو ترک کر دیتا اور اسے یہ بھی محسوس نہ ہو پاتا کہ یہ بات خاص طور سے مجھ ہی سے کہی جا رہی ہے، گویا کہ براہ راست سمجھانے کے بجائے اجتماعی طور پر سمجھانے کا طریقہ اختیار فرماتے۔

ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں نے آپ کی بتائی ہوئی عبادات کو کم سمجھ کر غلو اختیار کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ ایک نے کہا کہ میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ دوسرے نے عزم کیا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ جب آپ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے ان سے راہ راست گفتگو کرنے کے بجائے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''کیا بات ہے کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں حالانکہ میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں اور شادی کرتا ہوں تو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں''۔ (مسلم شریف جلد اصفحہ ۴۴۹)

جب کچھ لوگوں کی غلو والی روش اور تشدد آمیز طرز فکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی طور پر خطاب کرتے ہوئے اس غلط طرز فکر کی اصلاح فرما دی۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ عام حضرات کے سامنے بھی اسلام کا صحیح طرز فکر آ گیا، لوگوں کو غلو پسندی کے بجائے اعتدال کی راہ معلوم ہو گئی۔ اور جنہوں نے غلو کیا

Marfat.com

تھا ان کی بات دوسروں کے سامنے نہ کھل سکی جس سے وہ شرمندہ ہونے سے بچ گئے۔

اسی طرح اگر اولاد کوئی غلطی کرے اور باپ محسوس کرلے تو باپ کو چاہئے کہ عمومی رد کرے کسی خاص بچے کا نام لے کر اور اسے مخاطب کر کے نہ کہے' اس طرح باقی سب بچوں کو بھی تنبیہ ہوگی' ہاں اگر انفرادی تنبیہ زیادہ بہتر ہو تو انفرادی طور پر تنبیہ کرے لیکن مثبت انداز میں کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کبھی اس کی ضرورت محسوس فرماتے کہ غلطی پر براہ راست متنبہ کردیا جائے تو تنہائی میں نہایت دل سوزی اور محبت کے انداز میں سمجھاتے تاکہ مخاطب کسی احساس کمتری کا شکار بھی نہ ہو اور وہ اپنی اصلاح بھی کرلے۔ ایک بار ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کا ہاتھ پلیٹ میں کبھی ادھر پڑتا' کبھی ادھر چونکہ وہاں دوسرے لوگ موجود نہیں تھے۔ اور بروقت ٹوکنا بھی زیادہ بہتر تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الفور ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متنبہ کیا مگر منفی انداز میں نہیں بلکہ نہایت پیار بھرے لہجہ اور مثبت انداز میں فرمایا۔ مزید یہ کہ آپ نے صرف اسی کوتاہی پر نہیں ٹوکا بلکہ کھانے کے بنیادی آداب بیان فرمائے کہ ابن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی محسوس نہ ہوا کہ آپ میری غلطی پر مجھے ٹوک رہے ہیں بلکہ وہ یہ سمجھے کہ مجھے کھانے کے آداب بتا رہے ہیں۔ اس لئے آپ نے پہلے دوسرے آداب بتائے اور آخر میں یہ ادب بیان فرمایا کہ پلیٹ میں اپنی طرف سے کھانا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

﴿یاغلام سم اللہ و کل بیمینک و کل مما یلیک﴾

(بخاری و مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

''اے لڑکے (جب کھانا کھاؤ تو سب سے پہلے) اللہ کا نام لیا کرو۔ اور داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور اپنی طرف سے کھایا کرو۔''

Marfat.com

دیکھئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس پیار بھرے انداز میں گفتگو شروع فرما رہے ہیں۔ غلطی پر مثبت انداز میں متنبہ کرنے سے پہلے ذہن کو مختلف ہدایات سے اس طرح آمادہ کر رہے ہیں کہ آخری بات بھی دوسری ہدایتوں کی طرح ایک ہدایت ہے۔

اسی طرح بعض اوقات عملاً کسی کو کسی غلط عمل سے روکنا بہت مفید ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی غلطی کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے زبان سے کچھ نہ کہتے بلکہ عملاً غلطی سے روک دیتے اور غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا۔ بعض موقعوں پر یہ عملی قدم زبانی ہدایت سے زیادہ موثر اور نصیحت آمیز ہوتا۔ ایک بار حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی، حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنے لگی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ دوسری طرف کر دیا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۲۰۵)

اس موقع پر زبان سے کوئی بات کہنا مصلحت وحکمت کے خلاف تھا کہ کس انداز سے بات کہی جائے؟ دونوں میں سے کس کو مخاطب بنایا جائے؟ کن الفاظ کا استعمال کیا جائے؟ اگر نہایت احتیاط کے ساتھ الفاظ استعمال کئے جائیں تب بھی جذبہ خودداری کو ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا۔ بہت آہستہ سے حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کا رخ دوسری جانب کو کر دیا۔ سمجھنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کو سمجھ گیا۔ یقیناً حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کمزوری کا احساس بھی ہوا ہوگا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکیمانہ طریقہ توجہ کا اچھا اثر بھی پڑا ہوگا۔

کسی بھی غلطی پر سمجھاتے ہوئے بقدر غلطی ٹوکیں لیکن اس غلطی میں جو بھلائی کا پہلو ہو

اس کی ضرور حوصلہ افزائی فرمائیں' بھلائی کی تھوڑی سی حوصلہ افزائی' غلطی کی ڈانٹ میں اصلاح کی قوی تاثیر پیدا کر دے گی' یعنی آئندہ کے لئے اولاد کو اس کا ضمیر اس غلطی پر متنبہ کرتا رہے گا اور اس غلطی کو دہرانا اس کے لئے مشکل ہوگا - دیکھئے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کا انداز مبارک بھی اس طرح کا تھا کہ غلطی میں کوئی بھلائی کا پہلو ہوتا تو پہلے اس کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرماتے پھر غلطی نہ دہرانے کی نصیحت فرماتے -

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے' جماعت ہو رہی تھی' لوگ رکوع میں تھے' ان صحابی نے وہیں سے نماز کی نیت باندھ لی اور رکوع میں شامل ہو گئے تاکہ رکعت نہ نکل جائے' اور پھر آہستہ آہستہ چل کر صف میں شامل ہو گئے' نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿زادک اللہ حرصا و لا تعد﴾ (موطا امام محمد صفحہ ۱۵۴)

''اللہ تمہارے اس دینی شوق میں زیادتی فرمائے (یعنی تم کو جو رکعت پانے کی فکر تھی جس کی وجہ سے تم نے مسجد میں داخل ہوتے ہی نیت باندھ لی' یہ تمہارے شوق کی دلیل ہے اللہ اس میں مزید ترقی نصیب فرمائے) اور پھر فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا (یعنی آئندہ اطمینان سے مسجد میں داخل ہو کر صف میں آ کر پھر نیت باندھنا)''-

غور فرمایئے! کہ ہمارے زمانے میں کوئی چھوٹا بچہ بھی اس طرح کرے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نیت باندھ لے اور پھر نماز میں چلتے ہوئے صف میں شامل ہو جائے تو اس کو کس انداز سے دھتکارا جاتا ہے-

اے جنگلی! اتنی بھی تعلیم نہیں ہے' نماز میں کبھی چلا کرتے ہیں' شرم نہیں آتی وغیرہ وغیرہ .....

Marfat.com

حالانکہ یہ بڑی عمر کے آدمی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کس طرح پیار و محبت سے سمجھا رہے ہیں۔ ہم سب والدین خصوصاً والد اور اساتذہ حضرات یہ طے کرلیں کہ ہم بھی اپنے بچوں اور چھوٹوں کو اسی طرح سمجھائیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہمارا سمجھانا بھی دین بنے گا' یہ ہمارا سمجھانا دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کمانے کا ذریعہ بنے گا' یہ ہمارا سمجھانا اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب بنے گا' یہ ہمارا سمجھانا اولاد کی اصلاح کا ذریعہ بنے گا۔

اسی طرح مسلم شریف میں یہ روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا' نماز پڑھنے کے دوران ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہا یرحمک اللہ تو لوگوں نے مجھے گھور کر دیکھنا شروع کیا' تو میں نے کہا کہ تم مجھے کیوں گھور کر دیکھتے ہو' تو انہوں نے اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ مار کر اشارہ کیا کہ چپ رہو نماز کے دوران بات نہیں کرنی چاہئے۔ تو میں چپ ہو گیا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو مجھے بلایا (اور اتنے پیارے انداز سے سمجھایا) کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے اپنی پوری زندگی میں نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر تعلیم دینے والا نہیں پایا۔

اللہ کی قسم نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھڑکا' اور نہ مارا' اور نہ مجھے برا بھلا کہا بلکہ فرمایا۔

﴿ان هـذه الصلاة لايصلح فيها شی من كلام الناس انماهو التسبيح' و التكبير' و قراة القرآن﴾

''نماز پڑھتے ہوئے باتیں کرنا یا اس طرح کے اور کام مناسب نہیں' نماز تو تسبیح اور تکبیر اور تلاوت قرآن کا نام ہے''۔ (مسلم جلد اصفحہ ۲۰۳)

لہٰذا ہر مسلمان والد کو چاہئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے طریقے

اپنانے کی کوشش کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر نورانی و مبارک طریقہ امت کے لئے مشعل راہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں میں سو فیصد دونوں جہاں کی کامیابی منحصر ہے، ہم سب کو چاہئے کہ معاشرت و معاملات کی سو فیصد سنتیں اپنے معاشرہ میں زندہ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ پورے عالم کے انسانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت زندہ ہو جائے آمین۔

اس سنت کو زندہ کرنے کے لئے والدین اور سرپرست حضرات اساتذہ و معلمات کو چاہئے کہ دو باتوں کا خیال رکھیں۔

ان باتوں کے اہتمام سے ان شاء اللہ تعالیٰ غصہ پر قابو پانا، حکمت کے ساتھ سمجھانا، غلطی کی اصلاح ہو جانا، الفت و محبت کا برقرار رہنا وغیرہ تمام امور میں سنت کی رعایت ہو جائے گی۔

۱۔ عین غلطی پر نہ ٹوکیں، ہرگز ہرگز رنگے ہاتھوں نہ پکڑیں، عین غلطی کے وقت پیچھے سے آکر تھپڑ مار دینا، اور پھر سمجھانا، یا پھر افسوس کرنا کہ غصہ بہت آجاتا ہے کیا کروں، یہ نامناسب فعل ہے۔

۲۔ اپنے بچے کی کوئی غلطی سامنے آنے پر، یا باہر سے شکایت سننے پر، یا اپنوں میں سے شکایت سننے پر فوراً ہی سمجھانے یا ڈانٹنے مارنے نہ لگ جائیے، بلکہ تین نمازوں کا انتظار کرے تین نمازوں کا وقت گذر جانے کے بعد پھر سمجھائیں اور بلا کر پوچھیں کہ بیٹا! کیا بات ہے آج آپ کی شکایت فلاں صاحب...... نے یا فلاں استاد...... نے یا فلاں چچا...... نے کی ہے۔

اگر عصر کے وقت آپ کو شکایت پہنچی ہے تو مغرب، عشاء، فجر کم از کم تین نمازوں کے گذرنے کے بعد پوچھیں، ان شاء اللہ الرحمٰن اس نصیحت پر عمل کرنے سے قلب کی راحت،

Marfat.com

دل و دماغ کا سکھ چین نصیب ہوگا' ٹینشن اور ڈپریشن جیسی موذی بیماریوں سے نجات ملے گی۔

اب یہاں رک کر دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر گڑگڑا کر دعا مانگئے کہ اے اللہ ہمیں بھی اس طرح سمجھانے کا ڈھنگ نصیب فرما' ہر جگہ بھلائی کے پہلو کو سامنے رکھ کر حوصلہ افزائی کی توفیق نصیب فرما' آمین۔

ایک سمجھدار والد کا قصہ ہے کہ بیٹا سائیکل لے کر گلیوں میں چلانے جاتا تھا والد نے سمجھایا لیکن نہ مانا تو والد سائیکل کو تالہ دے کر چلے گئے' بیٹے نے پیچکس سے تالا کھول لیا اور شام کو والد کے آنے سے پہلے پہلے سائیکل اسی طرح رکھ دی کہ والد کو پتہ ہی نہ چلے' جب والد صاحب کے علم میں یہ بات آئی تو بیٹے کو بلا کر شاباش دی کہ تم تو بڑے ہو کر ماشاء اللہ بڑے سائنسدان بنو گے ملک وملت کی خوب خدمت کرو گے' تمہارے ذریعہ لاکھوں لوگوں کو فائدہ ہوگا اس لئے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عجیب ذہن دیا ہے کہ اتنے ماہر ہو کر تالہ کھول لیا اور اس کو اس طرح بند بھی کر لیا کہ مجھے پتہ نہ چل سکا' پھر سائیکل اسی طرح پارک کی جس طرح صبح میں کر کے جاتا تھا بیٹا تم نے بہت بڑا کمال کر دکھایا'

پھر رات گذر جانے کے بعد صبح دوبارہ بلایا اور پھر سمجھایا بیٹا دیکھو یہ کمال تو ہے لیکن اگر اس کو دوسرے پہلو سے دیکھیں تو یہ چوری بھی کہلائی جا سکتی ہے' آپ کو جو اللہ نے اتنا اچھا ذہن دیا ہے اس کو آپ چوری پر استعمال کرنے کے بجائے اچھی جگہ استعمال کرو' آپ کو سائیکل چلانے سے اس لئے روکا تھا کہ آپ ہی کو کوئی چوٹ نہ لگے' آپ ہی کے فائدے کے لئے یہ سوچا تھا' اور پھر شام کو تو میں سائیکل کھول دیتا ہوں' لہٰذا آئندہ ایسا نہ کرنا۔

جوامع الکلم

تربیت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص حکمت یہ بھی رہی ہے کہ زیادہ

Marfat.com

لمبی بات' اکتا دینے والے وعظ سے گریز فرماتے۔ مختصر الفاظ میں اپنے مدعا کو بیان کرنے کی کوشش فرماتے۔ تاکہ سننے والے کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے اور اگر آدمی از بر کرنا چاہے تو آسانی سے از بر کر سکے۔ چنانچہ احادیث میں بہت سے جملے ایسے ملتے ہیں جو الفاظ کے اعتبار سے بہت مختصر ہیں مگر ان میں معانی کا ایک سمندر پنہاں ہے۔ اصطلاح میں اس طرح کے کلمات کو' جوامع الکلم'' کہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم چند'' جوامع الکلم'' یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ آپ اندازہ لگا سکیں کہ جچی تلی بات کو کس انداز سے کہنا چاہئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

﴿خير الامور عوازمها' شر اعمى عمى القلب﴾

''بہترین معاملہ وہ ہے جس کا عزم کر لیا گیا ہو۔ سب سے برا اندھا پن دل کا اندھا پن ہے''۔

﴿خير اعلم مانفع﴾

''بہترین علم وہ ہے جو نفع بخش ہو''

﴿اليد العليا خير من اليد السفلى﴾

(بخاری فی کتاب الزکوۃ' باب الاستعفاف عن المسئلہ)

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے''۔

﴿شر الندامة يوم القيامة﴾

''قیامت کے روز لاحق ہونے والی پشیمانی سب سے بری پشیمانی ہوگی''۔

﴿ماقل و كفى خير مما كثر و الهى﴾

(اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ عن ابی الدرداءؓ جلد ا صفحہ ۲۲۶)

''کم اگر کافی ہے تو اس زیادہ سے بہتر ہے جو غافل کر دے''۔

Marfat.com

﴿احسن الهدی هدی الانبیاء خیر الغنی غنی النفس﴾

''بہترین سیرت انبیاء کی سیرت ہے۔ بہترین مال داری دل کی مال داری ہے''۔

﴿کل ماهو ات قریب﴾

''ہر آنے والی چیز قریب ہے''۔

﴿الشباب شعبة من الجنون﴾ (البیہقی)

''نوجوانی پاگل پن کا ایک دور ہے''۔

یہ چند جوامع الکلم ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر الفاظ میں بے پناہ معانی کو سمو دیا ہے۔ آپ کے مواعظ و نصائح بہت مختصر ہوتے تھے۔ آپ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے۔

﴿انه اذا خطب لایخل و لا یمل﴾ (ابوداؤد)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اس میں کوئی نقص نہ ہوتا اور نہ ہی آپ (لوگوں کو) اکتاتے (لمبی بات کہہ کر)''۔

ہر وقت نصیحت کرتے رہنا اکتاہٹ اور کبھی کبھی ضد کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بچہ جتنی باتوں کو ہضم کر سکتا ہے اتنی ہی باتوں کی طرف اسے توجہ دلائی جائے۔ روزانہ یا بار بار ٹوکنے یا نصیحت کرنے سے فائدہ کے بجائے بعض اوقات نقصان ہوتا ہے۔

بچوں کو سمجھانے کا طریقہ

ہر مسلمان والد کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کے سوالات کو غور سے سنے اور ان کا تسلی بخش جواب دے۔ اس پر ناک بھوں چڑھانا کسی طرح مناسب نہیں نہ ہی بچوں کو جھڑکنا

Marfat.com

مناسب ہے' اس طرح وہ ڈر اور خوف کے مارے سوال کرنا چھوڑ دیں گے' بہت سی ایسی چیزوں کے علم سے محروم ہو جائیں گے جس کا جاننا ان کے لئے مفید اور ضروری تھا اور اس کا ذمہ دار باپ ہی ہوگا - اس لئے بچوں کی بات کو خوب غور سے سنئے اور پھر اس کا تسلی بخش جواب دیجئے - اگر آپ محسوس کریں کہ زبانی سمجھانے سے بچوں کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ کام جس کے متعلق سوال کیا ہے' عملاً بچوں کو کر کے دکھلایئے بشرطیکہ کوئی ناجائز امر نہ ہو-

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت و دانائی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر آپ محسوس کرتے کہ زبانی بات زیادہ موثر یا مفید ثابت نہیں ہوسکتی یا سوال کرنے والے کا ذہن پوری طرح مطمئن نہیں ہوسکتا تو آپ عملی طور پر کر کے دکھاتے-

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر کھڑے ہو کر امامت کی تا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق نماز کو واضح طور پر دیکھ سکیں اور پھر آپ ہی کی طرح نماز پڑھیں- چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا- ''اے لوگو! میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تا کہ تم میری پیروی کرو اور دوسروں کو میری نماز سکھاؤ'' - (مشکوۃ جلد ا صفحہ ۹۹)

ابوداؤد اور نسائی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے-

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا لیا' پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں'' - (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

اس حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے اور ریشم کی حرمت واضح کرنے کے لئے لوگوں کو ریشم اور سونا اوپر اٹھا کر دکھایا تا کہ ان کی حرمت کی وضاحت ہو جائے اور لوگوں کے دلوں میں ان سے اجتناب کی اہمیت بیٹھ جائے-

Marfat.com

ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمتہ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا۔

''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کیسے کیا جائے؟''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وضو کی ترکیب اور طریقہ زبانی بتا دیتے تو سوال کا جواب مکمل ہو جاتا' مگر آپ نے زبانی بتانے کے بجائے ایک برتن میں پانی منگایا اور پورا وضو کر کے دکھایا' تاکہ پوچھنے والا عملی طور پر وضو کے طریقہ اور ترکیب کو دیکھ لے اور اس کے بھول جانے یا کمی بیشی کر دینے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے وضو مکمل کر کے ارشاد فرمایا۔

''جس شخص نے اس وضو میں کچھ بڑھایا یا کوئی کمی کی تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا'۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۸)

اس طرح بات کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے کبھی بات کو زوردار انداز میں کہے کہ بچوں کے ذہن میں اس کی اہمیت اجاگر ہو اور مضبوطی کے ساتھ اس بات کو لے لے یہی وجہ ہے کہ اگر حکمت و دانائی کا تقاضا ہوتا تو آپ بات زوردار لہجہ میں فرماتے۔ کبھی قسم کھا کر اپنی بات کی اہمیت واضح کرتے' کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب کسی بات پر زیادہ زور دینا چاہتے تو بار بار قسم کھاتے!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اسی کے شر سے محفوظ نہ ہو''۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸۹)

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ضرورت محسوس کرتے اور وقت کا تقاضہ ہوتا تو نہایت اثر انگیز انداز میں خطاب فرماتے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وعظ فرمایا کہ ہمارے جسم سوز وتپش سے جل اٹھے۔ آنکھیں بہہ پڑیں اور دل لرز اٹھے۔ (ترمذی ابواب العلم باب الاخذ بالسنہ واجتناب البدعہ جلد ۲ صفحہ ۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ کنہا کا بیان ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوز وگداز کی حالت میں اس طرح خطاب فرمایا کہ جس ممبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے وہ لرزنے لگا حتی کہ ہم نے یہ سوچا کہ یہ ممبر گر جائے گا (مسلم ابن ماجہ باب الذکر البعث صفحہ ۳۲۶)

وعظ ونصیحت میں یہ سوز وگداز اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب اپنی اولاد سے بے پناہ محبت ہو ان کی خیر خواہی کا خیال ہو ان کی اصلاح کے لئے بے چینی ہو خلوص کے جذبات کار فرما ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی تعلیم وتربیت کے لئے جو انداز اور طریق اختیار فرماتے اس میں حکمت ودانائی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا۔ اس لئے آپ بھی اپنے بچوں کی حکمت ودانائی کے ساتھ اس طرح تربیت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی تربیت فرمائی اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہئے کہ یا اللہ تو میرے دل میں تربیت کے وہ بہترین طریقے الہام فرما جن کی بدولت میری اور میری اولاد کی دنیا و آخرت بنے اور یہ بچے دنیا میں تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی طریقوں کی اشاعت کا ذریعہ بنیں اور تیرا دین ساری دنیا پر غالب ہو جائے۔ آمین یارب العالمین۔

جذبات واحساسات کا پاس ولحاظ

انسان کے جذبات واحساسات کو تعمیری رخ دینے کا دوسرا نام تربیت ہے۔ باپ کے

لئے ضروری ہے کہ اولاد کے جذبات واحساسات کالحاظ رکھتے ہوئے اسے صحیح رخ پر ڈالے۔ اسے روکنے کی کوشش نہ کرے نہ ہی ایسے وقت میں کوئی ایسی بات یا عمل کرے جس سے جذبات مزید بھڑکیں اور اولاد نافرمانی پر اتر آئے یا دل میں باپ سے نفرت پیدا ہو۔ اگر خود اس وقت کوئی حل سمجھ نہ آئے تو خاموش رہے اور دوسروں سے مشورہ کر کے اس کا حل نکالے۔ آپ کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ جذبات کو صحیح روش پر ڈالنے سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخاطبین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جذبات کو کبھی غلط رخ اختیار نہ کرنے دیتے۔ اگر جذبات میں سردمہری ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت کے ساتھ ان میں حرارت پیدا کرتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے جس سے جذبات بے قابو ہو جائیں۔ جذبات واحساسات کی رعایت کر کے انہیں صحیح اور تعمیری رخ دیتے۔ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات کے امڈتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے بجائے اس کا رخ صحیح جانب پھیر دیا۔ اس سلسلے میں ہم چند واقعات تحریر کرتے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ جذبات کو صحیح روش پر ڈالنے سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔

غزوۂ حنین میں جو مال غنیمت ملا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل عرب میں تقسیم کر دیا تاکہ اسلام کے تئیں ان کی دل بستگی کا سامان ہو۔ اس موقع پر انصار کو کوئی عطیہ نہیں دیا اور تمام مال دوسرے قبائل میں تقسیم کر دیا۔ انصار نے جب یہ دیکھا تو بشری تقاضہ کے تحت ان میں شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ انہوں نے کہا کہ مصیبت کے وقت تو ہم نے ساتھ دیا اور اب جب مال کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نظر انداز کر کے سارا مال اپنی قوم میں تقسیم کر دیا۔ انصار کے معزز ترین فرد

Marfat.com

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں جب یہ بات آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''اللہ کے رسولؐ! انصار کا قبیلہ مال فئی کی تقسیم کے سلسلہ میں اس وجہ سے روٹھا ہوا ہے کہ آپ نے پورا مال اپنی قوم میں تقسیم کر دیا۔ آپ نے قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیات عنایت کئے مگر انصار کے حصہ میں کچھ بھی نہیں آیا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ''سعد بن عبادہ! اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟'' انہوں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ! میں بھی انصار کا ایک فرد ہوں''۔ آپ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اچھا' تمام انصار کو اس احاطہ میں جمع کرو' میں ان سے گفتگو کروں گا۔ جب تمام انصار جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا۔

اے انصار کے لوگو! تم کیا چہ میگوئیاں کر رہے ہو؟ تمہیں کون سی بات ناگوار گزری ہے؟ جب میں تمہارے پاس آیا' کیا تم گمراہ نہیں تھے؟ اللہ نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت دی۔ کیا تم غریب نہیں تھے؟ اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں مال داری عطا کی۔ کیا تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے؟ اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا''۔

انصار نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے پناہ فضل و احسان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ''اے انصار کے لوگو! خاموش کیوں ہو' میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے؟''

انصار نے کہا۔ ''اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو کیا جواب دیں۔ حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول ہی کا فضل و احسان ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے انصار کے لوگو! اللہ کی قسم' تم اگر چاہو تو کہہ

سکتے ہو اور تمہاری بات صحیح ہو گی' میں بھی تمہاری تصدیق کروں گا- تم کہہ سکتے ہو کہ اے محمد! آپ اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ آپ کو لوگ جھٹلا چکے تھے' ہم نے آپ کی تصدیق کی- آپ بے یار و مددگار آئے' ہم نے آپ کی مدد کی- آپ لوگوں کے دھتکارے ہوئے تھے' ہم نے آپ کو پناہ دی- آپ نادار تھے' ہم نے آپ کی غم خواری کی''-

''اے انصار کے لوگو! کیا تم دنیا کی ایک حقیر چیز کے بارے میں مجھ سے ناراض ہو گئے ہو جس کے ذریعہ میں نے کچھ لوگوں کی دلجوئی کی ہے تا کہ وہ اسلام لے آئیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا ہے''-

''اے انصار کے لوگو! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر واپس جائیں اور تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر کو واپس جاؤ؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے' جو چیز تم لے کر واپس جاؤ گے وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کو لے کر یہ لوگ واپس جائیں گے- اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی ہوتا- اگر یہ لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں اور انصار دوسری وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا''-

''انصار میرے قریب ترین ہیں اور دوسرے لوگ ان کے بعد' اے اللہ' انصار پر رحم فرما' ان کے بیٹوں اور بیٹوں کی اولاد پر رحم فرما''- (زاد المعاد)

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تقریر سن کر لوگ اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور انہوں نے کہا کہ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم سے خوش ہیں''- (زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۴۰۹'۴۱۰)

غور کیجئے! جذبات نزاکت کے کس رخ پر بہہ رہے تھے- اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات کے منافی تقریر کی ہوتی یا جذبات کو نہ سمجھا ہوتا تو اس کی یہ شدت کیسا

رنگ اختیار کرتی؟ مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی انصار کے جذبات کو سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ نہیں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جو سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انصار کے جذبات کی شدت کو ناخوشگوار ردعمل تک پہنچا سکتی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طرح سے انصار کے جذبات کی شدت کو محسوس کیا۔ آپ جانتے تھے کہ بشری تقاضے کے تحت جذبات کی یہ ایک وقتی لہر ہے جس کو نہایت حکمت سے صحیح رخ دینا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کو سمجھانے کے لئے ان سے براہ راست گفتگو کا فیصلہ فرمایا۔

جب انصار جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے پہلے انصار کے جذبات کو صحیح رخ پر ڈالنے کے لئے ان کا ماضی یاد دلایا' اور بتایا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں کتنی عظیم نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس یاد دہانی سے انصار کے جذبات معتدل تو ہو گئے مگر سوالیہ نشان اپنی جگہ باقی رہا اور ابھی ایک رخ قابل وضاحت تھا۔ آپ کی تقریر کے جواب میں اگرچہ انصار خاموش ہو گئے تھے۔ مگر ان کے دل و دماغ کے کسی گوشہ میں یہ سوال اٹھ سکتا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے نکالا ہے تو ہم نے بھی انہیں ایسے وقت میں پناہ دی ہے جب ان کو خود ان کی قوم اپنے وطن سے نکال چکی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابھرنے والے سوال کو خود پوری قوت گویائی کے ساتھ اس طرح بیان کیا کہ انصار کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ان کے جذبات کو تحلیل کر دیا۔ پھر انصار سے اپنے گہرے تعلق کو پرزور الفاظ میں واضح فرمایا اور ان کے دل نہ صرف یہ کہ شکوک وشبہات سے پاک ہو گئے بلکہ محبت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔

اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ صلح حدیبیہ اشارہ خداوندی کی بنیاد پر بظاہر نہایت دب کر کی گئی تھی۔ اس کا اندازہ آپ صلح نامہ کی اس شرط سے لگا سکتے ہیں کہ اگر مکہ مکرمہ کا کوئی شخص

Marfat.com

اسلام قبول کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو مدینے کے مسلمان اسے مکہ واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ لیکن اگر مدینہ کا کوئی مسلمان مکہ مکرمہ آ جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح کی بہت سی ناقابل فہم شرائط تھیں۔ ابھی شرائط اچھی طرح طے بھی نہ ہونے پائی تھیں اور عہد نامہ لکھا بھی نہ گیا تھا کہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آئے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا اور بتایا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تو مکہ والوں نے مجھ پر مظالم ڈھائے' اب ان سے نجات پا کر بھاگا چلا آ رہا ہوں' قریش کے نمائندوں نے کہا کہ یہ صلح اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو معاہدہ لکھا بھی نہیں گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ ان کو واپس نہیں کریں گے تو آئندہ آپ سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا۔ معاہدہ کی تکمیل کی خاطر (جس میں بہت سے مسائل پوشیدہ تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حوالہ کر دیا۔ ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیڑیوں میں جکڑے کہہ رہے تھے۔ ''اے مسلمانو! میں تمہاری موجودگی میں مشرکین کی طرف واپس بھیجا جا رہا ہوں۔ کیا تم میری حالت زار نہیں دیکھ رہے ہو کہ مجھے اللہ کی راہ میں کتنا ستایا گیا ہے''۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۳۸۰)

اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبات کیا رہے ہوں گے؟ خاص طور پر نوجوانوں کے جذبات' اس کا اندازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرگرمیوں سے ہوتا ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر عرض کرتے ہیں کہ یہ صلح اس قدر دب کر کیوں کی جا رہی ہے؟ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق نہیں ہیں؟ کیا ہمارا دین حق نہیں ہے؟ کیا کفار باطل پر نہیں ہیں؟ اس عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کی تکمیل فرماتے ہیں' تکمیل سے فراغت کے بعد کھڑے

Marfat.com

ہوتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

''اٹھو اپنے جانوروں کو یہیں قربان کر دو پھر اپنے سروں کو منڈا ڈالو''۔

انصار و مہاجرین سکتہ میں تھے وہ مدینہ سے اس عزم اور تیاری سے چلے تھے کہ ایک طویل وقفہ کے بعد خانہ کعبہ کی زیارت کریں گے' منیٰ میں جا کر قربانی کریں گے' انہیں کفار نے بغیر اسلحہ بھی مکہ میں جانے کی اجازت نہ دی اور دوسری طرف غیر مساویانہ شرائط پر معاہدہ تکمیل کو پہنچا' حالانکہ یہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اب اپنے کو مجبور نہیں پاتے تھے یہ بے سروسامانی کے عالم میں غزوۂ بدر و احزاب میں کامیابی حاصل کئے ہوئے تھے مگر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ پر دستخط کئے تو سب خاموش ہو گئے۔لیکن جذبات کا یہ خاموش سمندر دلوں سے ابلا چاہتا تھا۔ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تفکر و تحیر کے سمندر میں غرق تھے' ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

جذبات کی شدت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر جان دینے والے اصحاب اپنے رسول کا حکم پا کر حالت حیرانی میں بیٹھے رہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وقفہ وقفہ سے تین بار حکم دیا کہ اٹھ کر اپنے جانوروں کو قربان کرو' اور اپنے سر منڈا ڈالو مگر کوئی بھی شخص نہ ہلا گویا کہ سب کو ہوش نہ ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جذبات کی شدت کا اندازہ تھا اس لئے خاموش ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ اس موقع پر اگر کوئی سخت بات کہی گئی تو کسی ناخوشگوار واقعہ کا سبب ہو سکتی ہے۔ ذہن میں کوئی حل نہیں آ رہا ہے' اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہیں' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پوری روداد سناتے ہیں' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشورہ دیتی ہیں اور آپ باہم مشورے سے ایک بات طے کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سے واپس آتے ہیں۔ کسی سے کچھ نہیں کہتے' اپنے جانور

Marfat.com

کی قربانی کرتے ہیں- اپنے حجام کو بلاتے ہیں اور اپنا سر منڈاتے ہیں- صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو دیکھتے ہیں اور آپ کی تقلید میں اپنے جانوروں کو قربان کر دیتے ہیں- پھر ایک دوسرے کے سر مونڈنا شروع کر دیتے ہیں- غم وغصہ کا یہ عالم ہے کہ سر مونڈتے ہوئے ایک دوسرے کو زخمی کئے دیتے ہیں-

(بخاری جلد ا کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اھل الحرب وکتابہ الشرط صفحہ ۳۷۷)

جذبات کے امڈتے ہوئے اس سیلاب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قابو پایا- یہ ہر معلم ومربی باپ کے لئے قابل غور ہے اور قابل تقلید بھی! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس طرح اپنی اولاد کی اصلاح وتربیت کی توفیق عطا فرمائے- آمین-

بچے کی قوت فیصلہ خراب نہ کیجئے

قوت فیصلہ بہت ہی بڑی نعمت ہے- انسان کسی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ میں فیصلہ پر قادر ہو اور حالات اور زمانے کے اتار چڑھاؤ سے متاثر نہ ہوتا ہو' مشورہ کے ساتھ حق بات پر قائم رہنا اور قائم رکھنا جانتا ہو تو یہ بہت بڑی دولت ہے-

اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وھبی اور عطائی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا-

واتینه الحکمة و فصل الخطاب (سورہ ص-۲۰)

''اور ہم نے ان کو (داؤد علیہ السلام کو) حکمت (یعنی نبوت) اور فیصلہ کر دینے والی تقریر (جو نہایت واضح اور جامع ہو) عطا فرمائی تھی''-

(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۴۹۵)

بعض حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے بہترین قوت فیصلہ مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جھگڑے چکانے اور تنازعات کا فیصلہ کرنے کی قوت عطا فرمائی

Marfat.com

ی- وہ بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی-

غور کیجئے! کتنی بڑی نعمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ذکر فرما رہے ہیں کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کو منجملہ اور نعمتوں کے یہ بھی نعمت عطا فرمائی- لہٰذا اس نعمت کے لئے ایک خوب دعا مانگئے کہ اے اللہ! میری اولاد کو یہ نعمت عطا فرما اور اس کے ساتھ ساتھ جن سباب کی بدولت بچوں کی قوت فیصلہ معدوم ہو جاتی ہے ان سے بچنے کا خوب اہتمام کیجئے- کہ چھوٹے بچے پر بار بار نکتہ چینی کرنا' توہین سمجھتے ہیں- (بحوالہ مثالی والد)

باپ کا رویہ

کوئی باپ نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد کی عادات اور طور طریقے جاہلانہ ہوں اور بیٹے بیٹیاں ذہنی طور پر پسماندہ رہ جائیں اور آوارہ ہو جائیں ان میں سے کوئی خاندان کی عزت ڈبو دے-

کوئی شخص نہیں چاہتا کہ اسکی ازدواجی زندگی خوشگوار اور پرسکون نہ ہو اور اسکی بیوی اس سے نالاں اور شاکی رہے-

اس کے باوجود اولاد لڑکپن کے آخری اور نوجوانی کے ابتدائی ادوار میں داخل ہوتے ہی ذہنی خلفشار اور جذباتی گھٹن میں مبتلا ہو جاتی ہے اور زندگی کے حقائق کا سامنا کرنے سے گھبراتی ہے اس میں آوارگی یا آوارہ خیالی بھی آ جاتی ہے اور ذہنی پسماندگی بھی- یہ اولاد تشنگی سی محسوس کرتی ہے اور خوف میں بھی مبتلا ہوتی ہے وہ اس تشنگی کو سمجھتی ہے کہ یہ کیا ہے نہ اس خوف کو پہچانتی ہے-

باپ نے چاہا تو کچھ اور تھا مگر ہو کچھ اور گیا- خاوند نے چاہا تو یہ تھا کہ ازدواجی زندگی پر سکون رہے مگر معاملہ الٹ ہو گیا-

Marfat.com

ہمیں اپنی چھبیس سالہ زندگی میں ہزار ہا نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے خطوط ملے ہیں جن میں انہوں نے اپنے نفسیاتی مسائل اور ذہنی کیفیت لکھی ہے ان میں کم و بیش ۹۰ فیصد نے لکھا ہے کہ انہیں اپنے باپوں نے ذہنی مریض بنایا ہے۔ ان خطوط کا لب لباب مشترک ہے جو یوں ہے کہ۔

''باپ اتنا سخت طبیعت کا ہے کہ ہر بات ڈانٹ ڈپٹ کے لہجے میں کرتا ہے۔''

''اتنا حکم منواتا ہے کہ کسی اور کی نہیں سنتا۔'' ہماری ماں کو خریدی ہوئی لونڈی سمجھتا ہے۔

''ہماری ماں پر الزام عائد کرتا ہے کہ اس نے اولاد کو بگاڑ دیا ہے۔''

''ماں اپنی یا ہماری وکالت کرے تو اسے گالیاں دینے اور تھپڑ جڑ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔'' ''باپ کا موڈ ہر وقت بگڑا رہتا ہے۔''

شام کو گھر آتا ہے تو اس کا موڈ اتنا غصیلا ہوتا ہے جیسے کسی سے لڑ کر یا کسی سے مار کھا کر آیا ہے اور غصہ ہم پر اور ہماری ماں پر نکال رہا ہے۔

''ایک چھٹی تو ہر ہفتے میں ہوتی ہے' عیدوں کی تین تین چار چار چھٹیاں ہوتی ہیں' باپ کا موڈ اتنا زیادہ آرام کر کے بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔''

ایسے ہی وہ خاوند ہیں جو ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتے ہیں مگر معاملہ الٹ ہو جاتا ہے یہ خاوند ایسے ہی باپوں کی قبیل کے ہوتے ہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ وہ اپنا موڈ اس توقع پر بگاڑ کر رکھتے ہیں کہ بیوی مرعوب رہے گی اور خاوند کا موڈ خوشگوار کرنے کی کوشش کرے گی لیکن خاوند کو سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ ایک الگ موضوع ہے کہ باپ اپنی اولاد کو ذہنی مریض بنا دیتے ہیں ایسے باپ یہ کام اسی وقت شروع کر دیتے ہیں جب وہ صرف خاوند ہوتے ہیں اور جب باپ بنتے ہیں تو یہ کام جس کا تعلق ان کی فطرت اور عادات سے ہے اور تیز کر دیتے ہیں اس موضوع پر میں پہلے

Marfat.com

ت کچھ لکھ چکا ہوں اب صرف موڈ پر بات کرونگا۔

موڈ ایک ایسی ذہنی خرابی یا ایک ایسی عادت ہے جس میں صرف خاوند اور باپ ہی مبتلا یں بلکہ یہ ہر کسی کا روگ ہے اس میں لڑکے اور لڑکیاں یکساں طور مبتلا ہیں۔ یہ عادت شادی ے بہت پہلے شروع ہو جاتی ہے خاوندوں اور باپوں کا ذکر یہ واضح کرنے کے لئے کیا ہے کہ ڈ کی خرابی' بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ موڈ کو خراب رکھنے کی عادت اتنی خطرناک ہے کہ جس گھر و جنت بنا چاہئے وہ گھر جہنم بن جاتا ہے' اولاد اپنے ہی گھر سے بھاگتی اور پناہیں ڈھونڈتی رتی ہے۔ میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے روزمرہ کا معمول بن جاتا ہے۔

لوگ جب موڈ کے لفظ سے واقف نہیں ہوئے تھے تو اسے مزاج کہتے تھے مزاجی یفیت اچھی یا بری' اس وقت محسوس ہونے لگتی ہے جب بچے کا شعور بیدار ہوتا ہے موڈ بچے کا ھی خراب ہوتا ہے اور دادے دادی اور نانے نانی کا بھی۔ گھروں میں اکثر یہ الفاظ سننے میں تے ہیں۔ ''آج منے کا موڈ ٹھیک نہیں آج دادا ابو کا موڈ بہت خراب ہے۔''

''موڈ کی خرابی'' فیشن بھی بن گیا ہے اور ایک جواز بھی جواز اس طرح کہ دفتر میں کام کرنے کو جی نہیں چاہتا تو کہا ''رکھو یار'' کل کریں گے' آج تو موڈ ہی نہیں بن رہا۔'' سرکاری دفتروں میں نہایت ضروری کام رکے رہتے ہیں کیونکہ صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں وتا۔

یہ تو ہے ''موڈ'' کے لفظ کا استعمال جو ہم لوگ بے موقع کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ موڈ سے آزاد کوئی بھی نہیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ بچہ ہو یا بوڑھا' مرد ہو یا عورت' مزاج ہر کسی میں ہوتا ہے جو کبھی اچھا ہوتا ہے کبھی بگڑ جاتا ہے میں موڈ کا لفظ اس وجہ سے خاص طور پر استعمال کر رہا ہوں کہ یہ لفظ ہماری روزمرہ بول چال میں شامل ہو گیا ہے اور یہ فیشن کے طور پر جواز اور بہانے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

سوچنے اور سمجھنے والی بات یہ ہے کہ (جو کم ہی سوچی اور سمجھی جاتی ہے) کہ کامیابی اور ناکامی کا، مسرت وملال کا انحصار موڈ کی اچھائی اور خرابی پر ہوتا ہے۔ کامیابی اور مسرت صرف ان کے حصے میں آتی ہیں جو اپنے موڈ کو اپنے تابع رکھتے ہیں یعنی ان کے موڈ کی لگام ان کے اپنے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ انسان کی روزمرہ زندگی پر اور انسان کی سوچ وفکر پر کوئی اور چیز اتنی اثر انداز نہیں ہوتی جتنا موڈ اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔

سب سے پہلے ان لوگوں کی بات کرونگا جنہوں نے ..... ''آج تو موڈ نہیں ..... موڈ بڑا خراب ہے'' ..... کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے اور وہ عملاً بھی لوگوں کو خصوصاً اپنے گھر والوں کو اپنا موڈ خراب کر کے دکھاتے رہتے ہیں موڈ کی اس جعلی خرابی میں فرار کا اور اپنی برتری کو جتانے کا رجحان بلکہ شعوری ارادہ ہوتا ہے اصل میں ان کے موڈ میں کوئی خرابی نہیں ہوتی نہ اس میں کوئی بگاڑ ہوتا ہے۔

یہ لوگ دراصل احساس کمتری اور برتری کی تشنگی محسوس کرتے ہیں کمتری کا احساس جب بگڑ کر الجھن Complex کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو ان لوگوں پر افسری جلال اور عتاب طاری ہو جاتا ہے پھر یہ لوگ ہر فرد و بشر کو اپنا ادنیٰ ماتحت سمجھ لیتے ہیں اور ہر بات حکم کے لہجے میں کرتے ہیں۔

''موڈ کی خرابی'' اسی قبیل کے آدمیوں کا حربہ ہوتا ہے اصل میں انکا موڈ خراب نہیں ہوتا وہ موڈ کی خرابی کا حربہ اپنے بیوی بچوں پر استعمال کرتے ہیں اپنے دفتروں وغیرہ سے شام کو گھر کو آتے ہیں تو بیوی بچوں کو پہلا تاثر یہ دیتے ہیں۔ کہ سارے دن کی مغز کھپائی اور کام کی زیادتی نے انہیں جسمانی اور ذہنی لحاظ سے توڑ پھوڑ دیا ہے' خواہ دفتر میں یاروں اور دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگاتے اور ہنستے کھیلتے رہے ہوں۔

انکی یہ عادت عملی صورت اختیار کر جاتی ہے پھر ان کا موڈ واقعی خراب رہنے لگتا ہے

Marfat.com

ونکہ اپنی ذہنی خلفشار، جذباتی گھٹن اور ذہنی لاشعور میں رچی بسی ہوئی کمتری کی الجھن کی سکین کر رہے ہوتے ہیں جو وقتی طور پر ہو بھی جاتی ہے اس لئے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا وتے ہیں کہ بیوی بچوں اور گھر کے دیگر افراد پر ان کا رعب طاری ہو گیا ہے اور اب وہ انکا لی طور پر احترام کرتے ہیں اور اب اپنی فرمائشوں اور دیگر ضروریات بتا کر (جو بالکل جائز وتی ہیں) پریشان نہیں کریں گے اور یہ بھی کہ بیوی بچوں کے دلوں میں انکی ہمدردی پیدا ہو گئی ہے۔

ایسے باپ اس احساس سے ہی بیگانہ ہو جاتے ہیں کہ اپنے گھر کو انہوں نے اپنے بیوی بچوں کے لئے جہنم بنا رکھا ہے اور ان بیوی بچوں کے دلوں میں ایسی بات کا نہ صرف یہ کہ احترام نہیں ہوتا ہمدردی بھی نہیں ہوتی بلکہ نفرت ہوتی ہے۔ بعض نوجوانوں نے اپنے خطوط میں ایسے الفاظ لکھے بھی ہیں---"میں ایسے باپ کی عزت نہیں کر سکتا میرا باپ قابل نفرت آدمی ہے۔"

وہ ایسے ہی باپ ہیں جن کے بچے ذہنی مریض ہو جاتے ہیں، غلط راہوں پر چل پڑتے ہیں، ان میں خود اعتمادی نہیں ہوتی، دوٹوک فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، انکا IQ آئی کیو (ذہانت) اوسط درجہ سے بہت نیچے ہوتا ہے ان میں جنسی انحراف لازماً پیدا ہوتا ہے باقی ذہنی رجحانات بھی مجرمانہ ہوتے ہیں۔

یہ تو ان باپوں کے موڈ کا مسئلہ ہے جن کے حوالے سے میں نے یہ مضمون شروع کیا ہے انہیں تو میں اتنا ہی کہونگا کہ اپنی اولاد پر رحم کریں اور ان کی صلاحیتوں کی نشو ونما ہونے دیں ایسے باپ اپنا موڈ خراب کر کے خود بھی تو اذیت میں مبتلا رہتے ہیں اس اذیت کے بہت برے اثرات جسمانی صحت پر بھی مرتب ہوتے ہیں اور نفسیاتی توانائی پر بھی اسکا ایک ہی علاج ہے کہ اپنا اخلاق گھر والوں سے اچھا رکھیں۔ (بحوالہ نفسیاتی الجھن)

Marfat.com

باپ کا تقدس اور جدید تہذیب

ولی رینج

برطانیہ کے اکثر شہروں اور شہر کے اکثر علاقے میں ضعیف، معذور اور مجبور مردوں اور عورتوں کے لئے مکانات موجود ہیں جو اپنے گھر بار نہ ہونے کی بناء پر یا اولاد کے دھکے دینے پر یہاں رہائش اختیار کرتے ہیں۔ حکومتی سطح پر ایسے امدادی مکانات کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ امداد ملتی ہے اور جام وسبو کے دور چلتے رہتے ہیں، مگر مانچسٹر کے ایک علاقہ ''ولی رینج'' میں ایسے ہی ایک گھر کو حرام کاری کا اڈہ بنایا گیا ہے، اور یہ بوڑھوں کا گھر زنا کاری کے اڈے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے مسز ٹیمنیگ نے کہا کہ اس گھر کو سربمہر کردیا جائے کیونکہ یہ گھر حرام کاری کا اڈہ بن چکا ہے۔ مسز ٹیمنیگ جو ایک کونسلر بھی ہیں اور اس علاقہ میں ۲۰ سال سے اس کے خلاف مہم چلارہی ہیں اس کا کہنا ہے کہ اس کے علاقہ میں غنڈہ گردی اور فحش کاری میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے اور میری مخالفت کی وجہ سے مجھے خطرناک دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ اس میں قصور شہر کی کونسل کا ہے اسی نے اس گھر میں بوڑھوں کے ساتھ کئی ایسی لڑکیوں کو بھی پناہ دی جن کا مشغلہ ہی یہی ہے اس لئے اس مکان ہی کو بند کردیا جائے۔۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے بے سہارا بوڑھوں سے ہمدردی ہے وہاں اس

Marfat.com

شدید خطرہ ہے کہ اس علاقہ میں رہنے والی لڑکیاں آوارگی اور بدچلنی کا شکار ہو جائیں گی اس لئے ان کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ میں اپنے مشن کو جاری رکھوں گی اور یہاں سے اس گندے ماحول کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہوں گی۔ روزنامہ "ایوننگ نیوز" نے کونسلر کا یہ بھی بیان شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا ہے تاکہ سٹی کونسل اور اس جانب توجہ کر سکے۔

یہ تو صرف ایک شہر کے ایک علاقہ کا حال ہے اندازہ کیجئے دوسرے شہروں کا کیا حال ہوگا؟ یہ ہے برطانیہ اور یہ ہے یورپین سوسائٹی جس کے لوگ عاشق بنے ہوئے ہیں۔

ایج کنسرن

برطانیہ کے بوڑھوں کی تنظیم "ایج کنسرن" نے ایک مہم چلانے کا اعلان کیا ہے جس کا مقصد بڑھاپے کو نشانہ تضحیک بنانے سے روکنا ہے۔ تنظیم کا کہنا ہے کہ بوڑھے لوگوں کو عموماً نوجوان اچھا نہیں سمجھتے اور اکثر اوقات انہیں جوانوں کی طرف سے گالی گلوچ اور تضحیک کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ جس طرح معاشرے میں نسل پرستی اور جنس پرستی کے خلاف مہمیں چل رہی ہیں اس طرح بڑھاپے کے حق میں بھی مہم چلائی جائے گی۔

بوڑھی عورتیں

بوڑھی عورتوں کی حالت سب سے بدتر ہے' وہ ترستی رہتی ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی رفاقت میں زندگی کے دن پورے کریں اور ان کی منت سماجت کرتی ہیں کہ انہیں گھر کی ڈیوڑھی پر یا کسی برآمدے میں بستر جمانے کی اجازت دے دیں تاکہ وہ اپنے پوتوں پوتیوں' نواسوں اور نواسیوں سے دل بہلا سکیں مگر بے چاریوں کی شنوائی نہیں ہوتی اور وہ "اولڈ ایج ہومز" میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں دم توڑ جاتی ہیں۔

Marfat.com

ایک چشم دید حالت

تنظیم اساتذہ کے ایک رفیق پروفیسر سید بہادر شاہ پولینڈ میں اعلی تعلیم کے لئے گئے ہوئے ہیں اور وہاں کے مشاہدات تنظیم کے ماہانہ مجلّہ ''افکار معلم'' میں لکھتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے لکھا کہ ایک بوڑھا اپنی بیٹی کے گھر میں آیا اور وہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی مگر بیٹی نے انکار کردیا اور بوڑھے کے اصرار پر اسے ڈنڈے مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔ شور سن کر لوگ جمع ہوئے تو بیٹی نے بتایا کہ کچھ عرصہ پہلے مجھے رقم کی ضرورت پڑی تو میرے باپ نے باقاعدہ شرح سود طے کر کے مجھے رقم دی اور اصل زر کے ساتھ سود بھی وصول کیا۔ پھر میں اسے اپنے گھر میں کیوں ٹھہراؤں۔

زہرہ داودی

حیدرآباد دکن کی ایک مسلمان خاتون زہرہ داؤدی اپنے بیٹے کے پاس کینیڈا گئیں اور وہاں ٹورانٹو میں انہوں نے بہت سے لاوارث بوڑھوں سے ملاقاتیں کر کے جو تاثرات قلم بند کئے وہ بڑے ہی دردناک ہیں۔ انہیں ایسی متعدد بوڑھی عورتوں سے گفتگو کا موقع ملا جن کے خاوند نوجوانی میں فوت ہوگئے تھے اور انہوں نے اپنے بچوں کو سخت مشکلات کا سامنا کر کے پالا اور پروان چڑھایا تھا مگر اب کوئی بھی ان کا پرسان حال نہیں اور وہ ضعیفی کی حالت میں یک وتنہا زندگی گزار رہی تھیں انہوں نے لکھا کہ بوڑھوں کی آرام گاہیں دراصل اذیت کدے ہیں جہاں یہ شدید کرب اور ذہنی صدمے کی حالت میں موت کا انتظار کرتے رہتے ہیں

بے رحمانہ روش

یہ بوڑھے اپنے بچوں کی بے رحمانہ روش سے تنگ آ کر ''اولڈ ہومز'' میں مرجاتے ہیں' کوئی اٹھانے نہیں آتا ''یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم شہر نہیں قبرستان میں زندگی گزار رہے

ہیں'' یہ شکوہ امریکہ کے (۴۳۰۰۰) ''اولڈ میز ہومز'' میں زندگی گزارنے والے (۲۲۶۸۲۰۰۰) بوڑھوں میں سے ایک بوڑھے نے سروے کرنے والے ادارے سے کیا ایک ۷۵ سالہ بڑھیا کا کہنا تھا کہ اس کے ۲ بچے ہیں لیکن اس نے مدتوں سے ان کی شکل نہیں دیکھی لہٰذا اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بے اولاد ہے ان سوا دو کروڑ امریکیوں میں سے ۹۰ فیصد بوڑھوں کا کہنا ہے کہ ان کے بچے انہیں بھول چکے ہیں جبکہ ''اولڈ میز ہوم'' کی انتظامیہ نے شکوہ کیا کہ جب ان کا کوئی بڑا مر جاتا ہے تو اس کی لاش ایک عرصے تک سرد خانے میں پڑی لواحقین کا انتظار کرتی رہتی ہے لیکن بار بار ٹیلی گرام کے باوجود ان بے کس لاشوں کو وصول کرنے کے لئے کوئی نہیں آتا لہٰذا مجبوراً انتظامیہ کو خود ہی ان کی تجہیز وتکفین کا بندوبست کرنا پڑتا ہے حکومت ہر سال صحت کے بجٹ سے ''اولڈ میز ہومز'' پر ۳۷ فیصد رقم خرچ کرتی ہے لیکن یہ کثیر سرمایہ بھی ان لاچار بوڑھوں کی زندگی کی خوشیاں نہیں دے سکتا لہٰذا کوئی بھی دیکھنے والی آنکھ ان سوا دو کروڑ بوڑھوں کی آنکھوں میں بے بسی کے لرزتے آنسو دیکھ سکتی ہے۔ سروے کرنے والے ادارے نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ اگر اس صورتحال کی اصلاح نہ کی گئی تو ہر امریکی شہری بڑھاپے سے قبل ہی خودکشی کا فیصلہ کر لے گا۔

شیطانی عادات

یورپی مالدار بوڑھا جو کہ خود جنسی عمل یا صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے اور خود کچھ بھی نہیں کر سکتا حتی کہ بوڑھا بے کار ہو جاتا ہے تو اپنی شیطانی عادات کو پورا کرنے کے لئے وہ جوان لڑکی اور جوان لڑکا کرائے پر لیتا ہے اور دونوں کو ننگا کر کے ہم بستری کراتا ہے اور خود دور کھڑے ہو کر مزے لیتا ہے حتی کہ ڈانس کرتا ہے۔

(یعنی اس کی شیطانی حوش اتنی بڑھ چکی ہے کہ موت کے قریب تر ہے لیکن اپنی جوانی کے کرتوت نہیں بھولتا)۔(بحوالہ جنسی زندگی)

حضرت زبیر بن محمد

نے فرمایا

کہ اگر ماں باپ تجھے گالیاں دیں اور برا بھلا کہیں تو تو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

اولاد کو چاہئے

کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے

''ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت ہے۔

کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔

۳۔ کسی جان کو قتل کر دینا۔ (جس کا قتل کرنا شرعاً قاتل کیلئے حلال نہ ہو)

۴۔ جھوٹی قسم کھانا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک

جو محبوب ترین اعمال ہیں۔ ان میں بر وقت نماز پڑھنے کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا درجہ بتایا ہے۔

Marfat.com

عذاب آنے کا زمانہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب غنیمت کا مال (گھر کی) دولت سمجھی جانے لگے اور امانت غنیمت سمجھ کر دبالی جائے اور زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور دنیا کیلئے دینی تعلیم حاصل کی جائے اور انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کو ستائے، دوست کو قریب کرے اور باپ کو دور کر دے، مسجدوں میں شور ہونے لگے۔ قبیلہ (خاندان) کے سردار بد دین لوگ بن جائیں، قوم کے ذمہ دار کمینے لوگ بن بیٹھیں، انسان کی تعظیم اس وجہ سے کی جائے کہ وہ کوئی تکلیف نہ پہنچادے، اور گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے سامان ظاہر ہو جائیں، شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کے بعد آنے والے لوگ پہلے (نیک بخت) لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس زمانے میں سرخ آندھی اور زلزلوں کا انتظار کرو، زمین میں دھنس جانے، صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اور اس عذاب کے ساتھ دوسری ان نشانیوں کا بھی انتظار کرو جو پے در پے اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے لڑی کا تار ٹوٹ جائے اور دانے گرنے لگیں۔

مغرب میں والد نے حقوق اولاد ادا نہ کیے پھر اولاد کیسی بنی؟

مغرب کے بعض شہروں میں ایسے ادارے ہیں جو ناجائز بچوں کو پالتے ہیں اور پھر بے اولادوں کے ہاں بیچ دیتے ہیں۔ امریکہ کے ایک شہر ٹیکساس میں اس طرح کے ایک ادارے کا انتظام مسز ایڈنا گلیڈنی (Edna Gladney) کے ہاتھ میں تھا اس نے چند برسوں میں دس ہزار ناجائز بچے فروخت کیے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے بچے کو کوئی فروخت کرے؟

Marfat.com

غیرت کا ماتم

انسان لاکھ عیاش و بے حیا بن جائے- غیرت کا شعلہ کبھی نہ کبھی بھڑک ہی اٹھتا ہے- آج یورپ اور امریکہ میں عورت بیسوا سے بھی ذلیل و بے حیا ہے- وہاں کا عائلی نظام کا ملا درہم برہم ہو چکا ہے- ملک اولاد حرام سے بھر گیا ہے- اور اس صورت حال سے وہاں کے مفکرین و دانشور مضطرب ہو گئے ہیں- اس اضطراب کی جھلک دل ڈیوران اور ٹائن بی کے علاوہ مختلف پادریوں اور فلسفیوں کی تحریرات میں بھی ملتی ہے-

یورپ اور امریکہ میں عورت کی آوارگی (جس کا نام ان لوگوں نے عورت کی آزادی رکھا ہوا ہے-) نے صرف ایک سو سال کے عرصہ میں ان عائلی نظام کو تہ و بالا کر دیا ہے ہر گھر میں ایک دو حرامی بچے موجود ہیں- جن سے خاندان کا ہر فرد نفرت کرتا ہے- شام کے وقت باپ داشتاؤں کے ساتھ جا رہا ہے تو ماں یاروں کے ساتھ- بیٹا گرل فرینڈ کو لئے پھرتا ہے تو بیٹی بوائے فرینڈ کو- غیرت وحمیت کا جنازہ اٹھ چکا ہے- اور پاکیزگی و بلند اخلاقی کا کوئی تصور بھی نہیں رہا-

اے دختران پاکستان' کیا یہاں بھی تم یہی صورت حال پیدا کرنا چاہتی ہو؟ اگر نہیں تو پھر ہر شام تم مال روڈ پر کیوں بن ٹھن کر نکلتی ہو؟ اپنے حسن اور سنگار کی کیوں نمائش کرتی ہو؟ رقص گاہوں میں کیوں ناچتی ہو؟ تمہیں اسلام نے وہ بلند مقام دیا ہے- کہ جنت تمہارے پاؤں کے نیچے رکھ دی ہے- تمہیں اس قدر تقدس بخشا ہے کہ مہ و انجم کی شعاعیں بھی تمہارے حسن کو چھو نہیں سکتیں- تمہارے ہاتھوں میں قرآن سینوں میں نور ایمان سر پہ رحمتوں کے بادل اور سرور کائنات تمہارے قائد' کیا یہ عریانی' یہ جلوہ آرائی اور یہ کج راہی تمہیں زیب دیتی ہے؟ کیا یہ نسوانیت کی انتہائی توہین نہیں کہ وہ شرع و اخلاق کے محلات سے نکل کر بازاروں' میخانوں اور رقص گاہوں میں ذلیل و رسوا ہو جائے- کیا تم بھی نئی تہذیب کے ساتھ اپنے

Marfat.com

والدین کو اولڈ ہوم میں رکھنے پر تلے ہو۔ رحمتوں کے سایوں کو دور کرنے کی تگ و دو کر رہے ہو۔ کیا امریکہ اور یورپ کے ان قابل احترام رشتوں کی پامالی کے حال نہیں سنے۔ ان کی ترقی یافتہ تہذیب کی کارفرمائیاں نہیں دیکھیں۔ اس سلسلے میں دو تازہ واقعات ملاحظہ فرمائیے۔

لندن مغربی یورپ کے ممالک میں بغیر شادی کے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد دوسرے کسی ملک کی نسبت سب سے زیادہ ہے اور یورپی کمیشن کے حالیہ اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں پیدا ہونے والے ایک تہائی بچے غیر شادی ماؤں کے ہاں جنم لیتے ہیں جبکہ آئس لینڈ میں یہ تعداد بڑھ کر ۵۰ فیصد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ میں طلاق دینے کی شرح بھی دوسرے یورپی ممالک کی نسبت سب سے زیادہ ہے۔ یونان میں ناجائز پیدا ہونے والے بچوں کی شرح ۲ فیصد اور سوئٹزرلینڈ میں ۶،۱ فیصد ہے۔ برطانیہ کے بعد فرانس میں بن بیاہی ماؤں کے ہاں جنم لینے والے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے جو کہ ۱،۳۰ فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق شمالی یورپ میں اوسطاً ۵۰ فیصد بچے ناجائز پیدا ہوتے ہیں۔ سویڈن میں ان بچوں کی شرح پیدائش ۲،۴۸ فیصد اور ڈنمارک میں ۴،۶۴ فیصد ہے۔ برطانیہ میں شادی کرنے کی شرح بھی دوسرے یورپی ممالک کی نسبت کم ہے وہاں ہر سال ایک ہزار جوڑوں میں سے صرف ۶،۸ فیصد جوڑے شادی کے بندھن میں بندھتے ہیں جبکہ باقی افراد غیر شادی شدہ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ (جنگ ۲۶ جون ۹۲ء) امریکہ میں ۲۵ لاکھ نابالغ بچے جسم فروشی کر رہے ہیں بحوالہ عبدالغنی مارچ

انکشاف

پیرس فرانسیسی جریدے پیرس میچ نے انکشاف کیا ہے کہ صدر متراں (فرانسیسی صدر) کی ایک بیس سالہ ناجائز بیٹی ہے۔ اور صدر نے اسے اس کی ماں سمیت اس کو صدارتی محل

Marfat.com

میں رکھا ہوا ہے- جریدے نے متراں کی اپنی ناجائز بیٹی کے ساتھ ایک تصویر بھی شائع کی ہے- "پیرس میچ" میں چھپنے والے مضمون میں بتایا گیا کہ ۸۷ سالہ کینسر کے مریض صدر نے کافی عرصے سے اس راز کو لوگوں سے چھپائے رکھا- تاہم اب انہوں نے اس راز سے عوام کو آگاہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہوا ہے- (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ نومبر ۹۴ء)

ناجائز اولاد

حالیہ ایک رپورٹ کے مطابق انگلینڈ اور ویلز میں گزشتہ سال بچوں کی ایک تہائی تعداد ناجائز طریقے سے پیدا ہوئی ہے- تفصیل کے مطابق ۳۴ فیصد بچوں کے والدین نکاح سے پہلے ہی ازدواجی تعلقات قائم کرنیکی خواہش رکھتے ہیں- ایسے والدین کے ہاں اولاد کے ہونے کے بعد ان کی دس فیصد تعداد آپس میں نکاح پر رضامند ہو جاتی ہے اور باقی والدین یا تو دوستوں کی طرح رہتے ہیں یا ان میں جدائی ہو جاتی ہے چنانچہ ناجائز طریقے سے پیدا ہونے والے ان بچوں کی حکومت پرورش کرتی ہے- جائزے میں بتلایا گیا کہ اس قسم کے بچوں کی نفسیاتی اور اجتماعی کیفیت معاشرے میں برے اثرات مرتب کررہی ہے-

ناجائز بچوں کا جنم

امریکا میں روزانہ ۱۵۴۰ بچے بچوں کے ہاں پیدا ہوتے ہیں- ۱۳ سے ۱۹ سال کے لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاں ہر گھنٹے ۶۴ ناجائز بچے جنم لیتے ہیں ۱۹۸۰ کے اعداد و شمار کے مطابق اس عمر کی ایک لاکھ سے زیادہ بن بیاہی لڑکیوں کے ہاں حمل ساقط ہوئے- دنیا کے تمام صنعتی ملکوں کے مقابلے میں اس عمر کی لڑکیوں کے ہاں ناجائز بچوں کی شرح امریکا میں سب سے زیادہ ہے ان کے علاوہ امریکا میں نشہ آور ادویہ کے استعمال میں اضافہ- ۱۳ سے ۱۹ سال کی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی بڑھتی ہوئی شرح خودکشی جرائم کی تیز رفتاری امریکی معاشرے

Marfat.com

میں زبردست خرابی کے مظہر ہے۔ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بالکل دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ امریکی اہل فکر و دانش کی رائے میں یہ واقعات ماضی میں بھی ہوتے تھے۔ لیکن اس وقت چوں کہ اخلاقی اور روحانی اقدار کی گرفت مضبوط تھی اور انسانی معاشرے ان کی پابندی کو اپنے لئے باعث خیر سمجھتے تھے۔ بالخصوص خاندان اور بالعموم معاشرے کا شیرازہ مستحکم تھا۔ لیکن جب سے ان ضوابط اور پابندیوں کو غیر ضروری اور انسانی آزادی کا دشمن سمجھا جانے لگا معاشرے اور خاندان کے تار و پود بکھرنے لگے ہیں۔ اسقاط کے ذریعے سے کسی معصوم بچے کو ہلاک کرنا یقیناً ایک نہایت انسان سوز اور غیر اخلاقی حرکت ہے لیکن صرف اپنی ذاتی لذت کی تسکین اور تسلسل کے لئے مستقلاً کسی بچے کی پیدائش کے حق سے انکار چاہے اس کے اسباب ذاتی ہوں یا اقتصادی، درحقیقت حیات انسانی کے تقدس کی پامالی ہے۔ پھر اس میں ایک فرق یہ بھی ہے بر بنائے صحت اسقاط حمل کا مقصد اگر ماں کی جان بچانا ہو تو اس کی تائید بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن کسی اور سبب سے حمل کا ضیاع سراسر انسان کشی قرار پاتا ہے۔ چوری، ڈکیتی، زنا بالجبر، قتل و غارت گری اگر قابل سزا جرم ہیں تو ایک نومولود بچے کو ہلاک کر دینا ان سب سے بڑھ کر جرم قرار دیے جانے کے قابل ہے۔

شادی کا تصور

برطانوی معاشرے کے بعض پہلو اس قدر رقیق اور اخلاق باختہ ہیں کہ شیطان بھر شرمسار ہوا چاہتا ہے۔ ایک سرکاری رپورٹ (سروے) میں بتایا گیا ہے کہ یورپ بھر میں کم عمر کی لڑکیاں (دس سے لے کر چودہ سال) سب سے زیادہ تعداد میں (بغیر شادی) کے برطانیہ میں ہی حاملہ ہو رہی ہیں۔ یہاں شادی کا تصور ہی مٹ کر رہ گیا ہے اور چھوٹی چھوٹی عمر کی لڑکیاں بھی دھڑا دھڑ حرامی بچے پیدا کر رہی ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت سنڈے میگزین اشاعت ۲ مئی ۱۹۹۹ء)

Marfat.com

بغیر شادی کی ماں

فرانسیسی صدر شیراک گزشتہ روز نانا بن گئے۔ لندن کے روزنامہ ٹائمز کے مطابق شیراک کی بڑی بیٹی اوران کے سیاسی مشیر کلاڈ نے شادی کیے بغیر ہی ایک صحت مند بیٹے کو جنم دیا۔ (روزنامہ جنگ۔لاہور ۲۶ مارچ ۹۲ء) یہ ہے مغربی تہذیب کی معراج جس کی طرف ہم للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیا ہم بھی یہی دیوانی آزادی چاہتے ہیں؟ اگر واقعی ایسا ہے تو پھر خود کو مسلمان کہلوانے سے بھی آزادی حاصل کر لینا چاہئے۔

باپ کے حقوق

اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی ملاحظہ فرمالیجئے جو جنگ لندن نے ۴ جولائی ۹۸ء کو شائع کی ہے کہ برطانیہ میں بغیر شادی کے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد مسلسل بڑھتی جارہی ہے۔ اس لیے سرکاری طور پر فیصلہ کیا گیا ہے کہ بغیر شادی کے پیدا ہونے والے بچے کا باپ اگر ماں کے ساتھ برتھ رجسٹر پر دستخط کر دے تو اسے بھی باقاعدہ باپ کے حقوق حاصل ہو جائیں گے خبر کے مطابق ۹۶ء میں بڑھ کر اٹھتر فی صد ہو گیا ہے جس کی وجہ سے حکومت کو قانون میں تبدیلی کرنا پڑی ہے۔

نیا قانون

دسمبر ۱۹۹۷ء کے انگریزی ماہنامہ وائس آف اسلام کے مطابق امریکہ میں حرامی بچوں کی تعداد خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ ہیلری کلنٹن نے حال ہی میں خلیج ٹائمز میں ایک کالم لکھا ہے جس میں وہ بتلاتی ہیں کہ حال ہی میں مجھے اور بل کلنٹن کو بے شمار خطوط موصول ہوئے ہیں۔ لیکن جو بہترین خطوط تھے اور متاثر کرنے والے تھے۔ وہ بچوں کی جانب سے تھے۔ خاص طور پر میں اور میرا شوہر اس خط کو تو کبھی نہیں بھول سکتے جسے لوا شہر سے ایک

Marfat.com

ان نے لکھا - اس نے کہا میرا نام روبی ہے - مجھے فٹ بال اور باسکٹ بال پسند ہے لیکن
را اصل مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ میں گزشتہ آٹھ سال سے ایک ایسی فیملی کی تلاش میں ہوں
جس کی آغوش شفقت میں پرورش پا سکوں - ایک ایسی فیملی جہاں مجھے ایک بھائی' ایک
ن اور مہربان والدین میسر ہوں - قارئین کرام - یہ ہے خط ایک نوجوان کا کہ جس نے
ٹن اور ہیلری کو جھنجوڑ کر رکھ دیا - حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یورپ اور امریکہ کا سب سے
ا مسئلہ یہی ہے کہ پچاس فیصد سے زائد جوڑے بغیر شادی کے اکٹھے رہ رہے ہیں جب بچہ
را ہوتا ہے تو وہ کبھی باپ کے بغیر اور کبھی ماں اور باپ دونوں کے بغیر پرورش پاتا ہے یوں
ب وہ بڑا ہوتا ہے تو اسے کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ اس کے ماں باپ کون ہیں؟ یوں امریکی اور
ربی معاشرہ ماں باپ اور دوسرے رشتوں سے محروم ہو چکا ہے لامحالہ اب ان لوگوں کو ماں
پ اور بہن بھائیوں کی ضرورت ہے وہ مل نہیں سکتے چنانچہ ان کی اس محرومی کو دور کرنے کے
لئے کلنٹن نے ایک ایکٹ بنایا ہے جس کو فوسٹر کیئر سسٹم' Foster Care System
کہتے ہیں-

اعداد و شمار

مختلف اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں ۱۹۶۷ء میں ۳ لاکھ ناجائز بچے پیدا ہوئے -
برطانیہ کے مرکز میں واقع نارتھ امپٹن (Northampton) میں ۱۹۷۳ء میں ناجائز
بچوں کی تعداد ۶۷ فیصد تھی - لندن میں اسقاط حمل کے ذریعے سالانہ اوسطاً ۲۷ ہزار بچے
پیٹ سے گرائے جاتے ہیں - ڈاکٹر فیروز نقوی - لکھتے ہیں - یورپ کی سڑکیں گلیاں اور
بازار طوائفوں سے خالی نظر آتے ہیں کیوں کہ آزاد خیال لڑکیوں نے طوائفوں کا کام تقریباً
ختم کر دیا ہے - کیلیفورنیا انگلینڈ اور اٹلی کے کچھ علاقوں میں بھی ایسے ہی واقعات ہوئے اور
۱۹۹۱ء میں امریکہ اور مغربی جرمنی کی تقریباً ۱۳ سال کی ہر بچی حاملہ تھی اور ماؤں بیٹیوں اور

بہن بھائیوں کے جنسی تعلقات عام تھے-امریکہ کی ۴۴ فیصد عورتیں جنسی بے راہ روی کی وجہ سے قید ہیں (یورپین کلچر اینڈ اسلام صفحہ ۲۱۳ اور روزانہ اخبارات کے ورلڈ نیوز کے صفحات بھی ایسی ہی حیا سوز خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں اور حروف کی صورت میں چیخ چیخ کر ہمیں منع کرتی ہیں کہ خدا کے لئے اس گندے معاشرے کی اندھی تقلید نہ کرو اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مغربی معاشرہ خود بھی فی الوقت ان تمام آزادیوں کے حق میں نہیں ہے جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ڈاکٹر صفدر محمود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ-۱۹۸۳ء میں جب جنرل انجل کو ایوانِ صدارتی انتخاب جیتا اور اسقاط حمل اور فیملی پلاننگ کی اصطلاحات جاری کیں تو کئی ریاستوں میں احتجاجی جلوس نکلے- Constitutional foundation of pakistan P.No.34 غیر شادی شدہ حاملہ لڑکیوں کی تعداد ۴۷ سے بڑھ کر ۶۶ فیصد ہوگئی-۶۶ فیصد لڑکیاں شادی سے پہلے ماں بن جاتی ہیں ۹۴ء میں صرف واشنگٹن میں ۶۳ فیصد ۱۲ سالہ بچیاں حاملہ ہوئیں اور ۴۳ فیصد نے اسقاط حمل کروالیا- Daily the News 6-August 1995 ۹ جولائی ۹۳ء کو اسقاط حمل کلینک چلانے والے ایک ڈاکٹر کو خواتین نے قتل کر دیا اور مشہور امریکی اخبار ہیرالڈ ٹریبون کی رپورٹ کے مطابق موجودہ امریکی صدر کلنٹن نے اپنی انتخابی مہم میں وعدہ کیا تھا کہ وہ فوج میں ہم جنس پرستوں کو بھرتی کریں گے-لیکن منصب صدارت سنبھالنے کے بعد جب انہوں نے اپنے آرمی جنرل پاؤل کو حکم نامہ جاری کیا تو آرمی چیف نے اسے ماننے سے انکار کر دیا-(روزنامہ نوائے وقت ۱۴)

مجرمانہ حملے

پولیس اور عدالتیں، قانون اور کے ہاتھوں مجبور ہیں، پاکستانیوں کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے-

Marfat.com

''لیڈیز میں پاکستانیوں کی اکثریت چیپل ٹاؤن اور بیر ہلز کے علاقوں میں آباد ہے
ں افریقی نژاد ایفرو کریبین بھاری تعداد میں آباد ہیں- ان علاقوں میں نوعمر راہزنوں نے
ت پھیلا رکھی ہے' اوسطاً روزانہ تین افراد اس گینگ کا شکار بن رہے ہیں- پچھلے ماہ ۶۷
دکولوٹا گیا' جبکہ پچھلے سال کل ۹۵۲ افراد اس علاقے میں لوٹ لئے گئے یا ان پر حملے کئے
- پولیس اور علاقے کے مکینوں کے لئے یہ صورتحال انتہائی تشویش ناک ہے' کیونکہ
زنوں کے گروہ ہر وقت تاک میں رہتے ہیں- چیپل ٹاؤن پولیس ڈویژن کے سپرٹینڈنٹ
ڈسمتھ کا کہنا ہے کہ لوگ ان نوعمر ڈاکوؤں کے خوف سے ہم سے تعاون نہیں کرتے' جس
ے یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ ہو گیا ہے کہ کسی وقت قتل کا واقعہ رونما ہو سکتا ہے-'' چاقو چھریوں
دوسرے آہنی ہتھیاروں کے وار سے شدید زخمی ہونے کے باوجود ابھی تک کوئی ہلاکت
ں ہوئی- راہزنی کی وارداتوں میں زیادہ کم سن مجرم شریک ہوتے ہیں' جو گروہ کی شکل میں
ردات کرتے ہوئے فرار ہو جاتے ہیں ان کی کم عمری کی وجہ سے عدالتیں ان کو سخت سزائیں
یں دے سکتیں' کیونکہ قانون اس میں رکاوٹ ہے اور یہ مجرم دوبارہ واپس آکر وارداتیں
روع کر دیتے ہیں- اسکولوں کے باہر بچوں سے غنڈہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اور ٹیکس نہ
لنے پر انہیں بری طرح مارا پیٹا جاتا ہے' ایسے واقعات دن رات کسی بھی وقت کہیں بھی رونما
سکتے ہیں- رہزنی اسکواڈ کے تحقیقاتی آفیسر مارک سیسن کا کہنا ہے ''راہزنوں کے ایسے
ینگز کا پسندیدہ مقام چیپل ٹاؤن روڈ پر کیٹور فش اینڈ چپس شاپ کے باہر اور ہیفلیڈ ہوٹل کا
رد کی علاقہ ہے' جہاں یہ گھات لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں' اور جو لوٹنے والے زیادہ تر مجرموں کو
انتے ہیں لیکن وہ گرفتار نہیں کئے جا سکتے' کیونکہ لوگ ان کے خوف سے ان پر انگلی تک
ٹھانے کو تیار نہیں- ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ راہزنی کا شکار ہونے والے اکثر ان
ڈاکوؤں کے اچھے بھلے شناسا ہوتے ہیں یا اسکول فیلو رہ چکے ہیں' لیکن اس کے باوجود ان کو

Marfat.com

بھی لوٹ لیا جاتا ہے۔ چیپل ٹاؤن پولیس نے پچھلے سال مارچ میں راہزنی اسکواڈ کی تشکیل کی تھی، جس نے پچھلے سال کے آخری ۹ ماہ کے دوران ۲۰۰۰ افراد کو حراست میں لیا۔ پولیس کہنا ہے کہ جب تک لوگوں کی جانب سے تحریری اسٹیٹ منٹ نہ ملے، ہم مزید کاروائی نہیں کر سکتے۔ سراغرساں سپرینٹنڈنٹ مسٹر فلپ جانسن کا کہنا ہے کہ راہزنوں کو گرفتار کر کے انہیں عدالتوں میں بھی پیش کیا جاتا ہے اور انہیں قانون کے مطابق جو معمولی سزائیں دی جاتی ہیں، انہیں جرائم سے باز رکھنے میں ناکافی ہیں (اب تو انہیں اسلام کا فلسفہ سزا سمجھ آ جانا چاہئے) اور وہ دوبارہ واپس آ کر وارداتیں کرتے ہیں، ان کا مزید کہنا ہے کہ یہ حیرانگی کی بات نہیں کہ لوگ گواہی نہیں دیتے، کیونکہ انہیں دھمکی دی جاتی ہے کہ غنڈے واپس آ کر پھر حملہ کریں گے۔ چنانچہ پولیس اور مجسٹریٹ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے بعض معاملات پر مجبور ہیں ان کا کہنا ہے کہ کم سن مجرموں پر قابو پانے کے لئے قانون از حد ضروری ہے۔

(بحوالہ ''جنگ'' لندن ۹۳-۱۱-۱)

قتل ہی قتل

امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور مہذب ترین ہونے کا دعویٰ کرنے والے ملک میں نوجوانوں کی ذہنی حالت کا اندازہ ان میں جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار سے لگایا جا سکتا ہے۔ امریکہ کے دفاعی شعبے برائے اطفال کے ایک ترجمان کے حوالے سے بھارتی روزنامہ لکھتا ہے کہ امریکی بچوں کی اخلاقی حالت اس قدر پست ہو چکی ہے کہ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۱ء کے دوران بچوں نے تقریباً ۵۰ ہزار افراد کو ہلاک کر دیا۔ ترجمان کے مطابق امریکہ میں بچے بندوقوں، پستولوں اور جدید اسلحہ کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں، ترجمان کا کہنا ہے کہ ویت نام سے ۔۔۔ سالہ جنگ میں اتنے امریکی ہلاک نہیں ہوئے جتنے امریکی بچوں نے اپنے ملک میں ہلاک کر دیئے۔ ان حالات میں نہ صرف بچوں کی بڑھتی ہوئی آوارہ گردی، بدمعاشی اور غنڈہ گردی

Marfat.com

پتہ چلتا ہے بلکہ امریکی معاشرے میں والدین کی لاپرواہی بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ ایک سماجی تنظیم نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ اسلحے کی فروخت کے سلسلے میں سخت قوانین کا نفاذ کرے۔

انفرادی جرائم کے سلسلے میں صرف دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ نیویارک کی خبر ہے کہ ملواکی میں ایک شخص نے یکے بعد دیگرے اٹھارہ افراد کو ہلاک کیا اور ان کا گوشت کھاتا رہا۔ (روزنامہ "پاکستان" لاہور ۹۱-۸-۶)

اور نیویارک ہی میں ایک شخص جو لیو گونزالز کا اپنی گرل فرینڈ سے جھگڑا ہوا تو اس نے اس کلب کو آگ لگادی جس میں اس کی دوست ملازم تھی۔ نتیجتاً ۱۸۷ افراد زندہ جل کر مر گئے، قاتل کو قانون کے مطابق زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال قید ہو سکتی ہے۔

(روزنامہ "پاکستان" ۲۲-۱-۹۱)

نوعمر لڑکے کار ریکارڈ

کار کی چوری میں ملوث زیادہ تر افراد کی عمریں ۱۰ سے ۲۰ سال کے درمیان ہیں۔ لندن برطانیہ میں کار چوری کے باعث ہر سال ۱۰۲ ارب پونڈ کا نقصان ہوتا ہے۔ چلڈرن سوسائٹی نے "پٹنگ دی بریکس آن کار کرائم" کے عنوان سے ایک تحقیق میں بتایا کہ ہر سال ۱۹ کروڑ پونڈ مقدمات پر خرچ ہوتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں ۵ میں سے ۴ افراد کی عمریں جن پر کاروں کی چوری کا جرم ثابت ہوا یا جنہیں تنبیہ کی گئی ان کی عمریں ۱۰ سے ۱۶ سال کے درمیان تھیں۔ کاروں سے متعلقہ جرائم جن میں نوعمر افراد ملوث ہوتے ہیں زیادہ تر رات ۹'۸ اور ۱۱ بجے کے آس پاس ہوتے ہیں۔ ہوم آفس کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً ۳۰ فیصد لوگ کاروں کو لاک کرنا بھول جاتے ہیں، جبکہ گلیوں میں پارک کی جانے والی ۷۰ فیصد کاروں میں کوئی حفاظتی آلہ نصب نہیں ہوتا۔ رپورٹ کے مطابق ایک ۱۲ سالہ لڑکے نے ۵۰۰ کاریں چرانے کا دعویٰ کیا ہے، کار چور گروہوں کی صورت میں کام کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے

Marfat.com

اخلاقی ضابطے بنا رکھے ہیں' بعض گروہوں میں ''منیجر'' اور اسسٹنٹ منیجر'' جیسے عہدے بھی ہیں' ایک نوعمر مجرم نے بتایا کہ بعض اوقات ہم کار روک کر پولیس کو سگنل دیتے ہیں تاکہ وہ ہمارا تعاقب کریں پولیس کا تعاقب بے حد سنسنی خیز ہوتا ہے۔ (بحوالہ ''جنگ'' لندن ۹۳'۱۱'۳)

منشیات کی لعنت

ٹیلی ویژن نے مغرب کے معصوم بچوں کو قتل' ڈکیتی' چوری جیسے سنگین جرائم اور منشیات کی لعنت میں مکمل طور پر جکڑ کے رکھ دیا ہے۔ صرف جرمنی میں مجرم بچوں کی عمومی شرح ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۵ء کے درمیان بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان بچوں کو خطرناک جرائم پر مجبور کرنے میں ٹیلی ویژن کے تشدد پروگراموں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے کیونکہ ایک مغرب کا بچہ روزانہ اوسطاً چار گھنٹے ٹی وی کے سامنے گزارتا ہے۔ اس دوران کم از کم پچاس مناظر قتل کی وارداتوں کے دیکھتا ہے۔ ان مناظر کا اثر بچوں میں تشدد پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی صورت میں نکلا ہے۔ صرف ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں میں تشدد کا رجحان پندرہ فیصد تک پایا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق جرمنی کے ایک تہائی بچے اب مسلح ہو کر درس گاہوں میں آتے ہیں۔ برلن پولیس کے مطابق شہر میں ہونے والے ۲۵ فیصد تشددانہ جرائم ۱۴ سے ۱۸ سال تک کی عمر کے بچے کرتے ہیں جبکہ پانچ فیصد جرائم ۱۴ سال سے بھی کم عمر کے بچے کرتے ہیں۔

امریکی سروے رپورٹوں کے مطابق تمام تر قوانین کے باوجود امریکی بچہ تیرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اپنے ذہن میں ایک لاکھ مناظر کسی نہ کسی صورت محفوظ کر چکا ہوتا ہے۔ ان میں آٹھ ہزار مناظر قتل' خودکشی' تشدد اور جنس پر مشتمل ہوتے ہیں۔

برطانوی رپورٹ کے مطابق ٹی وی کے مادر پدر آزاد پروگراموں کے باعث برطانوی بچے دوسرے جرائم کے علاوہ منشیات کی لپیٹ میں بھی آچکے ہیں' برطانوی بچے تیرہ سال کی

Marfat.com

عمر میں شراب نوشی شروع کر دیتے ہیں جبکہ پندرہ سال کی عمر میں ان بچوں کی ایک چوتھائی تعداد منشیات کا استعمال شروع کر دیتی ہے' ان منشیات میں سب سے زیادہ استعمال چرس کا ہوتا ہے۔ لڑکوں میں ۱-۲۸ فیصد چرسی ہوتے ہیں جبکہ لڑکیوں میں چرس نوشی کی شرح ۷-۲۱ فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ ''معصوم مجرم'' والدین کی عدم توجہی کے باعث اپنا زیادہ وقت ٹی وی کے سامنے گزارنے پر مجبور ہیں۔ واضح رہے کہ اخلاقی بگاڑ کے نتیجے میں بچوں کے عادی مجرم بن جاتے کے خوف سے ان بچوں کے والدین حکومت کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں کہ خدارا ان جنسی اور تشدد آمیز فلمی مناظر کا ٹی وی پر دکھایا جانا بند کیا جائے۔ جرمنی کے ایک ہفت روزے نے انکشاف کیا ہے کہ اب تک دس لاکھ سے زائد افراد اس سلسلے میں ایک محضرنامے پر دستخط بھی کر چکے ہیں۔

ڈرٹی ڈزن

بریڈفورڈ میں بڑھتے ہوئے جرائم کی زیادہ ذمہ داری ان مجرموں پر ہے' جن کی عمریں ابھی بلوغت کی حد تک نہیں پہنچیں۔ یہ بات ایک تازہ ترین رپورٹ میں بتائی گئی ہے۔

رپورٹ میں ڈرٹی ڈزن کے نام سے ایک گروہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اوڈسل پولیس اسٹیشن کی تحویل میں بارہ ایسے گندے انڈے بھی ہیں' جنہوں نے مجموعی طور پر اس وقت تک دوسو سے زائد جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ اوڈسل پولیس اسٹیشن کی طرف سے کئے جانے والے اس خصوصی سروے کے بارے میں جو رپورٹ جاری کی گئی ہے' اس میں کہا گیا ہے کہ پولیس اسٹیشن میں موجود ایک سوسولہ نوعمر ملزموں کے ریکارڈ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ ملزم چار سو سے زائد جرائم میں کسی نہ کسی طرح شریک رہے ہیں' جبکہ ان ایک سوسولہ ملزموں میں سے بارہ ایسے ہیں جنہوں نے دوسو زائد جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ پولیس انسپکٹر ٹریور رابرٹس کا کہنا ہے کہ ایک سوسولہ ملزموں میں سے اکثریت ایسے ملزموں کی ہے

Marfat.com

جنہوں نے ایک آدھ جرم کیا' لیکن بارہ ملزم ایسے ہیں جنکا اوڑھنا بچھونا ہی جرم ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوعمر مجرموں میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو ایک وارننگ مل جانے کے بعد جرائم سے توبہ کر لیتے ہیں' لیکن جو اس راہ پر چل نکلتے ہیں وہ محکمہ پولیس کے لئے ہی نہیں بلکہ پورے معاشرے کے لئے دردسر بن جاتے ہیں' انہوں نے بتایا کہ پولیس باقاعدگی سے بعض ایسے سیمینار منعقد کر رہی ہے جن کے ذریعے نوجوان نسل کو جرائم کے تباہ کن نتائج سے باخبر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (بحوالہ رواداری اور مغرب)

جنسی حملہ

گلاسگو آئرشائر کا ایک دس سالہ بچہ مقامی ایجوکیشن کونسل کے لئے دردسر بن گیا ہے۔ یہ بچہ جس کا نام قانونی وجوہات کی بناء پر صیغہ راز میں رکھا گیا ہے' اس کو اسکول میں اپنی ساتھی طالبہ پر جنسی حملہ کرنے کے الزام میں ایک دوسرے اسکول میں ٹرانسفر کر دیا گیا تھا' لیکن جب دوسرے اسکول کے بچوں کے والدین کو اس بچے کی اپنے اسکول میں آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ایک اجلاس منعقد کر کے اس پر شدید احتجاج کیا اور مقامی ممبر پارلیمنٹ اور ایجوکیشن اتھارٹی کو اس مسئلے کا نئے سرے سے جائزہ لینے کے لئے خطوط لکھے۔ دریں اثنا گلاسگو کے نزدیک کلارکن پرائمری اسکول کی انتظامیہ نے بچوں پر بڑھتے ہوئے جنسی حملوں کے واقعات کی بنا پر تمام طلباء کو ہدایت کی ہے کہ وہ اسکول سے گھر کے سفر کے دوران اکیلے جانے کے بجائے گروپس کی شکل میں جائیں اور کسی بھی اجنبی شخص سے محتاط رہیں۔

(بحوالہ ''جنگ'' لندن ۹۳-۱۰-۱۱)

جسم فروش بچے

امریکہ میں ۲۵ لاکھ نابالغ بچے غربت اور نشے کی عادت کے باعث جسم فروشی کر رہے ہیں جبکہ روس بھی اس شرمناک دھندے میں اس حد تک پستی کا شکار ہے کہ صرف ماسکو میں

Marfat.com

ایک ہزار کمسن لڑکے لڑکیاں جسم فروشی میں ملوث ہیں- یہ انکشاف سلطان شاہد نے اپنی کتاب میں کیا ہے کہ مغربی یورپ میں جسموں کی تجارت سے اربوں ڈالر آمدنی حاصل کی جا رہی ہے-۷۰ء کی دہائی کے وسط میں دنیا میں تین کروڑ عورتیں فروخت کی گئیں' قحبہ خانوں میں فحاشی کے اڈوں میں ۵ سال کے دوران ۵ گنا اضافہ ہوا- ان میں بیشتر طوائفیں روسی نژاد ہیں-اس کتاب میں عورتوں پر بہیمانہ مظالم کی لرزہ خیز تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ دلال جسم فروشی کے دھندا میں کشش کے لئے عورتوں کے دانت توڑ دیتے ہیں اور انہیں آمادہ گناہ کرنے کے لئے بجلی کے جھٹکے دیتے ہیں- (جنگ لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۹۳)

۹ سالہ لڑکی

۱۰ سالہ برطانوی لڑکوں کو ۹ سالہ لڑکی سے زیادتی کی کوشش کے الزام کا سامنا ہے- روزنامہ گارڈین کے مطابق اگر ان پر الزام عائد ہو گیا تو وہ دنیا کے کم عمر ترین زیادتی کے ملزم ہوں گے- یاد رہے کہ جون میں ایک ۱۱ سالہ لڑکے پر ۱۲ سالہ لڑکی کو زیادتی کا نشانہ بنانے کا الزام عائد کیا گیا تھا- لڑکوں نے اسکول میں لنچ بریک کے دوران لڑکی کو زیادتی کا نشانہ بنانے کی کوشش کی- (نوائے وقت ۹۷-۸-۳۱)

کم عمر کے بچے

برطانیہ میں انتہائی کم عمر کے بچے اور بچیوں میں جنسی رجحانات فروغ پا رہے ہیں- بی بی سی کے مطابق بچوں کے تحفظ کی قومی کونسل کی سالانہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۸۶ء میں کم عمر بچوں کے مابین جنسی تعلقات کے تقریباً بارہ سو واقعات رونما ہوئے- ان میں سے زیادہ تر تعداد ایسے بچوں کی تھی جن کی عمریں پانچ سال سے بھی کم ہیں- رپورٹ میں اس خطرناک رجحان کی ذمہ داری مخلوط تعلیم اور جنسی مناظر پر مبنی فلموں پر عائد کی گئی ہے-

(تحقیق محمد صدیق شاہ بخاری)

Marfat.com

پرسان حال نہیں

چمنستان حیات کے گلہائے تازہ یعنی معصوم و نوخیز بچوں پر جس قدر ظلم ترقی یافتہ امیر کبیر ملکوں میں ہو رہا ہے وہ عہد حاضر کی تاریخ کا عجیب و غریب المیہ ہے۔ اندازہ کیجئے کہ امریکہ کے چالیس فیصد بچے والدین سے محروم ہیں اور ایسے بچوں کی تعداد کم از کم سوا تین کروڑ (۳۲ ملین) ہے جن کا کوئی پرسان حال نہیں۔ بہ الفاظ دیگر یا تو یہ بچے ناجائز ہیں یا ان کے والدین گھریلو جھگڑوں اور منشیات کی وجہ سے انہیں چھوڑ چکے ہیں۔

(''جنگ'' جمعہ میگزین یکم جنوری ۱۹۹۲ء)

امریکہ کی ایک کمیٹی نے جو بچوں کو ایذا رسانی سے بچانے کے لئے قائم کی گئی ہے' ایک جائزہ رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۹۲ء میں امریکہ کے مختلف علاقوں میں ۳۰ لاکھ بچے ایذا رسانی کا شکار ہوئے جن میں سے ۱۲۶۱ بچے جان سے ہاتھ دو بیٹھے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں بچے کو بے تحاشا مارنے پیٹنے' جنسی جارحیت کا نشانہ بنانے' کاشتکاری میں زیادہ محنت کرانے' امریکہ کے بڑے شہروں میں غیر اخلاقی ماحول اور خاندانی جھگڑوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس کس طرح سے بچوں کو ذہنی اور جسمانی اذیتیں دی جاتی ہیں۔

(''خبریں'' ۱۰ اپریل ۱۹۹۳ء)

معصوم مجرم

ایک خبر امریکہ کے تعلیمی اداروں کے بارے میں بھی پڑھ لیں۔ اس خبر میں بتایا گیا ہے کہ امریکی اسکولوں میں اہلکار اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ چھوٹے بچوں کو ڈبہ کاٹنے والے چاقو نہ بیچے جائیں' کیونکہ یہ چاقو ہتھیار کے طور پر استعمال ہو سکتے ہیں اور ان کی وجہ سے اسکولوں میں تشدد کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔

حالیہ اعداد و شمار کے مطابق امریکی اسکولوں میں ہونے والے جرائم میں ۳۰ فیصد

اضافہ ہوا ہے۔ نیویارک کے اسکول چانسلر رامن کورٹائن اسکولوں میں چاقو لانے پر پابندی یا تحفظ فراہم کرنے کے خواہش مند ہیں۔ کارٹائن نے بتایا کہ انہوں نے پچھلے چند سالوں میں طلبہ سے ایسے ۹۲۷ چاقو پکڑے ہیں، جبکہ ۴۲۵ آتشیں ہتھیار بھی طلبہ سے ملے۔ ان چاقوؤں کے بارے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ دھات کے آلات کی نشاندہی کرنے والے آلات جو عام طور پر نیویارک کے اسکولوں میں لگائے گئے ہیں۔ یہ آلات بھی ان چاقوؤں کی نشاندہی نہیں کر سکتے، اور بچے اپنی بیلٹوں میں چھپا کر یہ چاقو اسکول لے جاتے ہیں، تعلیمی حکام کا کہنا ہے کہ پچھلے سال کے دوران میں اسکولوں میں جرائم کے ۸۳۳۲ واقعات ہوئے ہیں، اور یہ وارداتیں کنڈر گارٹن سے لے کر اعلیٰ کلاسوں تک میں ہوئیں، اسکولوں میں ہونے والے جرائم میں چوری، زنا اور جسمانی تشدد کی وارداتیں شامل ہیں، اس صورتحال سے تنگ آ کر ۳۸ پرنسپل احتجاجاً قبل از وقت مستعفی ہو چکے ہیں۔

فرینکفرٹ کے راستے

برطانیہ کا نام ان چند ملکوں میں شامل ہے جن کا تعلق بچوں کی اسمگلنگ سے ہے۔ یہ انکشاف برازیل میں تبدیلی قلب کے لئے بچوں کی اسمگلنگ کرنے والے ایک گروہ کے منظر عام پر آنے کے بعد ہوا۔ جب برازیل کی پولیس نے دو ہفتے کے ایک بچے کی اسمگلنگ کی کوشش ناکام بنا دی۔ اس بچے کو فرینکفرٹ کے راستے لندن لایا جا رہا تھا جہاں اسے فروخت کیا جانا تھا تاکہ اس کا دل کسی امیر شخص کے بچے کے دل کی جگہ لگایا جا سکے۔ بین الاقوامی منڈی میں اسمگلر ایک صحت مند بچے کو سات ہزار پاؤنڈ میں فروخت کرتے ہیں گردے کی قیمت ۲۵ ہزار پاؤنڈ اور دل کی قیمت ۵۵ ہزار پاؤنڈ تک ہے۔

("جنگ" لاہور، ۲۷ ستمبر ۱۹۹۳ء)

عرب نیوز جدہ کی رپورٹ کے مطابق (مطبوعہ ۱۵ اپریل ۸۵ء) امریکہ میں ہر سال کم

Marfat.com

بیش پندرہ لاکھ بچے گم ہو جاتے ہیں جن میں سے کم از کم پچاس ہزار کا تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ انہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی - اس سلسلے میں سنگدلی اور تیرہ باطنی کی ایسی مثالیں سامنے آئی ہیں جو بڑی ہی رقت انگیز اور روح فرسا ہیں-

کوئی دو سال قبل یعنی ۱۹۹۱ء میں اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس کے مطابق امریکہ میں ایک شخص گرفتار ہوا جس نے اعتراف کیا کہ وہ اب تک گیارہ بچوں کو جنسی تشدد کے بعد ہلاک کر چکا ہے- جب اس سے لاشوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ دس ہزار ڈالر فی لاش وصول کئے بغیر وہ لاشوں کی نشاندہی نہیں کرے گا' البتہ وہ گیارہویں لاش کا کچھ نہیں لے گا' اور وہ ایک لاکھ ڈالر پر اکتفا کر لے گا- چنانچہ پولیس نے اسے ایک لاکھ ڈالر ادا کئے اور اس نے گیارہ لاشوں کی نشاندہی کر دی- اہم بات یہ ہے کہ جب ان بچوں کے والدین نے مختلف طریقوں سے مطالبہ کیا کہ امریکہ میں سزائے موت بحال ہونی چاہئے تو ماہرین قانون نے اسے سنگدلانہ اور ناقابل عمل مطالبہ قرار دیا-

(''جنگ'' ۲۰ فروری ۱۹۹۴)

میرے ایک عزیز دوست پروفیسر نجیب اللہ چند سال پہلے اعلیٰ تعلیم کے لئے شکاگو (امریکہ) گئے- انہوں نے بتایا کہ وہاں ان کی موجودگی کے دوران شکاگو کا میئر گرفتار ہوا- وہ بھی نو عمر لڑکوں کو ورغلا کر اپنے گھر لے جاتا اور بدفعلی کے بعد انہیں قتل کر کے لاش تہہ خانے میں پھینک دیتا- چنانچہ گرفتاری کے بعد اس کے تہہ خانے سے ۳۲ بچوں کی گلی سڑی لاشیں برآمد ہوئیں لیکن اس کے باوجود میئر کے وکیل نے بڑے دھڑلے سے کہا کہ میرا موکل رہا ہو جائے گا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکہ میں بڑے سے بڑا مجرم بھی جلد رہا ہو کر باہر آ جاتا ہے-

بچوں کی گمشدگی کے حوالے سے ''عرب نیوز'' نے جو بھیانک مثالیں دی ہیں ان میں

Marfat.com

ے ایک یہ ہے کہ فلوریڈا کے ایک تاجر جان فیلش کا اکلوتا چھ سالہ بچہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور سے گم ہو گیا اور دو ہفتے کے بعد اس کا سر ۱۲۰ کلومیٹر دور ایک ویرانے میں پڑا ہوا ملا۔ اسی طرح کیلی فورنیا کی ایک دو سالہ بچی اغوا کر لی گئی اور تین سال کے بعد الاباما میں ایک ۵۸ سالہ شخص سے برآمد ہوئی وہ بدبخت اس معصوم بچی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتا رہا تھا۔

ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی میں (۷ ستمبر ۱۹۸۴ء) امریکی بچوں کے بارے میں ایک مفصل رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ امریکہ میں چھوٹے بچوں پر جنسی تشدد کا تناسب کہیں بڑھ گیا ہے اور ایک اندازے کے مطابق ہر سال پچاس لاکھ بچے اس تشدد کا نشانہ بنتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ایک شقی القلب اسکول کلرک نے اس سلسلے میں ایک کتاب لکھ ماری جس کا عنوان ہے How to have sex with akid ''ایک بچے سے جنسی تعلق کس طرح قائم کیا جا سکتا ہے۔''

اعداد و شمار کے مطابق پورے امریکہ کی ۲۸ فیصد لڑکیاں ۱۴ برس کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی درندگی کا شکار ہو جاتی ہیں جبکہ ۱۸ برس کی عمر سے پہلے ۳۸ فیصد لڑکیاں ہوس کا نشانہ بنتی ہیں۔ ان اعداد و شمار کا مکروہ ترین پہلو یہ ہے یہ بدنصیب بچے زیادہ تر اپنے رشتہ داروں کے ہاتھوں مجرمانہ حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ حملوں کے مرتکبین کی ۲۰ فیصد تعداد سوتیلے باپوں پر مشتمل ہوتی ہے جس کہ ۱۵ فیصد چچا یا ماموں اپنے بھائی اور بہنوں کی اولاد کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔ ساڑھے چار فیصد تعداد ایسے والدوں کی ہے جو اپنی اولاد کی عصمت دری میں مصروف ہیں۔ ڈھائی فیصد سے زیادہ افراد اپنے چھوٹے بھائی بہنوں سے بدسلوکی کی مرتکب ہو رہے ہیں، حال ہی میں ٹیکساس میں ایک شخص کو اپنی پانچ سالہ پوتی پر مجرمانہ حملہ کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا ہے۔ (''تکبیر'' ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء)

ظاہر ہے یہ اعداد و شمار پرانے ہیں ورنہ صورت حال پہلے سے کہیں زیادہ گھمبیر ہو گئی

ہے- چنانچہ ۱۵ ستمبر ۹۲ء کو سی این این نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا کہ امریکہ میں ۶۰ فیصد بچوں پر ان کے قریبی عزیز یعنی باپ یا بھائی وغیرہ جنسی تشدد کرتے ہیں-

اس سلسلے میں روزنامہ ''پاکستان'' کی یہ خبر بھی چونکا دینے والی ہے کہ ایڈنسٹن (امریکہ کے ایک ڈے کیئر سینٹر میں سینٹر کے انچارج رابرٹ کیلی نے مختلف وقتوں میں بائیس بچوں پر مجرمانہ حملہ کیا- بچوں کی عمریں ۲ سے ۷ سال تک تھیں- (''اخبار مذکور'' ۲۳ اگست ۱۹۹۱ء)

مغرب خصوصاً امریکہ میں ٹی وی کے زیادہ دیکھنے کی وجہ سے بچوں پر پڑنے والے اثرات پر بہت زیادہ تحقیق ہو چکی ہے اور مزید ہو رہی ہے' ہم یہاں چند تحقیقاتی نتائج پر مبنی مضامین کے اقتباسات پیش کرنا پسند کریں گے-

ڈاکٹر جان کونڈری جو کارنیل یونیورسٹی (امریکہ) میں انسانی اور خاندانی نشوونما کے پروفیسر ہیں' اپنے تحقیقی مضامین میں فرماتے ہیں-

''کم سن بچے ٹی وی کو ہی مستند سمجھتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں اور اکثر و بیشتر یہ سمجھتے ہیں کہ ٹی وی کے کردار بھی ان کو دیکھ رہے ہیں-''

(بحوالہ رسالہ ورکنگ مدر جنوری ۱۹۹۱ء)

ڈاکٹر ڈینیل اے انڈرسن میسچوسٹ یونیورسٹی کے نفسیات کے پروفیسر اپنی سترہ سالہ تحقیق کے نتائج کا اس طرح اظہار کرتے ہیں-

''ٹی وی کے تشدد سے بھرپور پروگرام بچوں کی حقیقی زندگی میں جنگجویانہ مزاج پیدا کرتے ہیں وہ بچے جو ٹی وی پر زیادہ مار دھاڑ اور تشدد آمیز پروگرام دیکھتے ہیں زیادہ جارحانہ پائے گئے ہیں اور طویل مدت پر محیط تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تشدد آمیز پروگرام دیکھنے سے آئندہ زندگی میں بھی ان کے مزاج میں تشدد اور لڑائی جھگڑے کا رجحان

Marfat.com

فروغ پاتا ہے۔" (ٹی وی گائیڈ ۳ مارچ ۱۹۹۰ء)

ان جیسی مزید تحقیقات کے نتائج اور امریکی ٹی وی پر جنسی تشدد آمیز قرار دیا گیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق عالمی کمیشن برائے ثقافت وترقیات نے ایک سروے رپورٹ دی ہے کہ امریکی ٹی وی پروگرام اور فلموں کے نتائج دنیا میں بہیمانہ تشدد، جنسی جرائم اور غیر شائستہ زبان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے سابقہ سیکریٹری جنرل جیویئر پیریز کی نگرانی میں ہونے والے اس سروے میں بتایا گیا ہے کہ امریکی ٹی وی کی اٹھارہ گھنٹے کی نشریات میں تشدد کے ۲۶۰۵ واقعات دکھائے جاتے ہیں جو بعد میں امریکی معاشرے اور پوری دنیا کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ گذشتہ دنوں امریکہ میں "جہاد ان امریکہ" نامی ایک خصوصی دستاویزی فلم بھی ریلیز کی گئی تھی جس کے ذریعے عالمی حلقوں میں جہاد کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

آخر میں ہم ایک اقتباس امریکن انٹر پرائز انسٹیٹیوٹ کی سرپرستی میں ہونے والے ۱۰ مارچ ۱۹۹۲ء کی کانفرنس میں ڈاکٹر والٹر برنس پروفیسر جارج ٹاؤن یونیورسٹی (واشنگٹن) کا پیش کرتے ہیں ان کی رائے ہے کہ۔

"راک میوزک، ہالی وڈ کی فلمیں اور دوسرے تفریحی پروگرام جو امریکہ باہر کے ملکوں کو بھیجتا ہے اور نہ صرف وہاں کے معاشرے پر بہت مضر اثرات چھوڑتے ہیں بلکہ امریکی معاشرے کے تصور کو بھی داغدار کرتے ہیں۔" (کرسچیین مانیٹر، مارچ ۱۹۹۲ء)

یہ ہے نئی تہذیب جہاں والدین کی عدم توجہی کی وجہ سے اولاد کا یہ حال ہے، دوسرے الفاظ میں یہ کہ جب والدین نے اولاد کے حقوق نہ کیے تو اولاد تو بگڑی ہی مگر ساتھ ہی والدین ہی کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کو اس کے نتائج بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ ان نتائج کی وجہ سے آج پورا امریکہ اور یورپ پریشان ہے۔ اور آج خود ہی ان کے تحقیق دان یہ نعرہ لگا نے

پر مجبور ہیں کہ -Back to Religion

Back to Religion

ایسی صورت حال سے تنگ آ کر ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء کو برطانیہ کے ایک شہر نوٹنگھم میں ۵۰۰۰۰ آدمیوں نے ناجائز بچوں اور اسقاط حمل کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا - ۱۹۷۶ء میں صرف نوٹنگھم میں ۱۵۹۲۵۰ ناجائز بچے پیدا ہوئے تھے یعنی اندازاً ۴۵۰ بچے روزانہ پیدا ہوتے ہیں - مغرب میں ہی ہپی ذلیل ترین گروہ ہے - غلیظ، بدکردار اور تمام اخلاقی ضوابط کا منکر اور لوگوں کے سامنے کھلے بندوں فواحش کا ارتکاب کرنے والا - یہ گروہ ۱۹۳۰ء کے بعد ظاہر ہوا - آزادانہ جنسی فعل میں اتنی کشش تھی کہ ۳۰ - ۳۵ برس میں اس کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی - اس میں نصف کے قریب دوشیزائیں تھیں ہپیوں نے چرس، افیون اور بھنگ وغیرہ کا بے تحاشہ استعمال کیا - اس خیال سے کہ انہیں سکون قلب ملے گا مگر ذلت رسوائی اور نفرت کے سوا اور کچھ نہ ملا چنانچہ ان میں احساس زیاں پیدا ہوا اور ۱۹۷۵ء میں دس لاکھ ہپیوں نے شکاگو میں اس صدی کا سب سے بڑا جلوس نکالا - ان کے ہاتھوں میں کئی بینر تھے جن پر مرقوم تھا - Back to Religion مذہب کی طرف واپس چلو یہ آوازیں ۴۰ سال کے تلخ تجربات مسلسل رسوائی اور عالمی نفرت کا نتیجہ تھی - پاکستان کے ہپیو - اور خواتین دشمن اوباشو - کیا مغرب کے کروڑوں آدمیوں کا تجربہ تمہارے لیے کافی نہیں - کیا تم سوا لاکھ انبیاء کی تعلیمات کو بذیان سمجھتے ہو؟ کیا تم اس بے غیرتی کے لئے تیار ہو کہ تمھاری بیوی یا بہن کو کوئی لفنگا لے جائے؟ کیا تمہارے پاس مضطرب انسانیت کے لئے یہی ہے؟ کیمبرج یونیورسٹی کے ایک پروفیسر J.D.Uuwin نے جنسیات پر برسوں تحقیق کی - اس نے اپنی کتاب Sex and Culture میں لکھا ہے - جنسیات اور کلچرل آپس میں گہرا تعلق ہے - جذبہ

ں پر قابو پانے کے بعد انسان میں ایک خاص توانائی پیدا ہو جاتی ہے جس سے معاشرہ کے
ی بلند نصب العین کی تکمیل کا کام لیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ عیاشی اور شہوت رانی میں پڑ
تے ہیں ان کی توانائی اتنی کم ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی بڑا کارنامہ مثلاً ایجاد، تحقیق، تصنیف
برہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ ان کے قوائے عمل پر اوس پڑ جاتی ہے۔ ان کی بصیرت ذہانت
ندلا جاتی ہے۔

Any extention of sexual opportunity must always be hte immidiate cause of vulture deline جذبہ جنس کی بدلگامی اشبہ زوال تہذیب کا سبب بنتی ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ نے فرمایا۔ اے نبیؐ! اپنی
ویوں، بیٹیوں اور اہل ایمان کی بیویوں سے کہیے کہ وہ بڑی چادر سے ڈھانپ کر اپنے آپ
و نکلیں تاکہ لوگ اس کی چادر کی وجہ سے سمجھ جائیں کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور انہیں
پریشان نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔

مرے کی تحقیق

امریکہ کے ایک دانشور Charles murray نے امریکہ کو ایک چونکا دینے والا
انتباہ کیا ہے۔ یہ انتباہ ایسا ہے جو ایک تجزیہ نگار John onicinsky کے مطابق تلخ ہے
جو حکمرانوں کو ہضم نہ ہوگا۔ مرے کا کہنا ہے کہ امریکہ برائیوں کی دلدل میں پھنس چکا ہے مثلاً
بڑھتے ہوئے جرائم، منشیات، غربت، ناخواندگی، لوگوں کا بے گھر ہونا وغیرہ لیکن ایک اور مسئلہ
ایسا ہے جو ان سب سے زیادہ شدید اور نتائج کے لحاظ سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ اسی برائی
سے دوسری برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اور یہ برائی ہے سفید فام لوگوں میں ناجائز بچوں کی بھرمار
۱۹۶۰ء میں یہ برائی کالی نسل کی آبادی میں آئی تو سینیٹر موئنف حسن نے خطرے کی گھنٹی بجائی
اور کہا کہ اگر اس برائی کو روکا نہ گیا تو سیاہ فام گھرانے اجڑ جائیں گے۔ موئنی حسن کے انتباہ پر

توجہ نہ دی گئی بلکہ اس کا مذاق اڑایا گیا۔ لیکن اب وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ٹھیک کہتا تھا حکمرانوں نے اس کے انتباہ پر توجہ نہ دی۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب تک اربوں نہیں کھربوں ڈالروں کا نقصان اسی وجہ سے ہو چکا ہے۔ اب یہ برائی سفید فام لوگوں میں پھیل رہی ہے۔ ۱۹۹۱ء میں ۱۲ لاکھ ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ کل پیدا ہونے والے بچوں میں ناجائز بچوں کی تعداد ۳۰ فیصد رہی۔ سیاہ فام ناجائز بچے ۳۲ فیصد پیدا ہوئے۔ اور سفید فام ۲۲ فیصد' مرے کا کہنا ہے کہ امریکی معاشرہ تباہی کی طرف جا رہا ہے اگر اس بدی کو روکا نہ گیا تو اس میں تیزی سے اضافہ ہوگا' خاندان کو اگر بچایا نہ گیا تو سب کچھ جل کر خاک ہو جائے گا مضبوط خاندانی نظام کے بغیر کوئی معاشرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مرے نے اس مرض کا علاج یہ بتایا ہے کہ بن بیاہی ماؤں کا وظیفہ بند کیا جائے۔ ان کے خاندان ہی ان کی نگہداشت کریں تو بہتر ہے۔ اس کے علاوہ یتیم خانے کھولے جائیں۔ لیکن پھر بھی مرے کہتا ہے کہ ہوش میں آؤ کوئی انقلابی قدم اٹھاؤ۔ تمہاری تباہی میں کچھ کسر باقی نہیں رہی۔

حکیم محمد طارق محمود عبقری مجذوبی چغتائی کی

شہرہ آفاق کتب

سنت نبوی ﷺ اور جدید سائنس (جلد اول تا چہارم)	مہلک عادات' نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس
معالجات نبوی ﷺ اور جدید سائنس (جلد اول تا چہارم)	مہلک غذائیں' نبوی غذائیں اور جدید سائنس
معاشرت نبوی ﷺ اور جدید سائنس	مہلک دوائیں' نبوی ﷺ دوائیں اور جدید سائنس
جنس' جوانی' اسلام اور جدید سائنس	صحت مند عادات' نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس
جنسی زندگی اسلام اور جدید سائنس	تعلیمات نبوی ﷺ اور جدید سائنس
پرکشش زندگی گزارنے کے گر نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس	دو انمول خزانے
جذبات اور خیالات کے روگ نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس	تربیت اولاد' اسلام اور جدید سائنس
پرسکون زندگی کی تلاش' نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس	اقوال اولیاء
شفا بخش خیالات کی کرشمہ سازیاں نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس	عشق اسلام اور جدید سائنس
شاداب زندگی کے راز' نبوی ﷺ طریقے اور جدید سائنس	کمالات اولیاء
نوجوانوں کے جنسی مسائل' علاج نبوی ﷺ اور جدید سائنس	عورت اسلام اور جدید سائنس
نباتات قرآنی اور جدید سائنس	جیل کا جہنم
حیوانات قرآنی اور جدید سائنس	روح کی بیماریاں اور جدید سائنس
شہید پاکستان سوانح حکیم محمد سعید شہید	مجاہد یادداشت گرد
بھارتی مسلمانوں پر کیا گزری	جادو' جنات اسلام اور جدید سائنس
۱۹۴۷ء کے مظالم کی کہانی خود مظلوموں کی زبانی	طبی تجربات و مشاہدات
خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق	حکما کی زندگیوں کے طبی نچوڑ
معالج اور مریضوں کے تجربات	عظمت اسلام' سائنسی ریسرچ اور اکیسویں صدی
شافی دوائیں شافی علاج	درود شریف اور دیدار رسول ﷺ

Marfat.com

آسان نیکیوں کے حیرت انگیز فضائل	غلطیوں کی اصلاح نبوی طریقے اور جدید سائنس
مطالعاتی نچوڑ	کامیاب شادی کے سات نکات نبوی طریقے اور سائنس
بدترین پریشانیوں کے لیے بہترین وظائف	ماں کا تقدس اسلام اور جدید تہذیب
کلونجی کے کرشمات	باپ کا تقدس اسلام اور جدید تہذیب
بدترین خصلتوں کا بہترین علاج	انوکھی بیماریاں انوکھے علاج
جیلوں میں بیتے لمحات کی کہانی مشاہیر کی زبانی	شاندار زندگی گزارنے کے جاندار اصول
جانوروں کے انوکھے چشم دید واقعات	نوجوانوں کی جنسی الجھنیں علاج نبوی اور جدید سائنس
شوگر کا کامیاب علاج	توبہ کے کمالات
بلڈ پریشر کا کامیاب علاج	ندامت کے آنسو
گلوکاری سے پرہیزگاری تک	منشیات اسلام اور جدید سائنس
شگفتہ باتیں بکھرے موتی انمول یادیں	مشاہیر کی آپ بیتیاں
ازدواجی زندگی علاج نبوی اور جدید سائنس	مولانا طارق جمیل کے بکھرے موتی نکھرے لعل
اکابر کی زندگیوں کے روحانی وظائف	آداب معرفت
اکابر کی زندگیوں کے طبی تجربات	نو گھریلو الجھنیں اور سورہ یٰسین کا خاص عمل
شاندار زرعی پیداوار کے لیے بہترین وظائف	پانچ قرآنی اور نبوی شفائیں
وصیتوں سے نصیحت اسلام اور جدید سائنس	گھریلو الجھنوں کا روحانی علاج
ایک عامل کی خفیہ ڈائری	مولانا طارق جمیل شخصیت اور کمالات

خزینۂ علم وادب
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور
فون: ۷۳۱۳۱۶۹

بسم الله الرحمن الرحيم

Indo-US Nuclear Deal

باپ کا تقدس

اسلام اور جدید تہذیب

Marfat.com